قیمت سالانہ
تین روپے

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

بابت ماہ جنوری ۱۹۴۷ء

فرقان

جلد ۶ — مدیر: عبدالمنان عمر ایم ۔ اے — نمبر ۱

ترتیب عنوانات

سیّدنا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایّدہ اللہ تعالےٰ

کا

تازہ کلام

۲۷ دسمبر ۱۹۲۶ء کے جلسہ سالانہ کے دوسرے اجلاس کے شروع میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے کا حسب ذیل تازہ کلام جناب ثاقب صاحب زیروی نے خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا :-

اللہ کے پیاروں کو تم کیسے برا سمجھے
خاک ایسی سمجھ پر ہے سمجھے بھی تو کیا سمجھے

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے
احمدؐ کو محمدؐ سے تم کیسے جدا سمجھے

دشمن کو بھی جو مومن کہتا نہیں وہ باتیں
تم اپنے کرم فرما کے حق میں روا سمجھے

جو چال چلے ٹیڑھی، جو بات کہی الٹی
بیماری اگر آئی تم اس کو شفا سمجھے

لعنت کو پکڑ بیٹھے۔ انعام سمجھ کر تم
حق نے جو دوا بھیجی تم اسکو ردی سمجھے

کیوں قعر مذلّت میں گرتے نہ چلے جاتے
تم بوم کے سائے کو جب ظلّ ہما سمجھے

انصاف کی کیا اس سے امید کرے کوئی
بے داد کو جو ظالم آئین وفا سمجھے

غفلت تری اے مسلم کب تک چلی جائیگی
یا فرض کو تو سمجھے یا مجھ سے خدا سمجھے

ایک فیصلہ کُن تجویز

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کا بصیرت افروز اعلان

(ابو المنیر نور الحق نائب مدیر)

سنہ ۱۹۴۵ء میں ایک غیر مبائع دوست محمد اسلم صاحب نے ہماری جماعت کے رکن پروفیسر فیض الرحمن صاحب فیضی سے کہا۔ کہ جب مولوی محمد علی صاحب اپنے عقائد پر مباہلہ کیلئے تیار ہیں تو کیوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ مباہلہ کیلئے آمادہ نہیں ہوتے۔ اس پر جناب فیضی صاحب نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کو خط لکھا جسکا جواب حضور نے حسب ذیل دیا:۔

”یہ بالکل درست ہے، کہ انسان مباہلہ اپنے مسلّمہ پر کرتا ہے نہ دوسرے کے اتّہام پر۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری عمر میں نبوت کی تعریف میں تبدیلی کی ہے اور یہ کہ آپ جب بھی نبوت کا انکار کرتے تھے اس پہلی تعریف کے مطابق انکار کرتے تھے۔ دوسری تعریف کے مطابق آپ نے اپنے نبی ہونیکا دعویٰ کیا اور وفات تک اُسپر قائم رہے۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے، اور اسی دعویٰ پر ہم مباہلہ کیلئے تیار ہیں بشرطیکہ مولوی صاحب بھی ہمارے بعض بتائے ہوئے امور پر مباہلہ کیلئے تیار ہوں۔ انہیں بھی یہ حق ہوگا کہ ہمارے بتائے ہوئے امر کے بارہ میں یہ اعلان کردیں کہ انکا یوں دعویٰ نہیں ہے یوں ہے، یا یہ کہ ان سے غلطی ہوئی اب وہ اس غلطی پر قائم نہیں۔ مگر یہ طریق درست نہیں کہ آدمی خود تو چیلنج دیتا چلا جائے اور دوسرے کے چیلنج کو خاموشی سے گذار دے۔ انصاف یہ ہے کہ دونوں کو ایک سا حق دیا جائے۔“

حضور کے مذکورہ جواب پر مولوی محمد علی صاحب نے خاموشی اختیار کی حتّٰی کہ جب انہوں نے یہ معلوم کرلیا کہ اب پُرانا مباہلہ لوگوں کے دلوں سے اُتر چکا ہے تو ستمبر سنہ ۴۶ء میں پھر اخبار ”پیغام صلح“ میں غیر مسلّمات باتیں پیش کرتے ہوئے ان پر مباہلہ کرنیکا چیلنج شائع کردیا۔ جسکا جواب ہماری طرف سے پھر وہی دیا گیا جو پہلے دیا جاچکا تھا۔ کہ مباہلہ ہمیشہ مسلّمات پر ہوتا ہے، چونکہ مولوی محمد علی صاحب نے غیر مسلّمہ باتیں پیش کرکے چیلنج کو دوہرایا ہے اسلئے انکا یہ طریق دیانتدارانہ نہیں۔ جلسہ سالانہ سنہ ۴۶ء کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مولوی محمد علی صاحب کی اس روش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر فی الواقعہ وہ کوئی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو آسان راہ یہ ہے کہ وہ اخبارات کی بحث چھوڑ دیں اور ہر دو فریق کی طرف سے ایک ایک نمائندہ مقرر کردیا جائے اور ان نمائندوں کے ذریعہ سے یہ طے پا جائے کہ کن باتوں پر مباہلہ ہوگا اور جب بات طے ہوجائے تو پھر مباہلہ کرلیا جائے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اس تجویز کے مطابق اپنی طرف سے مکرم چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو نمائندہ بھی تجویز فرما دیا۔ ہر عقلمند یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ حضور کی پیش کردہ تجویز نہایت ہی معقول ہے، اسلئے اب امیر غیر مبائعین کو چاہیئے کہ وہ فوراً اپنا ایک نمائندہ مقرر کرکے اسکا اعلان اخبار ”پیغام صلح“ میں کردیں تاکہ جلد از جلد یہ فیصلہ ہوجائے کہ کن امور پر مباہلہ ہوگا۔ اور پھر اسکے بعد مباہلہ ہوکر کوئی ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہوجائے۔

مولوی محمد علی صاحب پر اتمام حجت

(حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد (دکن)) :-

مولوی محمد علی صاحب پانچ سال سے ہمارا مطلوبہ حلف اٹھانے سے گریز کر رہے ہیں گو اُن کو پچپن ہزار (۵۵۰۰۰) روپیہ نقد انعام دئے جانے کا وعدہ بھی دیا جاتا رہا ہے۔ جس کی تفصیل ہمارے شائع کردہ انگریزی و اردو رسالے میں موجود ہے۔ جو مفت مل سکتا ہے۔

اب اُن پر آخری بار حجت پوری کرنے کے لئے ہم اُن کو یہ بھی اختیار دیتے ہیں کہ اگر اس حلف میں کوئی ایسی بات درج ہو جو اُن کے عقائد میں داخل نہیں ہے۔ تو وہ ہم کو اطلاع دیں ہم اُس کو اس حلف میں سے خارج کر دیں گے۔

جو صاحب ان کو اس حلف اٹھانے کیلئے تیار کریں گے ان کو بھی پانچ ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔

جملہ انعامی رقم مبلغ ساٹھ ہزار روپیہ ہم مولوی محمد علی صاحب کی خواہش کے مطابق جناب خان بہادر عبد الکریم صاحب آنریری مجسٹریٹ سکندر آباد کے پاس جمع کرا دینے کو تیار ہیں اس پر بھی اگر وہ حلف سے گریز کریں۔ تو

اے آسمان اور اے زمین تُو گواہ رہ کہ ہم نے اس انسان پر جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ بفضل خدا تعالےٰ ہر طرح سے حجت پوری کر دی ہے۔

اگلے صفحہ پر حلف مطلوبہ کے الفاظ درج کئے جاتے ہیں تا کہ اگر کسی جگہ مولوی محمد علی صاحب تبدیلی کرنا چاہیں تو ہمیں لکھ دیں

حلف کے اصل الفاظ

"میں محمد علی پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس بات پر حلف اٹھاتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو چودھویں صدی کا ربّانی مجدّد مسیح موعود مانتا ہوں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا مسلمانوں میں ایسا شخص جو خواہ اپنے آپ کو کوئی نئی شریعت والا یا مستقل نبی نہ کہتا ہو اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام کہتا ہو۔ شریعتِ اسلام کا کامل طور سے پابند ہو۔ دن رات جان و مال سے اشاعت اسلام کرنیوالا ہو پھر بھی وہ اگر اپنے آپ کو خدا کی طرف سے وحی یا الہام پا کر نبی یا رسول کہتا ہو وہ میرے نزدیک یقیناً جھوٹا کافر اور دجّال ہے۔ دوسرا میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح موعود کا منکر یا مکذّب اگر وہ کلمہ گو ہے تو وہ ہرگز کافر نہیں ہو سکتا۔ یہی عقائد مسیح موعود کے تھے اور میں بھی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کی حیثیت سے یہی عقائد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی تک اپنے رسالوں میں شائع کرتا رہا اور آپ کی وفات کے بعد بھی چھ سال تک حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ تک یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنے آپ کو قرآن شریف کی آیت استخلاف کی رُو سے خلیفۃ المسیح ثانی قرار دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کو نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آپ کے منکرین و مکذبین کو منکر دکافر قرار دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ عقاید سراسر غلط اور جھوٹے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف ہیں اسلئے وہ ہرگز سلسلہ عالیہ احمدیہ کے واجب الاطاعت امام نہیں ہو سکتے بلکہ میرے ہی عقائد صحیح ہیں اور اگر میرے مذکورہ بالا عقائد خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہیں اور میں ان عقائد کی اشاعت کرنے میں صحیح راہ نمائی نہیں کرتا بلکہ گمراہی پھیلا رہا ہوں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا جو تمام زمین و آسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے تمام قدرتیں تجھ ہی کو حاصل ہیں تو ہی قہار غالب اور منتقم حقیقی ہے اور تو ہی علیم خبیر اور سمیع و بصیر ہے اگر تیرے نزدیک میرے مذکورہ بالا عقائد غلط اور مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے عقائد صحیح ہوں تو تو مجھ پر ایک سال کے اندر موت وارد کر یا کسی ایسے غضب ناک و عبرتناک عذاب میں مبتلا کر جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو تا لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور دنیا میں گمراہی پھیلایا کرتا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ملی۔ آمین ثم آمین۔"

معرکۂ حق و باطل میں ہماری فتح

زمینِ قادیاں اَب محترم ہے ؛ ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

غیر مبایعین نے ۱۹۱۴ء میں قادیان سے جانے کے بعد یہ اعلان کیا کہ جماعت احمدیہ کے کل پانچ لاکھ افراد میں سے صرف بیسواں حصّہ جماعت خلافت کیساتھ وابستہ ہے۔ (پیغام ۲۸ اپریل ۱۹۱۴ء) گویا خلافت کے ساتھ وابستگان کی تعداد غیر مبایعین کے اعلان کے مطابق ۱۹۱۴ء میں پچیس ہزار تھی اور خلافت کیساتھ وابستہ نہ ہونیوالوں کی تعداد پونے پانچ لاکھ لیکن وہ خدا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ آپکے خالص اور دلی محبّوں کے گروہ کو بڑھائیگا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دیگا اور اُن کو کثرت بخشیگا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروزِ قیامت غالب رہینگے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے، (تذکرہ صفحہ ۱۴۱) اس خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق وابستگانِ خلافت کو ترقی پر ترقی دی اور ان کو ہر لحاظ سے کثرت بخشی۔ اللہ تعالیٰ کی اس پیشگوئی کی تصدیق ہر سال مبائعین کا جلسہ سالانہ کرتا ہے۔ چنانچہ امسال ۱۹۴۶ء میں ریلوے کے حساب کے مطابق جلسہ سالانہ پر باہر سے آنیوالے افراد چونتیس ہزار تھے علاوہ ازیں وہ دوست بھی تھے جو قادیان کے گرد و نواح سے پیدل چلکر آئے اسی طرح جلسہ میں شامل ہونے والے قادیان کے مقامی دوست بھی تھے اور یہ سب تعداد کم از کم ۴۶ ہزار بنتی ہے۔ پچھلے سال جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۳۳۴۳۵ تھی گویا پچھلے سال کے مقابل اس سال تیرہ ہزار افراد زیادہ شامل ہوئے۔ پھر مبائعین کی جماعت میں لوگوں کا کثرت سے شامل ہونا بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اُنکے حق میں پوری ہو رہی ہے۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں ۲۴۶۷ احباب نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی بیعت کی علاوہ ازیں جلسہ کے موقعہ پر ۳۹۱ اصحاب جماعت میں داخل ہوئے۔

جہاں مبائعین کی ترقی اُن کے حق پر ہونے اور حضرت مسیح موعودؑ کے خالص دلی محب ہونے پر دال ہے، وہاں غیر مبایعین کی کمی تعداد اور ان کا تنزّل ان کے معاندوں اور حاسدوں کے گروہ ہونے پر دال ہے، ۱۹۱۴ء میں انہوں نے اپنی تعداد پونے پانچ لاکھ بتائی اور اب یہ اپنی تعداد پانچہزار بتاتے ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً انکی تعداد اس سے بھی کم ہے۔ انکے جلسہ سالانہ کی حاضری چار اور پانصد کے درمیان تھی۔ باوجود اسکے کہ ان کا مرکز دارالخلافہ ہے اور وہاں کے لوگوں کی جلسہ سالانہ میں ایک بہت بڑی تعداد کو شامل کیا جاسکتا ہے چنانچہ اس کے لئے امیر غیر مبایعین نے کوشش بھی کی لیکن سب بےسود۔ بڑی تگ و دو اور اخبارات میں پروپیگنڈا کے باوجود لاہور جیسے شہر میں سے صرف دو صد کے قریب لوگ شامل ہوئے پس غیر مبایعین کی یہ حالت زار اور یہ تنزل اُنکی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے کہ وہ صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔ کاش وہ اپنی آنکھیں کھولیں اور تعصب کو بالائے طاق رکھکر حقیقت کو دیکھ سکیں

مناظرہ کے متعلق کھلی چٹھی
بنام
مولوی عمر الدین صاحب شملوی غیر مبائع

(مکرم و معظم جناب قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ قادیان)

مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے "پیغام صلح" مجریہ ۷ ؍ اگست ۱۹۴۶ء میں پانچصد روپیہ کا ایک انعامی چیلنج "مجدد صاحب کا حوالہ" کے عنوان سے دیا تھا جسے میں نے فی الفور قبول کر لیا اور "فرقان" ماہ اگست میں اپنا اعلان چیلنج قبول کرنے کے متعلق شائع کرا دیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰ پر اپنی نبوت کا یوں ذکر کیا ہے کہ:-

"نبی سے مراد صرف اسقدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں"۔

پھر اس مکالمہ و مخاطبہ کی نوعیت کو ظاہر کرنے کے لئے آگے لکھتے ہیں:-

"بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰)

مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے نزدیک یہ تحریر مکتوبات مجدد صاحب سرہندیؒ کی جلد دوم کے مکتوب ۵۲ کی بنا پر لکھی گئی ہے جس میں انبیاء کے کامل متبعین میں سے کثرتِ مکالمہ و مخاطبہ پانیوالے کو محدث کہا گیا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی طرف سے اس تحریر میں محدث کی بجائے نبی کا لفظ لکھدیا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب کی غرض یہ ہے کہ وہ یہ نتیجہ پیش کریں کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں اپنا مقام محدثیت ہی قرار دیا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب نے ہم سے "پیغام صلح" کے ذریعہ ماہ اگست میں مطالبہ کیا کہ اگر یہ حوالہ اسجگہ مراد نہیں بلکہ کوئی دوسرا حوالہ مراد ہے جس کی بنا پر یہ عبارت لکھی گئی ہے تو مکتوبات سے ایسا حوالہ پیش کرنے پر وہ پانچسو روپیہ انعام دینے کے لئے تیار ہیں۔ چونکہ میرا ذکر مولوی عمر الدین صاحب نے

اس مضمون میں خصوصیت سے اسطرح کیا تھا کہ مَیں نے پہلے کبھی اُن سے یہ حوالہ پیش کرنیکا وعدہ کیا تھا۔ مگر مَیں اُسے پورا نہ کرسکا اس لئے مَیں نے "فرقان" ماہ اگست میں اس چیلنج کو قبول کرلیا اور لکھا کہ مَیں پہلے دو دفعہ یہ حوالہ "الفضل" میں شائع کراچکا ہُوا ہوں مگر اس کی تردید میں مولوی عمر الدین صاحب کی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گذری۔ میرے اعلان کے چار ماہ بعد آج ۱۵ کو مولوی عمر الدین صاحب کا ایک مضمون میرے اس اعلان کے جواب میں مولوی عبدالمنّان صاحب عمر ایڈیٹر "فرقان" کی معرفت مجھے موصول ہُوا ہے، اس مضمون میں مولوی عمر الدین صاحب نے اپنی خوش کلامی کا ثبوت دیتے ہوئے میرے "الفضل" میں مجدّد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے اس حوالہ کو شائع کردینے کو میری کج دلی قرار دیا ہے۔ اسکے جواب میں مَیں انہیں صرف یہ دعا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور صراطِ مستقیم عطا فرمائے۔

مولوی عمر الدین صاحب نے اپنے اس مضمون میں لکھا ہے کہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹ پر حضرت مرزا صاحب نے مجدّد صاحب سرہندیؒ کے حوالہ میں اپنے الفاظ میں محدّث کی بجائے نبی کا لفظ لکھا ہے۔ مگر افسوس کہ مولوی عمر الدین صاحب نے اس بات کو کبھی نہیں سوچا کہ یہ کہہ کر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مکتوباتِ مجدد صاحب سرہندیؒ کے حوالہ میں تحریف کرنیکا الزام لگا رہے ہیں۔ غیر مبائعین کی اسی بات کو دیکھکر ہی غالبًا غیر احمدی مخالف علماء کو یہ جرأت ہوئی ہے کہ وہ (خاک بدہن شاں) اس حوالہ کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تحریف کرنے اور جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہیں۔ مولوی عمر الدین صاحب پر واضح ہو کہ میرا مسلک حقیقۃ الوحی کے ص ۳۹۰ کے اس حوالہ کے متعلق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کی تحریر مندرجہ مکتوبات جلد دوم مکتوب ۵۲ کے لفظ محدث کو نبی سے تبدیل نہیں کیا بلکہ اس حوالہ کیلئے آپؑ کے مدّنظر حضرت مجدّدؒ الف ثانی کی اور تحریر مندرجہ مکتوبات بھی ہے، جس میں ایسے مکالمہ ومخاطبہ کو جو امور غیبیہ پر مشتمل ہو مجدّد صاحبؒ سرہندی نے انبیاء سے مخصوص قرار دیا ہے۔ اب مولوی عمر الدین صاحب دیکھ لیں کہ میرے مسلک کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دامن تحریف سے پاک ثابت ہوتا ہے، یا ان کے اس مسلک کے لحاظ سے جس کی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مخالفین تحریف کرنیکا الزام لگاتے ہیں۔

مولوی عمر الدین صاحب نے اپنے اس مضمون میں شرائط مناظرہ بھی پیش کی ہیں اور انکے آخر میں لکھا ہے کہ "اگر فیصلہ ہُوا کہ مکتوبات میں ایسے مکالمہ ومخاطبہ پانیوالے امتی کو محدث ہی لکھا ہے تو قاضی صاحب کو تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت مسیح موعود نے حقیقۃ الوحی میں نبی کا لفظ محدث کے مترادف استعمال کیا ہے"

مولوی عمر الدین صاحب کا یہ مطالبہ سراسر نامعقول ہے کیونکہ اگر بالفرض اس حوالہ کے متعلق وہی بات ثابت ہوجائے جو وہ کہتے ہیں تو اس سے یہ کیسے لازم آیا ہے کہ حقیقۃ الوحی میں ہر جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

نبی کا لفظ بمعنی محدث استعمال کیا ہے ۔ اور یہ کہ آپ نبی نہیں بلکہ محض محدث ہیں ۔

موضوع بحث

علاوہ ازیں شرائط مناظرہ کے متعلق اظہار خیالات کرنے سے پہلے مجھے مضمون مناظرہ کے عنوان کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے میرے نزدیک وہ عنوان جو مولوی عمرالدین صاحب نے پیش کیا ہے قابل اصلاح ہے۔ مولوی عمرالدین صاحب "موضوع مباحثہ اور اسکی شرائط" کے ذیل میں لکھتے ہیں :۔ " قاضی محمد نذیر لائلپوری مدعی ہیں کہ مجدد صاحب سرہندی نے لکھا ہے کہ اگر امتی کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ بکثرت ہو تو وہ نبی کہلاتا ہے۔" مولوی عمرالدین صاحب میری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ میرا مضمون پڑھ کر دیکھ لیں میں نے تو اس میں صاف لکھا ہے کہ " حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ پر از روئے قرآن مجید اظہار علی الغیب کو نبوت کی شرط سمجھتے ہیں۔ اسی امر کا قائل آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ میں مجدد صاحب سرہندی رح کو قرار دیا ہے سو یہ امر میں مجدد صاحب سرہندی کے کلام سے دکھانے کو تیار ہوں مولوی عمرالدین صاحب شملوی پانصد روپیہ کی انعامی رقم کسی امین کے پاس جمع کرا دیں اور فیصلہ کیلئے ثالث اور دیگر امور کا تصفیہ کریں۔" (فرقان ماہ اگست ۱۷)

پس جب میری طرف سے دعویٰ کے یہ واضح اور معین الفاظ پیش کر دئے گئے تھے تو پھر میں مولوی عمرالدین صاحب شملوی کے پیش کردہ الفاظ میں مدعی کیسے قرار دیا جا سکتا ہوں ۔ ہاں مولوی عمرالدین صاحب اگر یہ کہیں کہ ان کا چیلنج یہ تھا کہ انہیں مجدد صاحب سرہندی رح کے مکتوبات سے جس میں امتی کو کثرت مکالمہ مخاطبہ کی وجہ سے نبی کہا گیا ہو وہ حوالہ دکھایا جائے تو مجھے یہ بات دکھانے کا بحیثیت مدعی پابند ہونا چاہیئے ۔

سو اسکے متعلق واضح ہو کہ میں جانتا تھا کہ مولوی عمرالدین صاحب آخر یہی اصرار کرینگے ۔ مگر میں تو چیلنج قبول کر کے مجدد صاحب سرہندی کے اس حوالہ کے متعلق اُن کی تعلّی کا راز طشت از بام کرنا چاہتا تھا اور مجھے معلوم ہے کہ میرے پیش کردہ دعویٰ پر انہیں بحث کی جرأت نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ اس سے ان کا سارا تانا بانا ٹوٹ جاتا ہے ، میں نے ان کا چیلنج اس لئے قبول کیا تھا کہ جب وہ بحث کی طرف متوجہ ہونگے تو پھر مجھے خدا کے فضل سے ان کی تعلّی کی حقیقت بتانیکا موقعہ مل جائیگا ۔ مولوی عمرالدین صاحب پر واضح ہو کہ میرے نزدیک مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں جو عبارت لکھی ہے ، اس میں دو باتیں درج فرمائی ہیں ۔ **اوّل** یہ کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک امت محمدیہ کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں ۔ **دوم** یہ کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک جس شخص سے خدا ایسا مکالمہ و مخاطبہ کرے جو اظہار علی الغیب پر مشتمل ہو وہ نبی کہلاتا ہے ۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے نزدیک مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ امت محمدیہ میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت ملنے کے قائل ہیں ، لیکن وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جس شخص کو اظہار علی الغیب کی نعمت سے مشرف کیا جائے وہ نبی کہلاتا ہے ۔ میں یہ دونو باتیں مولوی عمرالدین صاحب کو مکتوبات مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے دکھانے کو تیار ہوں ۔ ہاں مجھے اس بحث سے کوئی سروکار نہیں کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ امتی کیلئے نبی بننے کے قائل ہیں یا نہیں ۔

اگر مولوی عمرالدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر کے میرے بیان کردہ معنوں میں کوئی کلام ہو تو پھر پہلے وہ ثالثوں کے ذریعہ اس بات کا تصفیہ کرالیں کہ اس حوالہ کے سیاق و سباق کے رو سے کیا معنے ہونے چاہئیں۔ آیا وہ معنی جو میں نے کئے ہیں وہ سیاق و سباق کلام کے مطابق اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کے مناسب ہیں یا وہ معنے سیاق و سباق کلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کے مناسب ہیں جو مولوی عمرالدین صاحب پیش کر رہے ہیں۔ اگر مولوی عمرالدین صاحب نے ثالثوں سے اپنے معنے منوا لئے تو پھر ان کا چیلنج قبول کرنے کے متعلق جو اعلان میں نے کیا ہوا ہے یا تو میں اُسے واپس لے لونگا یا پھر اُن کے پیشکردہ معنوں کے متعلق حوالہ پیش کر دونگا۔ لیکن اگر میرے معنے ہی درست ثابت ہوئے تو اس صورت میں مولوی عمرالدین صاحب کو اپنے چیلنج کے غلط ہونیکا اقرار کرنا چاہیئے اور میرا مسلک اختیار کرنا چاہیئے۔ ہاں اس وقت یعنی ثالثوں کے میرے حق میں فیصلہ دینے کے بعد اگر وہ میرے پیشکردہ دعوٰی پر انعام رکھ کر بحث کرنا چاہیں تو بصد شوق کریں۔ اس صورت میں میں مولوی عمرالدین صاحب کے سامنے آئندہ بحث میں اس بات کا مدعی ہونگا کہ مجدد صاحب سرہندیؒ کے مکتوبات سے یہ دکھاؤں کہ اُنکے نزدیک اظہار علی الغیب کا ملنا نبیوں سے مخصوص ہے وبس۔ ہاں اگر مولوی عمرالدین صاحب چاہیں تو یہ بھی دکھا دونگا کہ مجدد صاحب سرہندیؒ کے نزدیک بعض افراد امت محمدیہ بھی مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہو سکتے ہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ امر تو مولوی عمرالدین صاحب کو دیکھنے کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ اس امر کا مکتوبات میں موجود ہونا تو انہیں خود مسلّم ہے۔

پس اگر مولوی عمرالدین صاحب کو میرے بیان کردہ معنوں میں کوئی کلام ہے تو مجھے مطلع فرما دیں تا ثالثوں سے عنوانات بحث کا تصفیہ کرا لیا جائے۔ عنوانات بحث کے متعلق فیصلہ کرنے کیلئے مجھے آپکے وہ ثالث منظور ہیں جو آپ مولوی ابوالعطاء صاحب سے مناظرہ میں منظور کر چکے ہوئے ہیں۔ یہ ثالث میں نے اس لئے منظور کر لئے ہیں کہ عنوان کی تعیین کیلئے بحث میں ثالثوں کے تقرر کا مرحلہ ہی کہیں اس بحث کو تاخیر میں نہ ڈالدے۔ پس مولوی عمرالدین صاحب شملوی کو یہ ثالث منظور کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

لہذا اب اگر انہیں میرے معنوں میں کوئی کلام ہو تو مجھے مطلع کریں تا بحیثیت مدعی میں اپنا پرچہ آپ کو بھیجدوں۔ میرے خیال میں اس بارہ میں تین پرچے کافی ہونگے۔ آپ میرے پہلے پرچہ پر جرح کریں اور میں اس کا جواب لکھدونگا۔ اور ثالثوں سے موضوع بحث کے متعلق فیصلہ لے لیا جائیگا ہاں اگر مولوی عمرالدین صاحب میرا پیش کردہ موضوع تسلیم کریں تو تب بھی مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ باقی شرائط مناظرہ کے لئے بھی ان سے تصفیہ کر لیا جائے۔ مسلّم بین الفریقین موضوع کی تعیین سے پہلے شرائط کے متعلق خط و کتابت محض تضیع اوقات کا موجب ہوگی۔ اب اگر مولوی عمرالدین صاحب نے نہ میرے موضوع بحث کو تسلیم کیا اور نہ اس کے متعلق ثالثوں سے فیصلہ کرانے کیلئے تیار ہوئے تو تب بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تعلّی اور تحدّی کی حقیقت کھل جائیگی۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

پسرِ نوحؑ

(مکرم خانصاحب قاضی محمد رشید صاحب سی جی۔ اد سکندر آباد)

وجہ تحریر پسر نوح کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے میں یہ وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ چونکہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو جماعت احمدیہ کے ہر دو فریق کے عقائد کے ساتھ براہ راست تعلق رکھتا ہو۔ اسلئے ہم نے آج تک اس مضمون پر کبھی قلم نہیں اٹھایا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم آج بھی اس بحث میں نہ پڑتے اگر فریق مخالف ہمیں اس بات پر مجبور نہ کر دیتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جناب مولوی محمد علی صاحب کے "بڑے بھائی جان" مولوی عزیز بخش صاحب نے اپنے دل آزار مضمون مندرجہ "پیغام صلح" مورخہ ۲۱ رجولائی ۱۹۴۶ء میں سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود کو جھوٹا، گستاخ وغیرہ کہتے ہوئے "پسر نوح" قرار دیکر نور کو ظلمت ٹھیرایا ہے۔ جہاں تک تو گالی، بدکلامی اور بداخلاقی کا تعلق ہے ہم اسے حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ البتہ میرے لئے پسر نوح کے متعلق سیر کن بحث کرنا ضروری ہے کیونکہ آئے دن غیر مبایعین حضرت محمود ایدہ اللہ کی عداوت میں اپنا توازن دماغی کھو کر حضور کو پسر نوح محض اسلئے کہتے ہیں کہ حضور نوح وقت کے فرزند اکبر ہیں اور عوام کو یہ کہکر دھوکہ دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مثیل نوحؑ تھے اس لئے ان کی نوحؑ سے مماثلت کا تقاضا تھا کہ آپ کو پسر نوح سا فرزند بھی ملتا۔ اس قسم کی فرسودہ اور رکیک بات کہہ کر وہ پھولے نہیں سماتے کہ ہم نے بڑی پتے کی بات کہی ہے جس سے دنیا بے خبر تھی۔ غیر مبایعین کی اس خام خیالی کا ازالہ کرنے کیلئے اور عوام کو ان لوگوں کی مغالطہ دہی سے بچانے کیلئے مَیں بِمِنَّةٍ مِنْهُ وَطَوْلِہٖ اس شمارہ میں آیاتِ قرآنی و الہاماتِ ربّانی کی روشنی میں پردۂ حقائق پر پسر نوح کی مکمل تصویر دکھاتا ہوں تا ناظرین اس تصویر کو دیکھکر صاحب تصویر کو آسانی کے ساتھ خود ہی شناخت کریں اور پھر اس بدقسمت شخص سے کنارہ کشی کر کے قیامت کے دن یا لیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلاً کہنے کی شرمندگی اور تاسف سے بچ جائیں۔ احباب یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کریں کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو "پسر نوح" کہکر

حملہ کی ابتداء مولوی عزیز بخش صاحب نے کی ہے اور مجھے جواب میں قلم اٹھانا پڑا ہے۔ اس لئے گو میرا اظہار حقیقت الحق مر" کے مطابق کسی غیر مبائع دوست پر گراں گذرے تو اُسے چاہیئے کہ وہ مولوی عزیز بخش صاحب کی طرف ہی التفات کرے جو اس مضمون کی تحریر کے اصل موجب بنے ہیں اور جیسا کہ عربی میں کہتے ہیں قَالَ الْجِدَارُ لِلْوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِي قَالَ سَلْ مَنْ يَدُقُّنِي ہر دانشمند کے لئے لازم و مناسب ہوگا کہ وہ اَلْبَادِیُّ اَظْلَمُ کی صحت پر یقین رکھتے ہوئے مولوی عزیز بخش صاحب سے کہے :- ع "اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست"

مولوی عزیز بخش صاحب کی غلط فہمی و غلط بیانی

مولوی عزیز بخش صاحب کا اسوجہ سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کو پسر نوح کہنا کہ حضور نوح دوراں کے فرزند ہیں نہایت نامناسب اور ظنِ باطل ہے و اکثر الظنون میون۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف اور صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی کے بروز تو نہ تھے بلکہ آپ بمطابق الہام "جری اللہ فی حلل الانبیاء" (تذکرہ صلا۵۷۸) تمام انبیاء علیہم السلام کے بروز تھے۔ آپ

ابراھیم تھے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا "یَا اِبْرَاهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ عَبْدٌ (عَمَلٌ) غیر صالح"۔ ترجمہ۔ اے ابراہیم! اس سے کنارہ کر کہ یہ صالح آدمی نہیں (تذکرہ صلا۸۵-۸۶) اس الہام کے مطابق حضور کا ابراہیم ہونا اس امر کا متقاضی تھا کہ آپ کا فرزند اکبر اسمٰعیلؑ کا مثیل ہوتا۔ علی الخصوص جبکہ خدا تعالےٰ نے ابراہیم وقت کو اسمٰعیل کی بشارت پہلے سے اِن الفاظ میں دے رکھی تھی "یخرج همّهٗ وغمّهٗ دوحة اسماعیل فاخفها حتّی یخرج۔ (ترجمہ) اس کا ہمّ اور غم باہر نکال دیگا اسمٰعیل کے درخت کو۔ پس اس کو پوشیدہ رکھ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جاوے (تذکرہ ص۵۳۹) آپ

یعقوب تھے۔ اور حضور کو ایک یوسف کی بشارت دیتے ہوئے خدا نے فرمایا :- " و قالوا تاللّٰہ تفتؤ تذکر یوسف حتّی تکون حرضًا او تکون من الھالکین۔ شاہت الوجوہ (ان کے مونہہ کالے ہوگئے) فتولّ عنھم حتّی حین"۔ (ترجمہ و تشریح از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) "جو کچھ تھے وہ مصلح موعود کے ملنے سے ناامید ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ تو اسی طرح یوسف کی باتیں ہی کرتا رہیگا یہاں تک کہ قریب المرگ ہو جائیگا یا مر جائیگا۔ سو خدا نے مجھے فرما دیا کہ ایسوں سے اپنا مونہہ پھیر لے جب تک

کہ وہ وقت پہنچ جائے۔" (تذکرہ صـ۱۶۵-۱۶۶) آپ

داؤد تھے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا:۔ یَا دَاوٗدُ عَامِلْ بِالنَّاسِ رِفْقًا وَّ اِحْسَانًا (تذکرہ صـ۱۱۸)

آپ کا داؤد ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ حضور کا بیٹا سلیمانؑ سا صاحب شکوہ ہو۔ علی الخصوص جب کہ حضرت مسیح موعودؑ کو پسر موعود کی خبر بھی دی گئی تھی کہ "وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔" (تذکرہ صـ۱۴۱) آپ

موسٰی تھے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔ "اَنْتَ فِیْهِمْ بِمَنْزِلَةِ مُوْسٰی وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ"۔ (تذکرہ صـ۸۳) اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں فرماتے ہیں:۔ "حضرت موسیٰؑ بردباری اور حلم میں بنی اسرائیل کے تمام نبیوں سے سبقت لے گئے تھے ...... جیسا کہ گنتی باب دوازدہم آیت سوم توریت میں لکھا ہے کہ 'موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا'۔" اب موسیٰ ہونے کے لحاظ سے ضروری تھا کہ آپ کو وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِ عطا ہوتا سو یہ "وزیرًا من اهل" حضور کو سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود کی صورت میں بخشا گیا جو موسیٰ کے حلم کا وارث ہوا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔" (تذکرہ صـ۱۴۱) آپ

مسیح تھے اور آپ کو ایک مسیحی صفت فرزند کا وعدہ دیا گیا تھا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دیگا۔ فرزند دلبند و گرامی ارجمند مظهر الحق والعلاء کان اللّٰہ نزل من السماء۔ (ازالہ اوہام صـ۱۵۶)

یہ چند حوالے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند اکبر یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مثیلِ اسمٰعیل مثیلِ یوسفؑ۔ مثیلِ سلیمانؑ۔ مثیلِ موسیٰؑ اور مثیلِ مسیحؑ یا بالفاظ دیگر "پسر موعود" ہیں۔ اور پسر موعود کو "پسر نوحؑ" قرار دینا ایک تو خدا تعالیٰ کے کلمات اور پیشگوئیوں کی توہین ہے دوسرے لغوی اعتبار سے "وضع الشیٔ فی غیر موضعہ" ظلم ہے۔ ہاں اس جگہ مولوی عزیز بخش صاحب ہم سے ایک معقول مطالبہ ضرور کر سکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ جب تم کہتے ہو کہ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابراہیم ہونے کے لحاظ سے اسمٰعیل سا فرزند ملا۔ یعقوب ہونے کے لحاظ سے یوسف سا مہ پارہ ملا۔ داؤد ہونیکی مناسبت سے سلیمان سا صاحب شکوہ فرزند عطا ہوا۔ موسیٰ ہونے کے اعتبار سے ایک حلیم وزیر من اہل یعنی ہارون سا خلیفہ برحق بخشا گیا۔ اور مسیح ہونے کے لحاظ سے مسیحی نفس فرزند دیا گیا۔ تو کیا وجہ ہے کہ نوحؑ کا نام پانے کے باوجود حضور کو "پسر نوح" کی سی خو بو رکھنے والا رو گردان و نافرمان بچہ نہ ملا؟ نیز وہ جائز طور پر ہم سے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پسر نوح ایسا بیٹا نہ ملے تو آپ کی حضرت نوح علیہ السلام سے مماثلت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس لئے یا تو حضورؑ کی حضرت نوحؑ سے مماثلت کا انکار کرو اور یا پھر بتاؤ کہ "پسر نوحؑ" کا مثیل کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ اُس کی پوری پوری نشاندہی کرو۔ سو اُن کے اس ہو سکنے والے معقول سوال کا جواب یہ ہے کہ پسر نوح کی طرح کا بدقسمت بیٹا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ملا ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے نوحؑ کا نافرمان بچہ آپ کی جسمانی اولاد میں سے تھا۔ اور نوحؑ زماں کا غیر صالح بیٹا حضور کی روحانی اولاد میں سے رونما ہوا۔ وَلَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ۔

اب پیشتر اس کے کہ میں پسر نوح کی تصویر دکھانے کا اقدام کروں پہلے یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اُن مصالح کا ذکر بھی کر دوں جن کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسر نوح کا سا غیر صالح بچہ بجائے جسمانی اولاد میں سے دینے کے روحانی اولاد میں سے دیا۔ سو وہ مصلحتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی اولاد میں سے پسر نوح کے نہ ہونے کی حکمتیں

فِعْلُ الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ ایک مسلمہ بات ہے۔ اس کے ماتحت میں اللہ تعالیٰ کی ان حکمتوں اور مصلحتوں کو حسب اپنے حقیر علم کے سپرد قلم کرتا ہوں جن کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جسمانی اولاد میں سے کوئی بُرا بچہ نہ دیا گیا۔

اوّل - چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء کے بروز تھے (زندہ شد ہر نبی بآمدنم) اور اس خیل پاک میں سے بہت بھاری اکثریت کو ایسی صالح اولاد عطا ہوئی تھی جو ان انبیاء کے بعد ان کی بہترین خلیفہ بنی۔ لہٰذا مناسب یہی تھا کہ ان کثیر التعداد انبیاء سے مماثلت کی بنا پر حضور علیہ السلام کو نیک اولاد ہی ملتی اور محض اس وجہ سے کہ حضور علیہ السلام

حضرت نوحؑ کے مثیل تھے جن کا بیٹا غیر صالح تھا بُرا فرزند نہ ملتا کیونکہ ایک نبی سے مشابہت کی وجہ سے جملہ انبیاء سے مماثلت میں ہرج واقعہ کرنا مناسب نہ تھا۔ علی الخصوص جبکہ اس آخری نبی سے مماثلت کو روحانی اولاد میں سے ثابت کیا جا سکتا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وسعت رحمتی کلّ شیئٍ کا تقاضا بھی یہی تھا۔

دوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب اولاد بشاراتِ الٰہیہ سے پیدا ہوئی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

"میری اولاد سب تیری عطا ہے ؛ ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے"

اور حضور اپنی کتاب "آئینۂ کمالاتِ اسلام" کے صفحہ ۵۷۹ کے حاشیہ پر رقم فرماتے ہیں :-

"ان اللّٰہ لا یبشّر الانبیاء والاولیاء بذرّیۃ الّا اذا قدّر تولید الصالحین"۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اپنے پیاروں کو اسی صورت میں اولاد کی بشارت دیتا ہے جبکہ اس نے صالحین پیدا کرنا مقدر کر لیا ہو۔ سو چونکہ مبشّر اولاد کا صالح ہونا بموجب کلام حضرت حکم و عدل ضروری تھا۔ اس لئے غیر صالح فرزند کے لئے ضروری تھا کہ وہ حضور کی جسمانی اولاد میں سے نہ ہو۔

سوم۔ ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک یہ الہام ہے :- لا یُھدّ بناءُ ک وتوتی من ربٍّ کریم (تذکرہ ص۶۸۰) ترجمہ:- تیری بنا توڑی نہ جائیگی اور تو ربّ کریم سے دیا جائیگا۔ اور دوسری طرف حضور علیہ السلام کی یہ تحریر ہے ؎

"یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے ؛ یہی ہیں پنج تن جن پر بِنا ہے"

سو چونکہ بموجب الہامِ الٰہی حضور علیہ السلام کی بنا کا ٹوٹنا ممتنع اور محال امر ہے اور حضور کی ساری اولاد مسلّمہ بناء ہے۔ لہٰذا حضور کے گھر میں کسی غیر صالح بچے کی تولید بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونیکے جو شرائط سب کے لئے ضروری ہیں اُن سے حضور کی جسمانی اولاد یعنی مبشر پنجتن مستثنیٰ ہیں اور حسب تحریر الوصیۃ اس پر اعتراض کرنے والا منافق ہے۔

چہارم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ "یتزوّج ویولد لہ" یعنی اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دو عظیم الشان نعمتیں کریگا۔ ایک تو عظیم الشان بیوی عطا کریگا (اشکر نعمتی رأیت خدیجتی تذکرہ ص۳۵)

اور دوسرے عظیم المرتبت بیٹا بخشیگا (فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء۔ تذکرہ ص۱۴۱) سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم الشان پیشگوئی کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پسر نوح جیسے غیر صالح فرزند کی ولادت کا خیال بھی اپنے دل میں لانے والا دائرہ اسلام کے اندر کس طرح رہ سکتا ہے۔

پنجم - اولیائے امت جو صوفیاء کی اصطلاح میں امت کیلئے **اوتاد** یعنی میخیں ہیں اُنکی پیشگوئیاں ہیں کہ **احمد** مسیح کو ایک بیٹا ملیگا جس کا نام محمود ہوگا۔ اور وہ اپنے قابل باپ کا قابل جانشین ہوگا۔ چنانچہ امام یحیٰی بن عقب کہتے ہیں "ومحمود سیظہر بعد ھذا ویملک الشام بلا قتال۔" اور نعمت اللہ شاہ ولی فرماتے ہیں ؎

"دور او چوں شود بکار تمام ؍ پسرش یادگار مے بینم"

یہ پیشگوئیاں دراصل مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی ہی تفاصیل ہیں جو خدا تعالےٰ نے ان اولیاء امت کو خود بتائیں۔ ان پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے نیز ان کو اپنی آنکھوں سے پورا بھی ہوتے دیکھکر کس غبی شخص کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے کہ مسیح پاک کے گھر نوحؑ کے بیٹے سا فرزند پیدا ہو۔

ششم - اللہ تعالےٰ نے محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے والے **احمد** نبی کو جملہ انبیاء کا بروز بنایا اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور حضور کے یُمن سے تمام انبیاء پر اُن کی بروزی بعثت میں اُنکی پہلی بعثت سے کہیں زیادہ فضل نازل فرمایا۔ مثلاً پہلے آدمؑ کو شیطان نے دھوکا دیا تھا لیکن آخری دور کے آدم کے وقت میں شیطان کا کچلا جانا اور زنجیروں میں جکڑا جانا مقدر فرما دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے مخالفوں اور دشمنوں نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا مگر اس صدی کے ابراہیم نے اعداء اللہ کو متنبّہ کرتے ہوئے کہا" ؎ آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے۔" سو جسطرح ابراہیمؑ نے فرمایا اور جسطرح حزقیل نبی نے کہا تھا۔" اور میں ماجوج پر اور اُن پر جو بحری ممالک میں امن سے سکونت کرتے ہیں آگ بھیجونگا اور وہ جانیں گے کہ مَیں خداوند ہوں۔" (حزقیل ۳۹؍۶) اسی طرح ہوُا اور سنہ ۱۹۳۹ء سے لیکر سنہ ۱۹۴۵ء تک آسمان سے جسقدر آگ برسائی گئی اُس کا کون انکار کر سکتا ہے۔

ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم اور دوسرے یورپین ملکوں میں مہلک و مہیب آواز والے آتشگیر بم برسائے گئے لیکن جسطرح پہلے ابراہیم آگ سے سلامت رہے تھے اِسی طرح

دورِ حاضرہ کے ابراہیم نے خدا سے خبر پاکر فرمایا۔ "آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے" (تذکرہ صفحہ ۴۱۶) پہلے مسیحؑ کو صلیب پر اسلیئے لٹکایا گیا تھا تاکہ اُس کی ہڈیاں اُس پر توڑی جائیں لیکن خدا تعالیٰ نے مسیح محمدی کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ صلیب کو توڑ کر رکھدے۔ پہلے یعقوبؑ کے فرزند کو حاسد بھائیوں نے کنوئیں میں گرایا تھا لیکن اِسوقت کے یعقوب کے فرزند کے دشمنوں کو خدا نے خود گڑھے میں اُتارا (ع۔ گڑھے میں تُونے سب دشمن اُتارے) پہلے یعقوب کے فرزند کو اسیر بنایا گیا تھا لیکن دورِ حاضرہ کے یعقوب کے فرزند کے متعلق خدا نے بذریعہ وحی اطلاع دی کہ "وہ اسیروں کو رستگاری بخشیگا" (تذکرہ صفحہ ۱۸۲) پس اسی سنّت اللہ کے ماتحت یہ ضروری تھا کہ اگر پہلے نوحؑ کے جسمانی بیٹے کو غرق کیا گیا تھا تو دورِ حاضرہ کے نوحؑ کے جسمانی فرزند کو کشتیٔ نوح کا ناخدا بنا دیا جاتا جس پر سوار ہوکر لوگ غرق ہونے سے بچ سکتے سو خدا نے اپنی سنّت کے بموجب ایسا کرکے دکھا دیا۔ یہاں ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے غرق ہو جانے پر دو جملے کہے تھے (۱) اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ (۲) وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ۔ اِن میں سے پہلا جملہ درد انگیز اور رقّت خیز تھا اور دوسرا جملہ باری تعالیٰ پر کامل یقین اور محکم ایمان والا اقرار تھا۔ نوح علیہ السلام کی پہلی بعثت میں اللہ تعالےٰ نے اُن کے پُر درد جملہ ان ابنی من اھلی کو سُنا لیکن اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَھْلِكَ کہہ کر انہیں چپ کرا دیا۔ اور اس طرح سے اپنی بے نیازی اور مشیّت کو نوحؑ سے منوا لیا۔ لیکن راستباز اور خدا تعالےٰ پر محکم یقین رکھنے والے نوحؑ نے جب بیٹے کے غرق ہو جانے کے بعد بھی انّ وعدك الحق سچے دل سے کہا تو خدائے شکور نے اسکو بھی سُنا اور اس کی قدر کی اور نوحؑ کی بروزی بعثت کے وقت اس کے درد بھرے فقرہ انّ ابنی من اھلی (جس کی پہلے تردید کردی تھی) کو قبول کرتے ہوئے نوحِ ثانی سے کہا:۔

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔" (تذکرہ صفحہ ۱۴۱) نوحؑ نے اپنے درد بھرے جملہ ان ابنی من اھلی میں صرف ایک دفعہ ابن کہا تھا اور ایک ہی دفعہ وہ لفظ اھل زبان پر لائے تھے لیکن خدا نے بروز نوحؑ کو جو بشارت دی اُس میں تین دفعہ ابن کا نام لیا اور تین دفعہ ہی اھل کا۔ جیسے کہ کہا:۔

ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے ملیگا ——— وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے (ہوگا)۔

ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا ——— تیری ہی ذریت (سے ہوگا)
وہ لڑکا تیرے ہی ... الخ ——— تیری ہی نسل (سے ہوگا)

پس اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے اُن کی پہلی بعثت میں تو اپنی مشیت منوالی اور دوسری بعثت میں اپنے بندے کی سُن لی اور اُس کی کشتی کا ناخدا اُس کے فرزند کو بنا کر اُسے خوش کر دیا۔ کیونکہ نوحؑ کا خدا کے وعدے پر یقین اپنے بیٹے کی موت پر بھی چٹان کی طرح مستحکم تھا۔ سو خدا نے اس کا یہ اجر دیا کہ نوح ثانی کو اس کا جسمانی فرزند بطور جانشین عطا کیا۔ نوحؑ ثانی نے بھی اس فضل کو دیکھ کر حضرت نوحؑ نے پُر از یقین جملہ وانّ وعدک الحق کا جھوم جھوم کر اقرار کرتے ہوئے کہا "ع تو سچے وعدوں والا دشمن کہاں کدھر ہیں"

الغرض خدا تعالیٰ کی اس بیان کردہ سنّت اور اس کی وسعت رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ نوحؑ ثانی کو صالح فرزند بطور جانشین ملتا۔ نہ کہ نوحؑ اوّل کی طرح کا غیر صالح بیٹا ۔ مَیں افسوس کرتا ہوں کہ مَیں اس لطیف مضمون کو اس صفائی سے ادا نہیں کر سکا جسطرح سے کہ وہ میرے دل میں موجزن ہے۔ گو زیرک شخص تو اس مختصر بات کو ہی سمجھ لیگا کہ جب نوحؑ ثانی کو عجوزًا فی الغابرین کی جگہ خدا نے خدیجہ صفت بیوی عطا کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ پسر نوح کے عوض مسیحی صفت فرزند عطا نہ ہوتا۔

ہفتم ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارتیں تو خدا تعالیٰ نے ایک خاص الخاص فرزند کی دیں۔ اب ان بشارتوں کی موجودگی میں اگر پسر نوحؑ کا سا بیٹا مل جائے تو خدا کی ہستی اور اُسکی صداقت اور رسولوں کی رسالت پر کون ایمان لا سکتا ہے؟ اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است۔

اس تمہید کے بعد اب مَیں بفضلہ تعالیٰ "پسر نوحؑ" سے قارئین کا تعارف کراتا ہوں۔

"پسر نوحؑ" کی شناخت کا طریق

چونکہ ہمارے مسلّمات کی رو سے قرآن کریم ہی ہمارا مشعل راہ ہے اس لئے "پسر نوحؑ" کی شناخت کیلئے ہم کتاب اللہ کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ "پسر نوحؑ" کے متعلق سورۂ ہود پارہ ۱۲ رکوع ۴ میں جب ہم آیت ونادیٰ نوح ابنہٗ وکان فی معزلٍ یابنیّ ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین پڑھتے ہیں تو ہمارے ذہن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا فورًا آجاتا ہے جسکے الفاظ اس آیت کے بالکل ہم معنی اور ہم رنگ ہیں اور وہ رؤیا یہ ہے :- مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا "آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ"۔ (تذکرہ صفحہ ۴۷۸)

• اب الہام کے الفاظ "آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ" اور آیت کے الفاظ یا بنیّ ارکب معنا کی کسی قدر تشریح کی جاتی ہے تاکہ پڑھنے والوں پر یہ بات روشن ہو جائے کہ جس طرح عربی اور اردو کی عبارت بالکل ہم معنی ہے یہاں تک کہ اگر ایک جگہ ضمیر جمع کی ہے تو دوسری جگہ بھی جمع کی ضمیر ہی استعمال ہوئی ہے۔ اسی طرح نوح اوّل اور نوح ثانی کے منادیٰ بھی روحانی لحاظ سے کلّیتہً ہمرنگ ہیں۔ اب آپ ذیل کے تقابل پر غور فرمائیں:۔

قرآن کریم کے الفاظ	رؤیائے مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ
(۱) یا حرف ندا	(۱) آؤ (ندائیہ لفظ)
(۲) بُنَیَّ۔ منادیٰ (خطاب کنندہ منادیٰ کا نام جانتا ہے)	(۲) مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا۔ (منادیٰ کا نام ہی لے دیا)
(۳) اِرْکَبْ۔ کشتی پر بیٹھ جاؤ۔	(۳) بیٹھ جاؤ۔
(۴) مَعَ	(۴) ساتھ
(۵) نَا۔ (ضمیر جمع متکلّم)	(۵) ہمارے۔ (ضمیر جمع متکلّم)

عربی اور اردو فقروں میں الفاظ کی ترتیب مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے اگر قرآن کریم کے الفاظ کے مقابل پر رؤیا کے اردو الفاظ کی ترتیب بدل کر (۲)، و (۱)، و (۵)، و (۴)، و (۳) کر دی جائے تو عربی آیت کا ترجمہ خود رؤیا کے الفاظ ہی بن جاتے ہیں۔

اس غرض سے کہ کوئی یہاں یہ نہ کہ دے کہ یا بنیّ کے مقابل پر مولوی محمد علی صاحب کا نام لانے میں ہوشیاری دکھلائی گئی ہے یا تعصّب سے کام لیا گیا ہے مَیں پسر نوحؑ کے متعلق جملہ آیات کو نقل کر کے ان میں سے ایسے کوائف انشاء اللہ پیش کرتا ہوں کہ پسر نوحؑ کا وجود کسی کے چھپائے سے نہ چھپ سکے۔ وباللہ التوفیق۔ چنانچہ وہ جملہ آیات یہ ہیں:۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ۔ قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ۔ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ۔ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ۔ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ +

احباب کی سہولیت کی خاطر اوپر کی آیات کو چند موزوں حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور بعد ازاں ہر ٹکڑے کی تشریح اس طرح پر کی جائیگی کہ پہلے قرآنی عبارت نقل کی جائیگی - دوم نمبر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الہامات درج کئے جائیں گے جو قرآنی عبارت کے ساتھ اشتراک فی الالفاظ یا اشتراک فی المعانی رکھتے ہوں. تیسرے نمبر پر اُن الہامات کی وہ تفسیر ترجمہ یا تشریح لکھدی جائیگی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود فرمائی ہو اور چوتھے نمبر پر قرآن کریم کی عبارت نیز الہامات وتشریحاتِ مسیح موعود علیہ السلام میں سے مستنبط میرا استدلال ہوگا - میری دانست میں یہ طریق نہایت معروف - مناسب ومعقول اور محتاط ہے خدا کرے کہ میں اس کی تائید سے احسن پیرایہ میں استدلال کرسکوں جسے قارئین وسامعین آسانی سے سمجھ سکیں - آمین

پہلا حصہ

عبارت قرآنی :- وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

الہام حضرت مسیح موعودؑ :- وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا - اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ - يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ -

تشریح از حضرت مسیح موعودؑ :- اُس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفانِ ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر - جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا اور جو انکار میں رہیگا اُس کے لئے موت درپیش ہے اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیگا اُس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا -

میرا استدلال :- نوحؑ اوّل اور نوحؑ ثانی نے اپنے اپنے وقت میں خدا تعالیٰ کے حکم پر کشتیاں بنائیں - آؤ آگے چلکر دیکھیں کہ کس شخص کو نوحؑ وقت اپنے ساتھ بیٹھنے کے لئے بلاتے ہیں لیکن وہ چلا جاتا ہے -

دوسرا حصہ

عبارت قرآنی :- وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُغْرَقُوْنَ.

حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ۱ :- وَلَا تخاطبنی فی الذین ظلموا انّهم مغرقون.
یا ابراهیم اعرض عن هٰذا اِنَّهٗ عَبْدٌ غیر صالح -

الہام ۲ :- ولا تکلّمنی فی الذین ظلموا انّهم مغرقون وَعْدًا علینا حقٌّ

پہلے الہام کا ترجمہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام :- اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر۔ وہ غرق کئے جائیں گے۔ اے ابراہیم اس سے کنارہ کر۔ یہ صالح آدمی نہیں۔ (تذکرہ ص۸۵-۸۶)

دوسرے الہام کا ترجمہ و تشریح از حضرت مسیح موعود علیہ السلام :- ان لوگوں کے بارے میں میرے ساتھ بات نہ کر جو ظالم ہیں یعنی دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں اور دنیا کے ہموم و غموم میں مگ کر دین کے پہلو سے لاپرواہ ہیں۔ میں ان کو ضرور غرق کرونگا اور وہ ناکامی میں مریں گے۔ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے جو نہیں ٹلیگا۔ میرے خیال میں یہ الہام ہماری جماعت کے بعض افراد کی نسبت ہے جو دنیا کے ہموم و غموم میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور دین کی فکر اور غم سے لاپرواہ ہیں۔ گویا خدا تعالےٰ مجھے ہدایت فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کیلئے دعا مت کر۔ ان کی شفاعت مت کر۔ کیونکہ جیسا کہ اُن کا دین مرگیا اُن کی دنیا بھی مرگی۔ ظاہر ہے کہ دُعا اور شفاعت دوستوں کیلئے ہوتی ہے نہ کہ دشمنوں کے لئے۔ پس اسی قرینہ سے مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ الہام خاص دوستوں کیلئے ہے اور ایک بڑے عذاب سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ عذاب دوسروں کے لئے بھی ہو مگر ایسے لوگوں کے لئے بھی ضروری ہے جو بظاہر اس جماعت میں داخل ہیں مگر اُن کی حالت دنیا پرستی کی ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ (تذکرہ ص۵۵۵)

اِس کے بعد ان ظاہری بیعت کرنیوالوں کے متعلق خدا سے خبر پاکر حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں:-

"مَیں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنیوالے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچّہ کی طرح ہر ابتلاء کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متأثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کُتّا مُردار کی طرف۔ پس مَیں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں۔ مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے (براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۸۷ بحوالہ تذکرہ ص۴۹۵-۹۶)

استدلال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بعض ایسے آدمیوں نے بھی بیعت کی ہوئی ہے جو حقیقی طور پر بیعت میں داخل نہیں مگر بظاہر اس جماعت میں داخل ہیں۔ سنو! وہ ظالم ہیں یعنی دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے ظالموں کے لئے دعا اور شفاعت کرنے سے روکا گیا ہے۔ اب آؤ ہم دیکھیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ سو یاد رہے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کے متعلق "بعض افراد" اور "بعض بد قسمت" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ظالم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں بمقابل مسیح موعودؑ کے دلی محبوں کے جن کے لئے کثرت مقدر ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا۔ اور ان میں کثرت بخشونگا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۱۴۴) پس "بعض افراد" کا اشارہ ظالموں کے گروہ کو منصۂ شہود پر لانے کے لئے کافی ہے والعاقل یکفیہ الاشارہ۔ اب جو ہم الہام "یا ابراھیم اعرض عن ھٰذا انّہٗ عبد غیر صالح" کی طرف رجوع کرتے ہیں تو قرائن قویہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ "عَبْدٌ غَیْرُ صَالِحٍ" جس سے کنارہ کرنے کا حکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا گیا یہ وہ شخص ہے جو ظالموں کے گروہ کا (جو تعداد میں کم ہیں اور حاسد اور معاند ہیں) رئیس ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس سے کنارہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے۔ کہ وہ "آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ" کی دعوت کو سُنکر کنارہ کر گیا اور کَانَ فِیْ مَعْزِلٍ کا مصداق بن گیا۔ سو یہی وہ عبد غیر صالح ہے جو پسر نوحؑ کا مثیل ہے۔ لفظ ظالم کی تشریح بھی اسی شخص مشارٌ الیہ پر صادق آتی ہے کیونکہ لغت میں ظُلم کے معنے ہیں "وضع الشیئ فی غیر موضعہ۔" اور اس شخص موصوف نے کئی رنگوں میں اس پر عمل کیا۔ مثال کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "ضروری ہوگا کہ صدر مقام اس انجمن کا قادیان رہے۔" مگر یہ صاحب آقا کی تحریر کے خلاف انجمن کو لاہور لے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تشریحات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس عبد غیر صالح میں بدگمانی کا مادہ نہایت درجہ موجود ہے۔

اور وہ شریر لوگوں کی بات سے جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ اب جو شخص رسالہ "المصلح الموعود" کی تمہید طبع ثانی کے صفحات ۱۳ و ۱۴ کو دیکھیگا وہ ذاتِ گرامی کا نام، ان کا کام دیکھکر خود ہی بتا دیگا۔ اس کے غیر صالح ہونیکا ثبوت یہ بھی ہے کہ اس میں نیک ظنّی کا مادہ نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "نیک ظن کرنا طریق صالحان قوم ہے"۔ اور بدگمان کو حضورؑ بد قسمت ٹھیراتے ہیں۔ جیسے حضورؑ نے فرمایا۔ "پاک دل پر بدگمانی یہ شقوت کا نشان ہے"۔ اور انہی شقی لوگوں کے متعلق حضورؑ نے لکھا ہے۔ "بعض بد قسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے متأثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتّا مُردار کی طرف"۔ اور انہی کے متعلق فرمایا ہے کہ "بعض چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور بعض بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔" اور یہ آخری نشان تو جملہ حقیقت کو بے نقاب ہی کر دیتا ہے کیونکہ مرئی اشیاء و کافر و دیندار ہر دو کو نظر آجاتی ہیں۔

تیسرا حصہ

قرآنی عبارت :- وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ

رؤیائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام :- مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا۔ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ (تذکرہ ۴۲۸)

استدلال :- اس آیت میں سے "یا بنی ارکب معنا" کی تشریح تو پہلے گذر چکی ہے لہٰذا اس کے تکرار کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس کے دو جملوں یعنی "وکان فی معزل" اور "ولا تکن مع الکافرین" کی تشریح نہایت ضروری ہے۔ جملہ وکان فی معزل بتاتا ہے کہ جس طرح نوح علیہ السلام نے "یا بنی ارکب معنا" اُسوقت کہا تھا جبکہ اُن کا بیٹا کنارہ کش ہو رہا تھا۔ اُسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی مثیلِ پسر نوحؑ کو دعوت (آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ) بھی عین اُسی وقت تھی جبکہ وہ پسر نوحؑ کا مثیل مرکزِ سلسلہ سے انقطاع کر کے کسی نشیب زمین پر ڈیرے جمانے کیلئے کنارہ کش ہو رہا تھا۔ . . . . اور ہرگز ہرگز یہ دعوت قیامت کے دن کیلئے نہیں ہے جیسا کہ غیر مبایعین اور ان کے امیر بتایا کرتے ہیں۔ میرے ذاتی خیال میں لفظِ معزل میں "پسر نوحؑ" کا نام بطور اختصار ہے۔ اور اس طرح اس جملہ کے معنے یہ بنتے ہیں کہ نوحؑ نے اس بیٹے کو آواز دی جسکا

مکمل عنوان" معزل" کے لفظ میں مستتر ہے۔ گویا "کان فی معزل" مساوی ہے کان عنوانه فی لفظ معزل۔ اور معزل چار حروف کا مرکب ہے۔ یعنی مُ - عَ - زُ اور لُ کا۔

م ۔ مخفف ہے "محمد" کا۔

ع ۔ مخفف ہے "علی" کا۔

ز ۔ سے مراد ہے زاد الله مرضًا (یعنی وہ کینہ ور شخص ہے)

ل ۔ سے مراد "لاہور" ہے۔ جہاں اُس کی سکونت فتنہ کے بعد ہوئی تھی۔

حاصل کلام یہ کہ لفظ معزل "پسر نوحؑ" کے ذاتی نام۔ اس کی مخصوص صفت (کینہ عداوت محمود) اور سکونت کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ایک ایک لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور بعض اوقات عام معانی سے الگ کوئی خاص وقتی مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس کے متعلق میں دو مثالیں پیش کرتا ہوں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۵ راپریل ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔ حٰمٓ۔ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ۔ اور اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔" وہ جو حٰم ہے اُس میں خدا کے نوشتہ کے کئی نشان ہیں جو ظاہر ہونے والے ہیں۔ حٰم مقطعات میں سے کسی کا نام ہے۔ یہی تفہیم ہے"۔ (تذکرہ صفحہ ۶۶۰)۔ یہی الہام ۱۴ راپریل ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ اور اس کے متعلق حضور نے یہ تحریر فرمایا۔" میاں منظور محمد صاحب کی بیوی (محمدی بیگم۔ ناقل) مرض سل سے بیمار ہے اس کی نسبت الہام ہوا۔ حٰم۔ تلك اٰيات الكتاب المبين (ترجمہ) لفظ حٰم میں بیمار کا نام بطور اختصار ہے۔ اور باقی الفاظ کے یہ معنے ہیں کہ اس میں کئی نشان ہیں جو خدا کی کتاب میں مقرر ہیں۔" (تذکرہ صفحہ ۶۹۴) ان ہر دو الہامات میں حٰم میں کسی کے نام کی طرف اشارہ ہونا ایک وقتی بات ہے اور یہ وقتی معنے عام معنے کے ساتھ نہ تو ٹکراتے ہیں اور نہ ان میں تعقل پیدا کرتے ہیں بلکہ یہ وقتی طور پر ایک زاید مفہوم دے دیتے ہیں۔ مَیں یہ سوء ادبی سمجھتا ہوں اگر ایک بات کو یہاں واضح نہ کردوں اور وہ یہ ہے کہ حٰم کے مخصوص معانی یعنی یہ کہ یہاں کسی کے نام کی طرف اشارہ ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے تفہیم ہوئی تھی اور جو میرا ذہن لفظ معزل کی مخصوص ترکیب کی طرف گیا ہے یہ فقط میرا قیاس ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

الغرض جملہ "وکان فی معزل" ایک تو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب

مسیح موعودؑ کا خطاب (آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ) قیامت کے دن کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ وہ آواز ہے جو مولوی محمد علی صاحب کو اُن کے قادیان چھوڑنے کے وقت مسیحؑ کے حسن و احسان میں نظیر خلیفہ برحق نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیابت میں دی تھی اور دوسرے یہ کہ اس میں "پسر نوحؑ" کا نام اُس کی علامتِ خصوصی اور اس کی سکونت کا بطور اختصار ذکر ہے۔

دوسرا تشریح طلب جملہ "ولا تکن مع الکافرین" کا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ پسر نوحؑ اس بات کا قائل ہوگا کہ صاحبِ سفینہ نوحؑ کے مثیل فی الواقعہ نبی نہیں ہیں۔ لہذا اُن کا انکار کسی کو کافر نہیں بنا سکتا۔ اس تمام لمبے مضمون کو دو لفظوں میں ادا کر کے خدا نے دو ٹوک فیصلہ کر دیا ہے کہ جو نوحؑ کی کشتی پر سوار نہیں ہوتا (یعنی بیعت نہیں کرتا۔ تفصیل کے لئے دیکھو تذکرہ صد ۱۷۲) وہ کافر ہے۔ اور اس طرح سے مسئلہ نبوت کو نیز کفر و اسلام کو قلّ و دلّ طور پر حل کر دیا ہے۔ کیا اب بھی "پسر نوحؑ" کی شناخت محال رہ گئی ہے؟

آیات کا چوتھا حصہ

قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔

اس حصۂ آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پسر نوحؑ نے کشتی سے مونہہ موڑ کر جبل کو اپنا عاصم قرار دے کر اُس کی طرف رُخ کیا۔ یہاں الفاظ جبل اور عاصم کچھ تشریح چاہتے ہیں۔ لغت میں جبل کے معنے اَلْجَمَاعَۃُ مِنَ النَّاسِ بتائے گئے ہیں۔ سو یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ "پسر نوح" کشتی پر نہ بیٹھیگا (یعنی خلیفہ برحق کی بیعت نہ کریگا۔) بلکہ وہ مصلحتِ وقت اِسی میں سمجھیگا کہ عام لوگوں میں مل کر پناہ لے اور حبل اللہ کو ترک کر کے حبل من الناس کو مستحکم پکڑے۔ اُن کی ہاں میں ہاں ملائے تا اُس کی اغراض پوری ہوں اور اُن عقائد کو ترک کر دے جو عوام کو بھڑکائیں۔ خواہ ایسا کرنے سے خدا کا غضب بھڑک ہی اُٹھے۔ عاصم کے لفظ سے اُس جگہ کا پتہ ملتا ہے جہاں پسر نوحؑ کے مثیل نے اِلعِصْمَۃ (اَلْمَنْعُ) یعنی حفاظت کے لئے جانا تھا۔ سو یاد رہے کہ عاصمہ عربی زبان میں دارالحکومت کو کہتے ہیں۔ ہم عربی میں کہیں گے اللاھور عاصمۃ الفنجاب یعنی لاہور پنجاب کا دارالحکومت ہے۔ پس قرآن شریف میں جو لفظ عاصم استعمال ہوا ہے اس میں یہ اشارہ تھا کہ مثیل پسر نوح کا مُنْقَلَب لاہور ہوگا۔ سو عین اس مخفی اشارہ کے ماتحت پسر نوح

نہ بٹالے میں اٹکا جہاں کسی وقت اوّل المکفرین مولوی محمد حسین صاحب مخالفت کیا کرتے تھے۔ نہ وہ امرتسر رکا جہاں مولوی ثناء اللہ صاحب مخالفتِ مسیح میں مصروف تھے بلکہ وہ سیدھا عاصمہ الفنجاب لاہور میں پہنچا تاکہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوں۔ اور معزل میں ل سے مراد لاہور لی گئی ہے اس کی تصدیق ہو جائے۔ اور اس کی حق سے دشمنی کے متعلق کہا جا سکے کہ وہ بٹالوی اور امرتسری معاندوں سے جیساکہ اپنی منزل کے لحاظ سے قادیان سے دُور ہے اسی قدر وہ دشمنی میں بھی اُن کے پیش پیش ہے۔

اس تشریح کے بعد اِلَّا مَنْ رَّحِمَ کے متعلق کسی قدر وضاحت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آیت لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم میں عاصم فاعل بمعنی مفعول ہے جیساکہ صاحب مختار الصحاح نے لکھا ہے " لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ يَجُوْزُ اَنْ يُّرَادَ لَا مَعْصُوْمَ اَیْ لَا ذَا عِصْمَةٍ فیکون فاعل بمعنی مفعول "۔ اور معنے اس کے یہ ہوئے کہ اُس دن خدا کے امر سے کوئی نہ بچایا جائیگا سوائے اس کے جو خلیفہ برحق کے جھنڈے تلے آجاوے۔ یہاں پوچھا جا سکتا ہے کہ خلیفہ برحق کا جھنڈا ئیں نے کہاں سے نکالا ہے! سو واضح ہو کہ جس طرح لفظ عَاصِمْ نے عاصمة (دار الحکومة) کا پتہ دیا تھا۔ اسی طرح الفاظ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ خلافت ثانیہ کی خبر دیتے ہیں۔ اور وہ اس طرح سے کہ سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود نے فقرہ " خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ " کو اپنا ایسا حرز بنایا ہوا ہے کہ ہم نے آج تک حضور کی کوئی تحریر نہیں دیکھی جس کی پیشانی پر یہ مبارک الفاظ نہ ہوں۔ حضور کی ہر تحریر یوں معلوم ہوتی ہے کہ گویا وہ ایک سفینہ ہے جس پر فضل اور رحم کا پرچم لہرا رہا ہے۔ حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ گہرا تعلق ہے جب حضور پیدا ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضور کی پیدائش کے متعلق مندرجہ ذیل عبارت شائع فرمائی:۔ " تب خدا کے فضل اور رحم سے ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹ر جمادی الاول ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا "۔ (تریاق القلوب ص ۴۲) حضور نے اپنی عمر کے ابتداء میں ہی ایک رؤیا دیکھا تھا جس میں آفات سے نجات پانے کیلئے آپ کو " خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ " کا ورد سکھایا گیا۔ خلافت کے آغاز سے لے کر آج تک حضور نے ہمیشہ اسے اپنی ہر تحریر کی پیشانی پر لکھا۔ بغیر رواجی تعلیم حاصل کرنے کے حضور کو خدا نے اپنے فضل اور رحم سے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا۔ باوجود خرابی صحت کے خدا نے اپنے

فضل اور رحم سے حضور کو وہ کام کرنے کی قوت بخشی جو ایک پوری جماعت بھی نہیں کر سکتی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا تھا ؎

"تیری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر ⁂ مری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر"

اس میں جیسے پہلے رحمت اور بعد میں فضل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں عین اسی طرح حسن واحسان میں مسیحا کے نظیر کے عہد مبارک میں جب قادیان کی بستی بڑھی تو حضور نے الہام وَسِّعْ مَكَانَكَ کو شوکت سے پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر پہلے آباد ہونے والے محلہ کا نام "دارالرحمت" رکھا اور دوسرے کا "دارالفضل"۔ اخبار "الفضل" کا اجراء فرمایا۔ مسجد فضل نام کی کئی مساجد بنوائیں۔ الغرض "فضل اور رحم" کی طلب جسقدر حضور نے کی ہے اسکی مثال آج نہیں ملتی۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ ...... مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے۔" حضور کا الہامی نام "فضل عمر" ہے۔ پس اسقدر گہرا تعلق خدا کے فضل اور رحم کا آپ کی ذات گرامی سے ہے کہ جب فضل اور رحم کے الفاظ ہمارے سامنے آتے ہیں تو اُن کے ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز یاد آجاتے ہیں۔ گویا خدا کا فضل اور رحم اور حضور کی ذات لازم و ملزوم ہیں۔ پس لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ میں اشارہ ہے کہ اس وقت وہی بچایا جائیگا جو مَنْ رَحِمَ کے مصداق اوّلین کی بیعت میں آئیگا۔ ایک طرف مصلح موعود کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ "حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئیگی۔" (تذکرہ ص ۱۶۹) دوسری طرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ پس خدا اُس کے رسول کے حکم کے مطابق خوش ہونیکا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اس کے فضل اور رحم کو طلب کیا جاوے۔ اور جو اس کا طالب ہو اُسپر لازم ہے کہ وہ "فضل عمر" کی بیعت کرے کہ اُس کا ہر کام خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہوتا ہے۔ نیز خدا نے اس پسر موعود کو رحمت کا نشان قرار دیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ "میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں ...... سو قدرت اور رحمت اور قرب کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔" (تذکرہ ص ۱۳۹)۔

آیت کا پانچواں حصہ

وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ۔

اس حصۂ آیت کی تشریح کرنے سے پہلے میں ایک امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم، احادیث نبوی اور الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض عبارتیں اپنے اندر ایسے اسرار بھی رکھتی ہیں جو اعداد حروفِ تہجّی سے کھلتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہٗ بعض اسرار اعداد حروفِ تہجّی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے" (ازالہ اوہام ص۱۸۵) میں اس ذیل میں اُن اسرار کی ایک فہرست پیش کرتا ہوں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً مختلف کتب میں تحریر فرمایا:۔

(۱) غلام احمد قادیانی (۱۳۰۰) میں ظہور مہدیؑ کی صدی بتائی گئی ہے (تذکرہ ص۱۸۳)

(۲) آدم علیہ السلام کے سن پیدائش کو سورہ والعصر کے حروف کے اعداد ظاہر کرتے ہیں (تذکرہ ص۱۸۳)

(۳) ایک شخص کی موت کی خبر اعداد تہجّی میں دی گئی۔ کلبٌ یموت علی کلب (تذکرہ ص۸۸۴)

(۴) مولوی نذیر حسین دہلوی کی وفات کے متعلق تاریخی الہام مات ضالٌّ ھائما (تذکرہ ص۴۰۹)

(۵) نزولِ عیسٰیؑ کا سنہ عند منارۃ دمشق میں مذکور تھا۔ (تذکرہ ص۲۴۲)

(۶) صعودِ قرآن کا زمانہ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ میں محفوظ ہے (تذکرہ ص۱۸۸)

(۷) الہام مبارك ومبارك وكلّ امر مبارك يجعل فيه میں بنائے مسجد مبارک کی تاریخ بھی ہے۔ (تذکرہ ص۲۰۱)

سو مندرجہ بالا سنت اللہ کو معلوم کر کے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آیاتِ قرآنی احادیث نبویؐ اور الہامات حضرت مسیح موعودؑ میں سے حروفِ تہجّی کے اعداد کی رُو سے بھی مطالب و حقائق تلاش کئے جائیں۔ سو الحمد للہ کہ مجھے بہت سی معلومات اس رنگ میں بھی حاصل ہوئیں۔ اُن میں سے ایک یہ آیت مندرجہ بالا کا حصہ بھی ہے۔ آیت کے اس حصہ کے اعداد ۱۹۰۵ بنتے ہیں۔ یہ وہی سال ہے[1] جس میں بعض آدمیوں کی ارادتمندی کے دور میں انقلاب آنا شروع ہوا تھا اور اسی سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سلسلہ کے ان اندرونی دشمنوں کے متعلق حسب ذیل الہامات ہوئے۔

(۱) شر الذین انعمت علیھم۔ (۲) میں ان کو سزا دونگا۔ (۳) میں اس عورت کو سزا دونگا۔ (تذکرہ ص۵۰۲) (۴) شاھت الوجوہ (ترجمہ، دشمنوں کے مونہہ کالے ہو گئے) (تذکرہ ص۵۱۳)

[1] دیکھو "فرقان" جلد ۴ نمبر ۷

یہ امر یاد رہے کہ کالے مونہہ سے مُراد ایمان لانے کے بعد انکار کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے:۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۔سو اس الہام کی رو سے مقدر تھا کہ بعض افراد سلسلہ کے ایک مدت تک سچائی کو تسلیم کرنے کے بعد اُسے چھوڑ دینگے۔ مثلاً حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت۔ جناب مولوی محمد علی صاحب نے عدالت میں حلف اٹھا کر گواہی دی تھی کہ مرزا صاحب مدّعی نبوّت ہیں مگر آج وہی مولوی صاحب مدّعیٔ نبوّت پر لعنتیں بھیجنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

(۵) كَبُرَتْ فِتْنَةٌ ۔ فتنہ بڑا ہوگیا۔ (تذکرہ صہ ۵۳۱)

نیز اسی سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا:۔

(۱) کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائینگے (تذکرہ ۴۹۶)

(۲) قدرتِ حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہوگئے ⁂ یا محبت کے وہ دن تھے یا ہوا اتنا نقار

دھو دئے دل سے وہ سارے صحبتِ دیرین کے رنگ ⁂ پھول بنکر ایک مدت تک ہوئے آخر کو خار

جس قدر نقدِ تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام

آہ! کیا یہ دل میں گذرا ہوں میں اس سے دلفگار

آیت کا چھٹا حصّہ وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ۔

اس آیت کی تشریح پہلے کی جاچکی ہے۔

آیت کا ساتواں حصّہ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ

آیت کے اسقدر ٹکڑے کے اعداد ۱۹۱۲ بنتے ہیں اور یہ وہ سال تھا جب جناب مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء خاص نے خلافتِ اولیٰ کی بیعت کو بظاہر قائم رکھتے ہوئے اندر ہی اندر خلافت سے نفرت پھیلانے اور اپنے اغراض ومقاصد کو حاصل کرنے کے لئے نہایت غیر آئینی کارروائیاں شروع کر دی تھیں اور سلسلہ کے سیاہ وسفید پر قبضہ جمانے کی نیّت سے قوم کا اعتماد حاصل کرنے بطور اختتامی اداکاری کے "پیغام صلح" کو لاہور سے جاری کرنیکا فیصلہ کر دیا تاکہ پروپیگنڈا کر کے قوم کو اپنے پیچھے لگائیں۔ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ میں غیر صالح کا لفظ اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیتا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں جو کہا تھا "آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے" یہ درحقیقت

غیر صالح کے ہی ہم معنے ہیں۔ ورنہ رؤیا میں کہا جا سکتا تھا۔ کہ آپ بھی نیک تھے یا آپ بھی متقی تھے یا آپ بھی اچھے تھے۔ مگر آپ بھی صالح تھے اس لئے کہا گیا۔ تاکہ اس رؤیا کے مضمون کو پسر نوحؑ کے متعلق آیات کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے اور نتیجہ پر پہنچ سکا جائے کہ مولوی محمد علی صاحب ہی پسر نوحؑ کے مثیل ہیں اور غیر صالح ہیں۔

اگر درخانہ کس است ہمیں قدر بس است

بالآخر مولوی عزیز بخش صاحب نوٹ فرمالیں کہ عربی میں کہتے ہیں مَنْ اشبہ اَبَاہٗ فَمَا ظَلَمَ۔ اور چونکہ حضرت امیر المومنین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن و احسان میں نظیر ہیں اس لئے انہیں پسر نوحؑ قرار دینا جھوٹ اور گستاخی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پسر نوحؑ کو انہیں کے اہل میں رکھ کر ولا یحیق المکر السئی اِلَّا بِاَھْلِہٖ کی صداقت کو ظاہر کردیا ہے۔

"ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے"

ڈر خدا کے قہر سے غفلت شعار ؛ شاتم ابرار! ہو جا ہوشیار
حمد ہے اس ایزد منّان کی ؛ جس نے نور الحق کیا ہے آشکار
گالیاں بکنے سے کیا بن جائیگا ؛ لے گیا دولھا عروس زرنگار
یہ زباں بن کر زبانہ ایک دن ؛ سوختہ ساماں کرے گی نابکار
چاند پر تھوکا تو مُنہ کو آئے گا ؛ سر جھکا لے اور ہو جا شرمسار
اس کا کچھ بگڑا نہ بگڑے گا کبھی ؛ جامۂ تقویٰ ترا ہے تار تار
مولوی کچّا تھا جب ایمان میں ؛ ہو گیا ننگا بقلبِ داغدار
مُنہ میں بھر آیا تھا پانی دیکھکر ؛ مل رہے ہیں مفت میں پچپن ہزار
پر قسم کھانا تو سمّ کھانا ہوا ؛ ہے نبی برحق، امام کامگار
کِس کو جرأت ہے کہ ایسا کر سکے ؛ ہے ثناء اللہ بھی سینہ فگار
آج حق کا بول بالا ہو گیا ؛ سیٹھ صاحب کو مبارک ہو ہزار
مصلح موعود نور آیا ہے نُور ؛ ظلمتیں کافور ہونگی بار بار

(ظہور الدین اکمل)

اہل بہا کی خیانت کا ثبوت

کیا حضرت مسیح موعود نے ظہور بہائی کو پردۂ اخفاء میں رکھا؟

(مکرم چوہدری شکر الٰہی صاحب، واقف زندگی)

"دین بہائی اور قادیان" کے نام سے ایک کتاب محفل روحانی ملی بہائیانِ ہند و برہما کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں جا بجا لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باوجود علم کے ظہور بہائی کو ہمیشہ پردۂ اخفاء میں رکھنے کی کوشش کی اور لوگوں کو کہا کہ آپ کے سوا کسی اور نے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کا یہ کہنا درست نہ تھا کیونکہ بہاء اللہ نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا اور اس بات کا آپ کو علم تھا۔

اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے مصنف کتاب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں سے چند حوالے قطع و برید کر کے پیش کئے ہیں۔ اسوقت میں انکے پیش کردہ حوالجات میں سے صرف ایک حوالہ کو لیتا ہوں جس سے انصاف پسند حضرات پر خود بخود واضح ہو جائیگا کہ بہائی لوگ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے کسقدر خیانت سے کام لیتے ہیں۔

احباب کی سہولت کے لئے کتاب "دین بہائی اور قادیان" میں درج کردہ حوالہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کا اصل حوالہ ہر دو بالمقابل لکھ دیا جاتا ہے تاکہ احباب بہائی اخلاق کا جائزہ آسانی سے لے سکیں:-

عبارت کتاب "دین بہائی اور قادیان" در ضمیمہ بحوالہ "ازالہ اوہام" صفحہ ۶۷۹	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "ازالہ اوہام" سے مکمل عبارت
"ازانجملہ ایک یہ ہے کہ یہ عاجز ایسے وقت میں آیا ہے جس وقت میں مسیح موعود	"ازانجملہ ایک یہ ہے کہ یہ عاجز ایسے وقت میں آیا ہے جسوقت میں مسیح موعود آنا چاہیئے تھا۔ ۔ ۔ ۔

"آنا چاہیئے تھا ۔ ۔ ۔ ۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہورِ مسیح موعود کا وقت ہے ۔ کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ مَیں مسیح موعود ہوں"

اور ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسوقت جو ظہورِ مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ مَیں مسیح موعود ہوں۔ بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعوےٰ نہیں ہوا کہ مَیں مسیح موعود ہوں۔ ہاں عیسائیوں نے مختلف زمانوں میں مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا تھا اور کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ ایک عیسائی نے امریکہ میں بھی ابن مریم ہونے کا دم مارا تھا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل عبارت کو غور سے پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپکا اس تحریر سے یہ منشاء ہے کہ وہ مسیح اور مہدی جس کے متعلق آنحضرت صلعم نے خوشخبری دی تھی کہ وہ آخری زمانہ میں مبعوث ہو کر دین اسلام کی حمایت کریگا اور اسکو تمام ادیان پر غالب کریگا اس پیشگوئی کے مصداق ہونیکا دعوےٰ کسی مسلمان کی طرف سے نہیں کیا گیا۔ باقی رہے وہ مدعیان جنہوں نے دعویٰ مسیحیت تو کیا لیکن اسلام کی تائید کیلئے نہیں بلکہ اسلام کی تخریب کیلئے۔ ان مدعیان کے متعلق حضور فرماتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ آپکی پیشگوئی اس مسیح اور مہدی کے متعلق ہے جس نے اسلام کی تائید کے لئے آنا ہے۔

حضورؑ کی یہ تحریر بالکل واضح ہے اور کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ بہائیوں نے غلط طور پر یہ مشہور کرنے کیلئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مطلقاً مدعیان کی نفی کرتے ہیں حوالہ کا آدھا حصہ اڑا دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ حضور کو علم تھا کہ آپ کے سوا اور لوگوں نے بھی دعویٰ مسیحیت و مہدویت کیا ہے لیکن آپ نے اس کا اظہار نہ کیا حالانکہ حضورؑ نے اپنی تحریر میں یہ مانا ہے کہ آپکے سوا اور مدعی ہوئے ہیں لیکن آپ نے جس بات پر زور دیا ہے، وہ یہ ہے آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے وہ اسلئے مصداق نہیں ہو سکتے کہ وہ اسلام کی تخریب کے لئے آئے تھے اور آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کا موعود اسلام کی تائید کے لئے آئیگا - اور یہ ظاہر ہے کہ چونکہ بہاء اللہ نے شریعت اسلامیہ کو منسوخ قرار دیا اور دعویٰ الوہیت کیا - اس لئے وہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کا مصداق نہیں ہاں وہ ان مدعیان میں آئیگا جنکا حضور نے اپنی اصل عبارت کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ ان کے دعوے سے حضورؑ کے دعویٰ میں نقص لازم نہیں ہوتا - کیونکہ یہ لوگ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مصداق نہیں ہو سکتے اور صرف آپ ہی ایک ایسے وجود ہیں جو آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مصداق ہیں - کیونکہ آپ اسلام کے احیاء اور اسلام کو کل ادیان پر غالب کرنے کیلئے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا آئے ہیں۔

پس بہائیوں کا خیانت سے کام لیتے ہوئے لوگوں کو دھوکا دینا ایسی بات ہے جو کوئی مہذب سوسائٹی ان کے سوا پسند نہیں کر سکتی لیکن نہ معلوم کیوں وہ اس قسم کے رویہ کو اختیار کر کے خوشیاں مناتے ہیں۔

جناب مسٹر نصیر احمد صاحب فاروقی کے نام ایک پیغام

(مکرم سید احمد علی صاحب مولوی فاضل از کراچی)

مَیں اس مختصر تحریر کے ذریعہ سے اپنے بعض خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جن سے اگر خدا تعالیٰ چاہے تو ہم فریقین کو بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور جماعت احمدیہ کے دو فریقوں میں سے حق پر ہونے والے فریق کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور حق طلب انسان حق و صداقت کو پا سکتا ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

میری اس تحریر کا باعث اخبار "پیغام صلح" لاہور (۴۔ دسمبر ۱۹۴۶ء) کا پہلا و آخری صفحہ ہے۔ آخری صفحہ پر فریق لاہور کے سالانہ جلسہ کے پروگرام میں ۲۷ر دسمبر کو آپ کی تقریر رکھی گئی تھی اور اس کا عنوان حسب ذیل تھا:۔ "سچے ایمان کی علامت"۔ امید ہے کہ یہ تقریر آپ کی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہوئی ہوگی۔ آپ کی اس تقریر کے پیش نظر میں آپ کو یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ اسی اخبار کے پہلے صفحہ پر جو "ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام" شائع کئے گئے ہیں وہی امر فی الحقیقت آنجناب کے مضمون کی رُوح ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ ان ملفوظات کے عنوان سے بھی روشن ہے۔ یعنی "کامل ایمان مکالمۂ الٰہیہ سے حاصل ہوتا ہے۔" اور اس کے نیچے ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مندرجہ ذیل ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام شائع کئے گئے ہیں:۔

"یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں سے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں مگر ثبوت طلب بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُن سے محبت رکھتا ہے یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو اُن کے دلوں سے پردہ اٹھا دے جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا اور ایک دھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ پردہ اٹھایا جانا بجز مکالمۂ الٰہیہ کے اور کسی صورت میں میسّر نہیں آ سکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالیٰ اُسکو مخاطب کر کے انا الموجود کی بشارت دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلہ یا محض

منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اُس کو دیکھتا ہے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اُسی دن نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلّ شانہ اپنے وجود سے اس کو آپ خبر دیتا ہے۔ پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر اُن پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ اُن کی دعائیں جو ظاہری امیدوں سے بڑھ کر ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ ان کو اطلاع دیتا ہے۔ تب ان کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے۔" (پیغام صلح ۱۷ر دسمبر ۱۹۴۶ء)

الغرض "سچے ایمان کی علامت" ان ملفوظات میں جس طور سے بالوضاحت بیان کی گئی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ یعنی "سچے ایمان" کی یہ دو علامات ہیں کہ (۱) مکالمۂ الٰہیہ اور (۲) قبولیتِ دعا کا بذریعہ الہام وکلام مومنِ کامل کو پتہ ملنا۔ اور یہی ایسی واضح حقیقت ہے کہ آپکے امیر جناب مولوی محمد علی صاحب بھی اس کو تسلیم فرماتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ:۔

(۱) "ایمان تو خدا تعالیٰ کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ جب تک کوئی اُسکے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ کے ذریعہ اُس کی ہستی کا نشان نہ دکھائے اُس وقت اس پر ایمان پختہ نہیں ہوتا۔" (پیغام ۳ر فروری ۱۹۳۱ء)

(۲) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

"بلا شبہ دلائل سے بھی ایمان پیدا ہوتا ہے لیکن وہ زبردست ایمان جو دلوں کے اندر گڑ جائے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکلامی کے سلسلہ کو جاری رکھا ہے .... جو یقین مکالمۂ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے وہ ایمان حضرت مسیح موعود نے پیدا کیا۔" (پیغام صلح ۲۱ر مارچ ۱۹۴۱ء)

(۳) پھر اسی خطبہ میں آپ "نوجوان دوستوں کو نصائح" کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"آپ نے اور ہم نے دنیا میں انقلاب پیدا کرنا ہے۔ تم نے لوگوں کے اندر خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے تمہارے اپنے دلوں میں وہ ایمان نمایاں رنگ اختیار کرے۔" (پیغام صلح ۲۱ر مارچ ۱۹۴۱ء)

جناب فاروقی صاحب! میری اس تحریر میں ان امور کے ذکر سے غرض یہ ہے۔ کہ

آنجناب اپنی تقریر کے تتمہ کے طور پر ایسا مضمون لکھیں جس میں ایمان کامل کی اس زبردست اور حقیقی علامت کا موجود ہونا اوروں میں نہیں تو کم از کم جناب مولوی محمد علی صاحب میں ہی تو ثابت فرمادیں اور مارچ ۱۹۱۴ء سے لے کر دسمبر ۱۹۴۶ء تک کے ۳۲ سالہ الہامات اور دعا کی قبولیت کے اطلاع دیئے جانے کے ایسے واقعات وحالات سے ثبوت بحوالہ اشاعت بیان فرمائیں اور "پیغام صلح" میں بھی شائع فرمادیں جن سے جناب مولوی صاحب موصوف مشرف ہیں۔ میں نے قبل ازیں کئی مرتبہ بذریعہ اخبارات اس بارہ میں دریافت کیا مگر تاحال جواب سے محروم رہا۔ امید ہے کہ اب آپ اپنی اسی موضوع کی تقریر کے سلسلہ میں ضرور صحیح امور کا انکشاف فرمائیں گے تا عام لوگوں کو یہ اندازہ کرنیکا سامان میسر آئے کہ جماعتِ احمدیہ کے کس فریق کو عموماً اور اُن کے امام کو خصوصاً کامل ایمان کی یہ نعمت باحسن حاصل ہے؟

باڑی پور کولگام کشمیر کا فرضی گورگانی

مولوی عبداللہ صاحب بہائی سابق ایڈووکیٹ ریاست کشمیر کے صاحبزادہ کا بیان

(از ایم۔ اے صابر غنی کشمیری حال مقیم قادیان):-

میری نظر سے اخبار "زمیندار" مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۴۶ء کا پرچہ گذرا۔ اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقبرہ خانیار (کشمیر) کا تذکرہ ایک طویل مضمون میں کیا گیا ہے۔ محرر مضمون مرزا ابوظفر ایم۔ اے گورگانی باڑی پورہ کشمیر ہیں۔ پیشتر اس کے کہ اس مضمون پر تبصرہ کیا جائے میں بہائیان کشمیر کو دعوت دیتا ہوں کہ ریاست کشمیر کی حدود میں اگر کسی ابوظفر ایم۔ اے گورگانی کا وجود ثابت کریں تو میں اُن کو انعام دونگا چہ جائیکہ باڑی پورہ کشمیر کی ۲۵ یا ۳۰ گھر کی آبادی سے ایسے شخص کا وجود ثابت ہو درحالیکہ میں وہاں کے بچہ بچہ سے واقف ہوں۔ یہ مضمون دراصل بایما مولانا محمد عبداللہ صاحب بذریعہ انکے کسی جاسوس بہائی کے لکھوایا گیا ہے۔

جن لوگوں میں اتنی بھی ایمانی جرأت نہ ہو کہ اپنا نام صاف جتلا کر مضامین لکھیں۔ اُن کے مضامین کی صداقت کا معیار کیا ہو سکتا ہے۔

مولانا محترم کو آجکل معرکۃ الآرا مسئلہ ایک ہی نظر آرہا ہے۔ وہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا مسئلہ ہے،

جہاں دیکھو۔ جو تحریر اُن کی دیکھو اس میں صرف مقبرہ عیسٰے کا تذکرہ ہے۔ دراصل وہ مسیح کی وفات سے گھبراتے ہیں۔ کیونکہ عبد البہاء بہاء اللہ نے اپنی تحریروں میں حضرت مسیح کی حیات کا اقرار کیا ہے اور مولوی صاحب موصوف کو فکر لاحق ہے کہ بہائیت کے اس مسئلہ کو صرف احمدی ہی غلط قرار دے سکتے ہیں۔ اسلئے وہ اب اپنی پچاس سال کے تقریری اور تحریری اقرار سے واپس ہو رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ اسقدر عرصہ اگر خاموش رہے تو یہ اُن کی غلطی ہے۔

پس رہا یہ سوال کہ کسی گورگانی صاحب نے از سر نو عمائد کے بیانات لئے ہیں اور اُن کے پاس موجود ہیں کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے کیونکہ مولوی صاحب کو پچاس سال کے بعد اگر اس بات کے بیان کرنے میں مشکل پیش نہ آئی کہ اُنکی تحقیق قبر مسیح کی غلط تھی تو باقی مخالفین احمدیت کیلئے تو یہ باعث خوشی ہوگا کہ یہ مسیح کی قبر نہیں ہے۔

میں طوالت میں جانا نہیں چاہتا۔ جناب گورگانی صاحب اور جناب قبلہ والد صاحب مولانا محمد عبد اللہ صاحب سے عرضداشت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ بہاء اللہ کی صداقت کا معیار قبر مسیح خانیار قرار دیتے ہیں تو کیوں نہ حیات مسیح اور وفات مسیح کے مسئلہ کا ان سے فیصلہ کیا جائے اور یہ جماعت احمدیہ قادیان کا کام ہوگا کہ وہ ثابت کرے کہ مسیح ناصری فوت ہوکر خانیار میں دفن ہے۔ اگر وہ ثابت نہ کرسکیں گے تو مولوی صاحب صادق ہیں۔ ورنہ بیکار وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اخبار "زمیندار"۔ عام مسلمان جنکے عقیدے سے مولوی صاحب یا گورگانی صاحب پیش کرتے ہیں یہ ان کے جذبات کی خاطر اُن کے غلط عقیدے سے اتفاق کرتے ہیں کوئی ایماندارانہ طریق نہیں ہے۔ مولوی صاحب یا گورگانی صاحب اگر چاہتے ہیں کہ لوگوں پر حق ظاہر ہو تو میری اس ناچیز رائے کو قبول کریں۔

گورگانی صاحب سے مزید استدعا ہے کہ وہ ان پچاس افراد کے نام شائع کریں جن کا ذکر وہ کر رہے ہیں۔ اور میں وثوق سے کہونگا کہ وہ تعداد غلط ہے اور میں نے جو حال ہی میں تصدیق حاصل کی ہے انہیں اشخاص کی ہوگی جو وہ پیش کرینگے۔ کیونکہ گورگانی صاحب اُن کو ہرگز نہیں بتلائیں گے کہ یہ تصدیق کس غرض کے لئے لی جاتی ہے۔ بلکہ دھوکا دے کر اُن کے نام حاصل کئے جاتے ہیں۔ اور عوام کو بھی دھوکا دیا جاتا ہے کہ ان اشخاص نے تصدیق کی ہے جو بہت ہی قابلِ افسوس ہے۔

حکیم عبد اللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور دفتر رسالہ "فرقان" قادیان سے شائع کیا

خاکسار مولوی فرزند علی

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

قادیان

فرقان

فروری ۱۹۴۷

جلد ۶

مدیر

عبدالمنان عمر ایم اے

مجلس ارتقاء احمد کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان
قادیان

بابت ماہ تبلیغ ۱۳۲۶ ہش
فروری ۱۹۴۷ء

جلد ۶	ترتیب عنوانات	نمبر ۲

خریداران کے لئے ضروری اطلاع

جملہ خریداران سے درخواست ہے کہ فروری کا رسالہ پہنچنے پر چندہ مبلغ تین روپے محاسب میں بمد فرقان ارسال کردیں جس دوست کا چندہ نہ آئے گا۔ اس کے نام مارچ کا رسالہ وی پی ہوگا۔

شذرات

(ابو المنیر نور الحق مولوی فاضل نائب مدیر)

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے مصلح موعود ہونیکا اعتراف

پیغام صلح ۲۹ جنوری ۴۷ء میں ہمارے جلسہ سالانہ کے متعلق جماعت لاہور کے ایک بے نام بزرگ کے تاثرات شائع ہوئے ہیں۔ ان تاثرات میں جہاں جہاں انہوں نے راستگوئی سے کام لیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مبائعین دبی زبان سے اس بات کے مقر ہیں کہ مصلح موعود کی علامات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وجود میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ کہ مبائعین کی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس کے پانے کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وعدہ دیا گیا تھا چونکہ اس سچی گواہی سے غیر مبائع بزرگ کو اپنے بعض ساتھیوں کے حق کے پالینے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے تاثرات کو بعض ایسی باتوں سے ملا دیا جو بالکل حقیقت کے خلاف ہیں۔ ذیل میں ہم پہلے غیر مبائع بزرگ کے تاثرات میں سے اس حصہ کو نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مصلح موعود ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اور اسکے بعد ان کے اس دوسرے حصہ پر تبصرہ کریں گے جس میں حق پوشی کی گئی ہے

غیر مبائع بزرگ اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں۔ "ہجوم بہت بڑا تھا جلسہ بہت بارونق تھا۔ تقریریں اچھی طرح تیار کی ہوئیں تھیں۔ خلیفہ صاحب کی تقریر بہت لمبی تھی۔ تمام دنیا کو تسخیر کرنے کا پروگرام بیان ہو رہا تھا۔ لاتعداد مبلغین کی یورش تھی۔ خلیفہ صاحب بڑے لسان۔ پرلے درجہ کے ذہین۔ اور پبلک کی نفسیات کے ماہر کامل ہیں۔ مجمع پر چھائے تھے اور مجمع مسحور ہو رہا تھا۔"

ان تاثرات میں غیر مبائع بزرگ نے حسب ذیل امور کو بیان کیا۔ (۱) جلسہ کی رونق جو ہماری کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ (۲) حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا سخت ذہین ہونا (۳) حضرت امیر المومنین کا تمام اقوام عالم تک احمدیت کی تبلیغ پہنچانے کی عملی سعی کرنا۔ (۴) آپکا

ماہر کامل ہونا۔

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق مذکورہ بالا امور کا اعتراف ہی درحقیقت اس بات کا اقرار ہے۔ کہ آپ ہی مصلح موعود کی علامات پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ مصلح موعود والی پیشگوئی میں جو علامات بیان کی گئی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ مصلح موعود سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکتوں سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ پس وہ علامات جو مصلح موعود میں پائی جانی ضروری ہیں ان کے متعلق غیر مبایع بزرگ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ پس یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے دبی زبان سے حضور کے مصلح موعود ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

ایک اور بات جو انہوں نے اپنے تاثرات میں لکھی ہے۔ کہ جلسہ میں ہجوم بہت زیادہ تھا یہ ہماری کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ہماری جماعت کی اکثریت ہمارے برحق ہونے کی ایک عظیم الشان دلیل ہے۔ کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے عین مطابق ہے حضور کو اللہ تعالےٰ آپ کی جماعت کی اکثریت کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

"میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں **کثرت بخشوں گا**۔ اور وہ مسلمانوں کے اُس دوسرے گروہ پر تابروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے (تذکرہ ص۱۴۷)

پس ہماری جماعت کی اکثریت کا اعتراف بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ مبایعین کی جماعت ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچی جانشین جماعت ہے۔

مندرجہ بالا سچی گواہی کے اثر کو زائل کرنے کے لئے غیر مبایع بزرگ نے یہ طریق اختیار کیا۔ کہ ایک بات اپنے تاثرات کے ضمن میں ایسی لکھ دی۔ جو حقیقت کے بالکل خلاف تھی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "نمازوں کا باقاعدہ جماعت کے لئے کوئی انتظام نہ تھا۔ نہ ہی لوگوں میں یہ جوش تھا کہ نمازیں باجماعت ہوں اپنے اپنے ڈیروں پر نمازیں پڑھتے تھے۔ احمدیہ بلڈنگز میں جو نمازوں کی کیفیت ہوتی ہے وہ وہاں قطعاً نہ تھی" غیر مبایع بزرگ کا یہ اثر کہ نمازیں باجماعت لوگ ادا نہیں کرتے تھے بالکل خلاف واقعہ ہے۔ خدا کے فضل سے جلسہ سالانہ پر آنیوالے

مخلصین پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہ باجماعت نماز ادا کریں۔ لیکن چونکہ قادیان کی مساجد بوجہ تنگی آنے والوں کے لئے کافی نہیں ہوتیں۔ اس لئے بعض احباب کو مجبورًا اپنے اپنے ڈیروں پر ہی نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ باقی رہا وہ مقابلہ جو انہوں نے احمدیہ بلڈنگز کے نمازیوں کے ساتھ کیا ہے وہ سو فیصدی غلط ہے۔ اس لئے کہ ان کے امیر صاحب غیر مبائعین کے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے لوگوں کی نمازوں کا حال یوں بیان فرماتے ہیں "کہ ہمارے سامنے جلسہ سالانہ کا موقع ہے۔ اس موقع پر بہت سے لوگ مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے کچھ لوگوں کو انتظام جلسہ کا بہانہ ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقفہ میں کچھ پھر پھرا آئیں۔"

(پیغام ۱۵؍ جنوری ۴۷ء)

جب حقیقت یہ ہے کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے غیر مبائعین اور ان کے مخلص کارکن نمازوں سے جی چراتے ہیں تو غیر مبائع بزرگ کا یہ بیان کہ احمدیہ بلڈنگز میں نمازوں کی پابندی ہوتی ہے بالکل خلاف واقعہ ٹھہرا۔ گویا یہ خلاف واقعہ بات اس لئے تراشی گئی۔ تاکہ ان کے تاثرات سے جو نیک اثر طبائع پر ہو سکتا تھا وہ نہ ہو۔ کاش غیر مبائع بزرگ اپنی نیت نیک رکھتے اور بغیر کسی خوف و خطر کے قرآنی حکم کے مطابق سچی گواہی دیتے۔ تو وہ اس سے فائدہ اٹھاتے اور دوسروں کے لئے ہدایت کا موجب ہوتے۔

۲۔ خاک ایسی سمجھ پہ جو سمجھے بھی تو کیا سمجھے

مولوی محمد علی صاحب نے اگست ۴۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو چند غیر مسلّمہ امور پر مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ چونکہ مباہلہ ہمیشہ مسلّمات پر ہوتا ہے۔ اس لئے ہماری طرف سے بھی جواب ان کے چیلنج کا دیا گیا کہ اگر آپ نے مباہلہ کرنا ہے۔ تو ہمارے مسلّمات پر کیجیے۔ اس ہمارے جواب پر بجائے اسکے کہ مولوی صاحب خاموش ہو جاتے۔ انہوں نے شور ڈال دیا۔ کہ میرا چیلنج مباہلہ قبول نہیں کیا گیا۔ ان کے اس پروپیگنڈا کے جواب میں ہماری طرف سے اگر جواب ہو سکتا تھا تو یہی کہ مولوی صاحب عمدًا مغالطہ دے رہے ہیں۔ اور یہ بات لوگوں کو بھی اپیل کر سکتی تھی لیکن اس طریق کار سے امیر غیر مبائعین کا اپنوں اور بیگانوں میں بے عزت ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ان پر رحم کر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک ایسی تجویز کا اعلان کیا جس سے امیر غیر مبائعین کی بھی سبکی نہ ہو۔ اور مباہلہ ہو کر نیک فطرت لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب بھی بن سکے چنانچہ حضور نے یہ فرمایا۔ کہ فریقین کی طرف سے ایک ایک نمائندہ ہو اور وہ دونوں ملکر طے کرلیں

کہ کن باتوں پر مباہلہ ہوگا۔ اس تجویز پر بجائے اسکے کہ امیر غیر مبائعین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا شکریہ ادا کرتے۔ انہوں نے طعنہ زنی شروع کردی اور لکھا کہ "شاید میاں صاحب کے نزدیک ہم بغیر اس امر کو جاننے کے کہ ہمارے عقائد کیا ہیں جماعتوں کے راہنما بنے ہوئے ہیں"

(پیغام ۲۲ر جنوری)

مولوی صاحب کا اس تحریر سے یہ مقصد تھا کہ جب وہ فریقین کے مسلّمہ عقائد کو جانتے ہیں تو نمائندوں کا تقرر بے فائدہ ہے۔ گویا ان کا دعویٰ ہے کہ وہ فریقین کے مسلمات سے بخوبی واقف ہیں لیکن ہم افسوس کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب یا تو بغیر ہمارے مسلمات کو جاننے کے اپنی جماعت کے راہنما بنے ہوئے ہیں۔ یا پھر اپنے دعویٰ کے مطابق جانتے تو ہیں۔ کہ مبائعین کے مسلمات کیا ہیں لیکن اس کے خلاف عقائد ہماری طرف منسوب کرکے لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہیں۔

ہماری طرف سے ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۶ء کو ایک اشتہار حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا مصدقہ شائع کیا گیا تھا۔ اور یہ اشتہار غیر مبائعین کے جلسہ پر تقسیم ہوا۔ اس میں ہماری طرف سے یہ واضح طور پر لکھا گیا کہ "ہماری طرف یہ بات منسوب کرنا کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی نہ تھے اور ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا بالکل غلط ہے ہم جو کچھ مانتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نے ۱۹۰۱ء سے پہلے جب بھی نبوت سے انکار کیا۔ تو عام مروج تعریف کی روسے کیا لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد حضور نے عام مروّج تعریف کو باعلام الٰہی تبدیل فرمایا اور اعلان کیا۔ کہ قرآن مجید کی روشنی میں جو نبی کی اصل تعریف ہے اسکی روسے آپ ابتدائے دعویٰ سے نبی ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ سال دو سال سے نہیں بلکہ شروع اختلاف سے ہے۔"

ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے ہمارا یہ اشتہار پڑھا ہے۔ لیکن ہمارے اس اعلان کے بعد پھر مولوی صاحب پرانی باتیں دہراتے چلے جاتے ہیں۔ اور جس بات کی تردید ہم کرتے ہیں اس کو ہماری طرف منسوب کردیتے ہیں۔ چنانچہ ۲۲ر جنوری کے پیغام میں لکھتے ہیں۔

"میاں صاحب کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کا عقیدہ ۱۸۹۱ء میں وہی تھا جو ہم کہتے ہیں یعنی نبوت کا نہیں تھا۔ مگر ۱۹۰۱ء میں آپ نے تعریف نبوت میں تبدیلی کرلی۔ اور اپنا عقیدہ تبدیل کرلیا یعنی نبوت کا دعویٰ کردیا۔" مولوی صاحب کے تازہ بیان اور انکی اس تحدی پر کہ وہ ہمارے مسلمات کو جانتے ہیں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مولوی صاحب جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کیونکہ جب ہمارے عقائد کا اعلان ہماری طرف سے ہوچکا تو ان کے خلاف ہماری طرف

منسوب کرنا دیانتدارانہ طریق نہیں لیکن اگر ہم حسن ظنی سے کام لیں۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ مولوی صاحب نے ہمارا شائع شدہ اشتہار تو پڑھا لیکن اس کو غلط طور پر سمجھے اور حقیقت کو پانے کی سعی نہ کی ان حالات میں مولوی صاحب کی اس تحدی پر کہ مبائعین کے مسلمات کو سمجھتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں۔

ع خاک ایسی سمجھ پر سمجھے بھی تو کیا سمجھے۔

۳۔ غیر مبائعین ناپسندیدہ راستہ پر

ہمارے متعلق غیر مبائعین اپنے اخبار میں اکثر لکھتے رہتے ہیں۔ کہ ہم میں فراخدلی نہیں کیونکہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص ہمارے نظام پر نکتہ چینی کرے۔ اور یہ کہ نظام پر نکتہ چینی کرنے والے کو ہمارا سزا دینا ظلم عظیم ہے لیکن نہ معلوم وہ بات جو ہمارے لئے جرم قرار دی جاتی تھی۔ اب غیر مبائعین اس کو اپنی جماعت میں پیدا کرنے کے لئے کیوں بے تاب نظر آتے ہیں چنانچہ ۲۹ رجنوری ۱۹۴۷ء میں ایڈیٹوریل مضمون میں جماعت کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے کہ "حقیقی خوشی اور کامیابی ایک نظام کے ماتحت کام کرنے اور زندگی بسر کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ پراگندہ خیال۔ نکتہ چینی اور منتقمانہ جذبات کے اظہار سے کبھی اجتماعی آسودگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ذہنی اور عملی انارکی سے ہمیشہ افسردگی پژمردگی اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم جو منظم ہو کر ایک بلند نصب العین کو بروئے کار لاتی ہے اور جس قوم میں اپنے ذہنی اور عملی قویٰ کو بروئے کار لانے کی صلاحیت ہوا کرتی ہے۔ وہ اتنی قوی ہوتی ہے کہ اس کے دائرہ میں تخریبی اور منفی ذہنیت کے افراد نہیں پنپ سکتے۔ بالآخر اس جماعت کا اجتماعی اور روحانی مزاج ایسے اشخاص کو اچھال کر باہر پھینک دیتا ہے کیونکہ فعال جماعت ایسے لوگوں کی متحمل نہیں ہو سکتی"۔

پیغام صلح کا اس عبارت سے یہ مقصد ہے کہ آیندہ ان کی جماعت میں سے کسی کو نظام پر نکتہ چینی کی اجازت نہیں دی جائیگی۔ اور یہ کہ جو کوئی نکتہ چینی کرے گا اس کو جماعت سے خارج کر دیا جائیگا۔ ہم پیغام صلح کی اس رائے پر یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب ان کا بیان کردہ اصول ایسا ہے جو ہر اعلیٰ درجہ کی فعال جماعت میں پایا جانا ضروری ہے۔ تو وہ اب تک مبائعین پر کیوں اعتراض کرتے تھے۔ اور ان کے اس سنہرے اصل پر چلنے کو کیوں ظلم عظیم قرار دیتے تھے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور۔ کھانے کے اور۔ جب جماعت کی اصلاح کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو ہمارے ہی اختیار کردہ اصولوں کو جاری کیا جاتا ہے لیکن جب لوگوں کو ہمارے خلاف

بھڑکانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہی اصولوں کو ظلم عظیم قرار دیا جاتا ہے۔ کیا یہ طریق دیانتداری
اور تقویٰ کے قریب ہے یا اس کے خلاف۔

۴۔ غیر مبائعین کا ۴۷ء کا پروگرام

غیر مبائعین ہر سال اپنا ایک ایسا پروگرام تجویز کرتے ہیں جس سے غیر احمدیوں سے آسانی
سے چندہ لیا جا سکے۔ سابقہ چند سالوں میں تبلیغ بلاد غیرہ اور ادارہ تعلیم القرآن بنانے کا پروگرام
تجویز کیا گیا تھا۔ اور اس کے متعلق امیر غیر مبائعین نے اعلان بھی کیا کہ "تبلیغ بلاد غیرہ و تراجم
قرآن ایسے کام ہیں جن میں شرکت کرنے سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ الا ما شاء اللہ۔ اگر
ہمارے سب دوست اس طرف توجہ فرماویں تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے" (پیغام ۳۰ جنوری ۴۵ء)
حالات بتاتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے اس کام کے لئے غیر احمدیوں سے کافی چندہ بھی لیا۔
کیونکہ انکی سالانہ آمدنی میں امید سے زیادہ اضافہ ہوا تھا جس کا اظہار پیغام صلح ۴ دسمبر ۴۶ء
میں کیا گیا۔ لیکن چندہ کے جمع کرنے کے بعد نہ تو بلاد غیرہ میں مبلغین بھجوائے گئے اور نہ ہی ادارہ
کی عمارت بنی۔

پچھلے سالوں کی طرح اس سال بھی غیر احمدیوں سے چندہ بٹورنے کا ایک پروگرام بنا کر اس کا
اعلان کیا گیا ہے اور اس کو ۴۷ء کا نقطہ مرکزی بتایا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ برلن مسجد
کی مرمت کے لئے روپیہ جمع کیا جائے۔ اس غرض کے لئے امیر غیر مبائعین نے ایک خاص اپیل
بھی لکھی ہے۔ اور غیر مبائعین کو حکم ہوا ہے۔ کہ جہاں جہاں کوئی امیر غیر احمدی ہو اس کے متعلق
ان کے دفتر کو اطلاع دی جائے تاکہ اس کو یہ اپیل بھجوائی جا سکے۔

ہمیں اس بات سے تو کوئی غرض نہیں کہ غیر مبائعین کہاں سے روپیہ فراہم کرتے ہیں۔ اور
پھر وہ روپیہ کہاں جاتا ہے لیکن ہم ایک بات ضرور کہیں گے کہ جب انکی آمدنی کا اکثر حصہ غیر احمدیوں
کی جیبوں سے آتا ہے۔ تو وہ مبائعین کے مقابل پر اپنی آمدنی کو اپنی ترقی کا نشان کس طرح بتا
سکتے ہیں۔ اور پھر کس طرح اپنے وجود کو فخریہ پیش کر سکتے ہیں۔ کجا وہ جماعت جو خود اپنی جیبوں
سے رقمیں دیتی ہے۔ اس کے امیر اور غریب مرد اور عورتیں پیٹ کاٹ کر قوم کی خاطر قربانیاں
کرتے ہیں اور پھر اس کا صحیح مصرف بھی کرتے ہیں۔ اور کجا وہ قوم جو غیروں کی جیبوں سے روپے نکلوا کر
یہ مشہور کرتے ہیں کہ ہم نے قربانیاں کی ہیں اور پھر اس روپیہ کو اس کے مصرف میں خرچ بھی نہیں کرتے
ان دونوں جماعتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو ہر دیکھنے والے کو نظر آ سکتا ہے۔ کیونکہ اول الذکر

جماعت تو دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ اور مؤخر الذکر ہر گھڑی تنزل کے گڑھے میں گرتی جا رہی ہے۔

۵۔ مولوی محمد علی صاحب حضرت امیر المومنین کے نقش قدم پر

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ابتدائے خلافت میں اس بات کا اعلان کیا کہ خلیفہ وقت کا ایک کام تعلیم کتاب بھی ہے۔ چنانچہ حضور نے اس کے مطابق جماعت کے لئے مختلف مواقع پیدا کئے اور مختلف تحریکات بھی کیں۔ جن کے نتیجہ میں جماعت کے سب افراد قرآن مجید کو باترجمہ سمجھنے والے بن جائیں۔ الحمد للہ کہ مولوی محمد علی صاحب کو بھی بر وقت ہوش آگئی۔ اور انہوں نے بھی ۲۹ر جنوری کے اخبار پیغام میں اس بات کا اعلان کیا ہے۔ کہ ان کی جماعت کے ساتھ وابستگان کو قرآن مجید کا ترجمہ سیکھنا چاہیئے۔ اور یہ کہ اس بارے میں خاص جد و جہد کی جائے۔ نہ معلوم مولوی صاحب نے یہ ثواب کا کام اب کیوں شروع کیا۔ حالانکہ وہ تیس سال سے ایک جماعت کے پریذیڈنٹ ہیں۔ اور اس وقت ہوئے کہ اب تک انکی توجہ اس طرف مبذول نہ ہوئی شائد وہ یہ سمجھتے ہوں کہ پریذیڈنٹ کا کام تو ایسی تحریکات کا جاری کرنا نہیں۔ یہ تو صرف نبی کے خلیفہ کا کام ہے اور وہ خلیفہ تو ہیں نہیں وہ صرف پریذیڈنٹ ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ انہیں جس بات نے اب یہ تحریک جاری کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس کو بیان کریں گے۔

۶۔ ہر دلعزیز بننے کی خواہش

غیر مبائعین کی بھی عجیب حالت ہے۔ ایک طرف تو عوام مسلمانوں کو کافر کہہ کر اپنی ہر دلعزیزی کو کھونا نہیں چاہتے۔ دوسری طرف ان کے دل یہ گواہی دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اس لئے انہوں نے اس قسم کی عبارات ایجاد کر لیں ہیں جن سے غیر احمدیوں کو مسلمان بھی کہہ سکیں اور کافر بھی۔ تاکہ دل کی خواہش بھی پوری ہو جائے اور ہر دلعزیزی بھی نہ جائے چنانچہ اخبار پیغام صلح ۸ر جنوری میں اس قسم کی ایک عبارت لکھی گئی ہے۔ جو ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے نقل کی جاتی ہے۔ لکھا ہے کہ "اگر سارے مسلمان اس جماعت میں شامل ہو جاتے۔ تو آج سارا ہندوستان مسلمان ہوتا" ادنیٰ تدبر سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس عبارت میں غیر احمدیوں کو اسلام سے خارج کیا گیا ہے اور انہیں کافر قرار دیا گیا ہے لیکن لکھنے والے نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن سے غیر احمدیوں کو یہ بات نہ کھٹکے۔ حالانکہ قرآن مجید نے لو تدھن فید ھنون کی اجازت نہیں دی۔ جو بات صاف اور صحیح ہو۔ اس کو

کھلم کھلا بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس غیر مبائعین اگر غیر احمدیوں کو کافر کہتے ہوں۔ تو انہیں اس کا برملا اعلان کرنا چاہیئے نہ کہ گول مول الفاظ میں۔

۷۔ افسوسناک بات

خلاف واقعہ باتیں بیان کرنا اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہے لیکن غیر مبائعین اور ان کے امیر اس بات کو اپنے پروپیگنڈا میں قطعاً ملحوظ نہیں رکھتے۔ چنانچہ ہم فرقان ۱۹۴۶ء میں اس کے متعلق متعدد مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ حیرانگی کی بات ہے کہ ہمارے توجہ دلانے کے باوجود یہ لوگ کیوں اس طریقہ کار سے باز نہیں آتے۔

چنانچہ جلسہ سالانہ ۱۹۴۶ء کے موقع پر امیر غیر مبائعین نے جو تقریر کی وہ پیغام ۱۵؍ جنوری ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں بھی پرانے اصول پر عمل کیا گیا ہے آپ فرماتے ہیں۔ "میں نے ۱۹۴۶ء میں سکندر آباد کے جلسہ میں اس بات کا اعلان کیا۔ کہ جن مسائل میں ہمارا اختلاف ہے۔ ان پر میں دو دفعہ حلف اُٹھا چکا ہوں۔ میاں صاحب کیوں حلف نہیں اُٹھاتے" مولوی صاحب نے یہ بیان حقیقت کے خلاف جان بوجھ کر دیا ہے۔ کیونکہ ہم نے غیر مبائعین کے جلسہ سالانہ پر ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ جس میں ہم نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اُٹھائے ہوئے حلف کے اصل الفاظ نقل کئے تھے۔ ایسے ہی فرقان ماہ دسمبر ۱۹۴۶ء میں حضور کے متعدد مرتبہ اپنے خلافت کے زمانہ میں اُٹھائے ہوئے حلف کے الفاظ دُہرائے گئے تھے۔ اسی طرح مکرم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی طرف سے ایک رسالہ شائع کیا ہوا ہے۔ اس میں حضور کے متعدد مرتبہ حلف اٹھانے کا ذکر ہے۔ لیکن اس حقیقت کے باوجود امیر غیر مبائعین نے برملا جلسہ سالانہ کے موقع پر کہہ دیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز حلف اُٹھانے سے گریز کرتے چلے آتے ہیں۔

امیر غیر مبائعین کا یہ طریق آفتاب کے نصف النہار پر ہونے کے باوجود اس کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ ہم ہر غیر مبائع دوست سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے امیر صاحب کے بیان کو پڑھے اور پھر ہمارے شائع شدہ اشتہاروں۔ ٹریکٹوں اور فرقان ماہ دسمبر کو پڑھے اور فیصلہ کرے کہ کیا مولوی صاحب کا یہ بیان درست ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح حلف سے گریز کرتے چلے آئے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم مولوی صاحب سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ وہ دو مرتبہ حلف اُٹھا چکے ہیں انکی صداقت کو ثابت کرنیکے لئے تاریخ حلف اور اس کے الفاظ شائع کریں تا دنیا کو ان کے مزعومہ حلف کی حقیقت سے آگاہ کیا جا سکے۔

زندہ خدا کا زندہ نشان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور

(ابو المنیر نور الحق نائب مدیر)

یہ زمانہ ترقی اور روشنی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس روشنی کے زمانہ میں مختلف اقوام بجائے اس کے کہ مالک حقیقی تک پہنچنے کی کوشش کریں اور ان وسائل کو اختیار کریں جو قطعی طور پر اس تک پہنچانے والے ہیں۔ انھوں نے خدا کی ہستی کا انکار کر دیا اور لامذہبیت کی رو میں بہ گئیں اور وہ لوگ جو کسی مذہب کے قائل رہے وہ بھی اس کو ایسے رنگ میں پیش کرنے لگے جو لوگوں کو مذہب کی طرف مائل کرنے کی بجائے نفرت دلانے کا موجب ہو گیا۔

نشانِ رحمت

اس خطرناک زمانہ میں خدا تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور اس نے چاہا کہ وہ دنیا پر اپنی ہستی کو ظاہر کرے اور اپنے تک پہنچنے کا صحیح راستہ لوگوں کو دکھائے۔ چنانچہ اس نے اس غرض کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور موعود کل ادیان بنا کر قادیان کی بستی میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے صدہا نشانات دکھا کر اس بات کو ثابت کر دیا کہ زندہ خدا موجود ہے اور اس تک پہنچنے کا صحیح راستہ صرف مذہب اسلام ہی ہے۔ آپ نے دنیا کے سامنے جو نشانات پیش کئے ان میں سے سب سے بڑا اور زندہ نشان جو اب بھی سب دنیا ملاحظہ کر سکتی ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فروری ۱۸۸۶ء میں آپ کو الہاماً بتایا کہ آپ کے ہاں ایک لمبی عمر پانے والا لڑکا پیدا ہوگا جو بہت بڑی استعدادیں لے کر اس دنیا میں آئے گا۔ بڑا ہو کر آپ کی طرح زندہ نشانات دکھائیگا اور آپ کے لائے ہوئے مشن کو کامیاب کرے گا۔ خدا اس سے کثرت سے ہمکلام ہوگا اور اس کا وجود خدا کی ہستی کا ایک زندہ ثبوت ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور ۱۸۸۹ء میں یہ پسر موعود پیدا ہوا۔ اور ۱۹۱۴ء

میں پچیس ۲۵ سال کی عمر میں جماعت احمدیہ کی قیادت آپ کے ہاتھ میں آئی۔ اور آپ کے طفیل جماعت احمدیہ نے دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کی۔

پسر موعود کی پیشگوئی

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جنوری ۱۸۸۶ء میں حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب بانئے جماعت احمدیہ اپنے تین ہمراہیوں سمیت ہوشیار پور تشریف لے گئے اور چالیس دن تک پوری خلوت نشینی اختیار فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمکلامی کا شرف بخشا۔ اور مستقبل کے متعلق بہت سی اہم بشارات دیں۔ اُن میں سے ایک بشارت یہ تھی کہ آپ کے ہاں بہت **بڑی شان والا ایک لڑکا** پیدا ہوگا۔ مجاہدہ عظیمہ کے خاتمہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خبر ایک عام اشتہار کے ذریعہ لوگوں میں مشتہر کر دی۔ اس اشتہار کی وہ عبارت جو پسر موعود کے ساتھ تعلق رکھتی ہے حسب ذیل ہے۔

"خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:۔

میں تجھے ایک **رحمت کا نشان** دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا **نشان** تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا **نشان** تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان لاتے اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے **بشارت** ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا

ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموایل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے۔ مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء۔ کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائیگا وکان امرًا مقضیًا۔"

پیشگوئی کی اہمیت

الغرض یہ وہ الفاظ ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے ہاں ایک ذیشان لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی۔ اور اس کو آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ لوگوں میں شائع کر دیا یہ عظیم الشان غیبی خبر خدا تعالیٰ کے وجود کا پتہ دے رہی تھی۔ کیونکہ علم غیب سوائے خدا تعالیٰ کے کسی اور کو حاصل نہیں۔ کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا ایک گھنٹہ زندہ رہنا یقینی ہے چہ جائیکہ وہ یہ خبر دے سکے وہ خود بھی ایک لمبا عرصہ زندہ رہے گا۔ اور پھر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ لڑکا ذیشان ہوگا۔ بس یہ خبر ایک ایسی خبر تھی جس کے دیئے جانے کا منشاء یہی تھا کہ تا لوگ جان لیں کہ عالم الغیب خدا موجود ہے۔ اور ایسے نشان کے وقوع پذیر ہونے کے بعد پھر کسی قسم کی باتیں بنانا

سخت ناگوار گذرتا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس خبر کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بھی فرما دیا کہ آپ لوگوں میں اعلان فرما دیں کہ اگر اس نشان کے واقع ہونے کے بعد پھر کسی نے یہ کہنا ہے کہ ایسا نشان کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تو وہ بھی اس قسم کا نشان دکھائے جانے کی کوشش کرے۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر اس تحدی کے باوجود پھر بھی کوئی اس کے مقابل پر نشان دکھلانے کی جرأت نہ کرے تو پھر اس پیشگوئی کے وقوع پذیر ہونے پر باتیں بنانا جرم ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ تحدی شائع کر دی جس کے الفاظ خدا تعالیٰ کے کہے ہوئے تھے۔ اور وہ یہ ہیں:۔

پیشگوئی کے متعلق تحدی

"اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشانِ رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اس اشتہار کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا اور اس میں پسر موعود کے پیدا ہونے کی مدت بھی مقرر فرما دی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا (مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) بموجب وعدہ الٰہی نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا۔" (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

پسر موعود کے متعلق آپ کی اس نو سالہ مدت کی تعیین پر بعض مخالفوں نے نکتہ چینی کی اور لکھا کہ نو سال میعاد بہت زیادہ ہے اور اس میں کافی گنجائش ہے۔ لوگوں کے اس اعتراض پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار دیا۔ چنانچہ اس میں آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی۔ اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔"

(اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء)

پھر فرمایا:۔

"نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی اولاد خواہ مخواہ پیدا ہوگی چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے۔"

(اشتہار محک اخیار و اشرار)

ارہاص پسر موعود

اِن سب خبروں کے شائع ہو جانے کے بعد ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور آپ نے اُس کا نام بشیر احمد رکھا لیکن یہ بچہ ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو وفات پا گیا۔ اسکی وفات پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے پیشگوئی تو یہ کی تھی کہ آپ کے ہاں زندہ رہنے والا اور شان و شوکت والا لڑکا پیدا ہوگا لیکن لڑکا پیدا ہو کر فوت ہو گیا۔ اس لئے آپ کی پیشگوئی درست نہ نکلی۔ مخالفین کے ان اعتراضات کے جواب میں حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار سبز اوراق پر شائع فرمایا جس میں بتایا کہ بشیر احمد کے وفات پا جانے سے عظیم الشان لڑکے کے متعلق پیشگوئی پر کسی قسم کا منہ کھولنا درست نہیں۔ کیونکہ آپ نے کبھی بھی یہ تحریر نہیں کیا۔ کہ پیشگوئی کے بعد پہلا لڑکا جو پیدا ہوگا۔ وہ اصل پیشگوئی کا مصداق ہوگا۔ بلکہ اس کے خلاف آپ یہ لکھ چکے ہیں کہ نو سال کے اندر پیدا ہونے والی اولاد میں سے کوئی ایک لڑکا پسر موعود ہوگا۔ پس بشیر احمد کی وفات سے اصل پیشگوئی پر حرف نہیں آتا۔ بلکہ اس پیشگوئی کے درست ہونے کے نشانات ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ کیونکہ پیشگوئی کے ابتدا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پسر موعود کے پیدا ہونے سے پہلے ایک اور لڑکا پیدا ہوگا جو بالآخر وفات پا جائے گا اور اس کے بعد پھر وہ موعود لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ اس اشتہار کے بعض حصے جو اس مضمون کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) "خدا تعالےٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ وہ روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔"

(سبز اشتہار صفحہ ۱۷ حاشیہ)

(۲) "بذریعہ الہام صاف طور پر یہ کھل گیا کہ یہ سب عبارتیں (خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموایل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے

اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ ناقل)
پسر متوفی کے حق میں ہیں۔ اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے
شروع ہوتی ہے۔ "اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔"
پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا ہے اور نیز دوسرا نام اُس کا
محمود اور تیسرا نام اُس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر
کیا گیا ہے۔" (سبز اشتہار صفحہ ۲۱ حاشیہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک خط حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب کو جو بعد میں
آپ کی جماعت کے پہلے خلیفہ ہوئے لکھا۔ آپ اس میں فرماتے ہیں:۔

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جو بظاہر ایک
لڑکے کی بابت پیشگوئی سمجھی گئی تھی۔ وہ درحقیقت دو لڑکوں کی بابت پیشگوئی تھی
یعنی اشتہار مذکور کی پہلی یہ عبارت کہ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا
نام عنموایل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے وہ رجس سے پاک ہے
وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ یہ تمام عبارت اُس پسر متوفی کے
حق میں ہے۔ اور مہمان کا لفظ جو اس کے حق میں استعمال کیا گیا ہے یہ اس کی چند
روزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے
اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے۔ اور بعد کا وہ فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے
اور آخیر تک اسی کی تعریف ہے۔"

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پہلا لڑکا پیدا ہوا اور وہ وفات پا گیا۔
اور اس سے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔ اور وہ لڑکا جسے مہمان کر کے
پکارا گیا تھا وہ سولہ ماہ زندہ رہ کر فوت ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل پیشگوئی کو
پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فوت ہونے والے لڑکے کے معاً بعد پسر موعود نے پیدا ہونا تھا
چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سبز اشتہار میں اس بات کو لوگوں کے سامنے ان الفاظ
میں رکھا:۔

"سوائے وے لوگو جنھوں نے ظلمت کو دیکھا (یعنی بشیر احمد کی وفات کو۔ اور لوگوں
کے اعتراض کو) خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی (یعنی مصلح موعود

کی پیدائش آئے گی"۔ (سبز اشتہار صفحہ ۱۷)

الغرض بشیر احمد کی وفات پر جو اشتہار شائع ہوا اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اصل پیشگوئی کی مزید وضاحت فرمائی اور وہ خبریں جو مزید طور پر آپ کو پسر موعود کے متعلق ملی تھیں اُن کو شائع فرمایا۔ ان اخبار میں سے یہ بھی تھا کہ پسر موعود کے بہت سے نام الہامی طور پر رکھے گئے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

فضل عمر۔ بشیر ثانی۔ محمود احمد۔ اولوالعزم۔ مصلح موعود۔ یوسف۔ سبز اشتہار کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پسر موعود نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہونا تھا۔

پسر موعود کی ولادت

سو اس اشتہار اور الہامی تفصیلات کے شائع کر دینے کے بعد ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کی پیدائش پر آپ نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"خدائے عزّوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ ہجری روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالےٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر اب تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں تو دوسرے وقت میں ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزّوجل اس دن کو ختم نہیں کریگا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا ؎ اے فخر رسل قرب تو معلوم شد + دیر آمدۂ زراہ دُور آمدۂ

پس اگر حضرت باری جلشانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اس قدر دیر ہے کہ جو اس پسر کے پیدا ہونے سے جس کا نام بطور تفاول بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔"

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ پیدا ہونے والا لڑکا ہی مصلح موعود معلوم ہوتا ہے اور اس لئے اس کے نام بھی وہی رکھے جو پسر موعود کے تھے لیکن فرمایا کہ پورے انکشاف کے بعد دوستوں کو اطلاع دے دی جائے گی۔ . . . .

پسر موعود کی تعیین

پسر موعود کی پیشگوئی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک کتاب سراج منیر تصنیف فرما رہے تھے اور اسکی تالیف کی غرض یہ تھی کہ تا منکرین اسلام کو ان زندہ نشانوں کی طرف توجہ دلائیں جو آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور حضور علیہ السلام کی خواہش تھی کہ پسر موعود کا سب سے بڑا نشان ظاہر ہو جاوے تو حضور اس کتاب میں درج فرماویں اور اسی انتظار میں اس کتاب کو روکے رکھا۔ چنانچہ جب وہ غرض پوری ہو گئی جسکی وجہ سے وہ کتاب اشاعت پذیر ہونے سے رکی ہوئی تھی تو یہ کتاب طبع ہو گئی۔ جس میں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اپنے ہاں لڑکا تولد ہونے کی خبر پر مشتمل اشتہار میں جو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ پسر موعود کے متعلق کامل انکشاف سے اطلاع دی جائے گی۔ وہ اطلاع دوستوں کو دے دی اور اس طرح بتا دیا کہ پسر موعود پیدا ہو چکا ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود احمد کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہارات شائع کئے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے۔" (سراج منیر صفحہ ۳۲)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۸۶ء ماہ فروری میں پسر موعود کے متعلق پیشگوئی کی اور پھر اس کے پیدا ہونے کی مدت نو سال مقرر فرمائی جو ۲۲ مارچ ۱۸۹۵ء کو ختم ہوئی اور مئی ۱۸۹۷ء میں حضور نے اپنی کتاب سراج منیر کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیدی کہ پسر موعود وہ لڑکا ہے جو آپ کے ہاں ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا۔ اور اس کا نام محمود احمد

رکھا گیا۔ گویا اس طرح پیشگوئی کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔ اور بقیہ حصہ جو اس کے ذی شان اور مصداق علامات ہونے کو ظاہر کرنے والا تھا باقی رہ گیا۔

پسر موعود کا شباب اور دعویٰ

یہ پسر موعود خدا کے سایہ میں اپنی عمر کے منازل کو طے کرنے لگا اور چونکہ خدا کا وعدہ تھا کہ وہ آپ کو ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کرے گا۔ اس لئے اس الٰہی کلام کے شان کے ساتھ پورا ہونے کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ دنیا اس کو کچھ سکھائے اس لئے وہ عام علوم دسویں جماعت تک ہی پڑھ سکا اور دنیوی اُستادوں سے اس نے کچھ نہ سیکھا۔ آخر جب آپ اپنی عمر کے پچیسویں سال میں پہنچے تو آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے خلیفہ بنے۔ اگرچہ جماعت احمدیہ کے اکابر لوگ آپ کے خلاف تھے لیکن خدا نے آپ کو زور آور ہاتھ سے اس مقام پر فائز کر دیا۔ اور لوگوں کی مخالفتیں کچھ نہ کر سکیں اور اس وقت سے لے کر اب تک آپ ہی جماعت احمدیہ کے امام چلے آرہے ہیں۔ باوجود اسکے کہ آپ نے دنیوی علوم کسی استاد سے نہیں سیکھے لیکن خدا نے آپ کو ایسی تعلیم دی ہے کہ کسی فن کا ماہر جب آپ سے بات کرتا ہے تو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ آپکے سامنے طفل مکتب ہے۔ قرآنی علوم خدا نے آپ کو اتنے سکھائے ہیں کہ باوجود آپ کے لوگوں کو مقابل پر بلانے کے کوئی مقابلہ کے لئے نہیں نکلا۔

آپ کو جنوری ۱۹۴۴ء کے پہلے ہفتہ میں خدا تعالےٰ نے اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعوٰی کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اس کا اعلان متعدد مقامات پر کر دیا۔

پیشگوئی کی علامات کا ظہور

پھر علامات نے اس بات کی گواہی دی کہ آپ ہی پسر موعود ہیں۔ کیونکہ آپ کی خلافت کے چونتیس سال یہ بات روز روشن کی طرح واضح کر دکھاتے ہیں کہ کس طرح ۲۰ ؍ فروری ۱۸۸۶ء اور سبز اشتہار میں بیان شدہ علامات اور پیشگوئیاں آپ پر صادق آتی ہیں اور کس طرح سے خدا کا کلام پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ علامات جس طرح آپ پر صادق آتی ہیں اختصاراً درج کی جاتی ہیں۔

(۱) پہلی علامت یہ تھی کہ پسر موعود کے ناموں میں سے ایک نام فضل عمر ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے خلیفہ ہونگے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ دوسرے خلیفہ بنے۔

(۲) دوسری علامت یہ تھی کہ "وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔" چنانچہ یہ علامت بھی آپ میں پائی جاتی ہے اور ہر ایک شخص اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے آپ کثرت سے دین کی خاطر دولت کو خرچ کرتے ہیں۔ اور غرباء کی خبر گیری کرتے ہیں۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ "وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔" یہ علامت بھی آپ میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ ظاہری لحاظ سے اس طور پر کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں۔ اور آپ کی دعاؤں سے کثرت سے ظاہری مریضوں نے شفا پائی۔ پھر روحانی لحاظ سے اس طور پر کہ آپ کے ذریعہ سے لاکھوں انسان احمدیت میں داخل ہوئے اور اس طرح انہوں نے روحانی بیماریوں سے شفا پائی۔

(۴) چوتھی علامت یہ ہے کہ وہ "کلمۃ اللہ" ہے۔ یعنی خدا اُس سے کثرت سے ہمکلام ہوگا چنانچہ یہ علامت بھی آپ میں پائی جاتی ہے۔ بچپن سے آپ کو الہام اور کشوف ہوتے ہیں۔ اس جنگ عظیم کے بارہ میں بہت سی اہم خبریں آپ کو بتائی گئیں۔ اور وہ شائع کی گئیں اور اسی طرح سے پوری ہوئیں جس طرح آپ کو بتائی گئی تھیں۔

(۵) پانچویں علامت یہ ہے کہ "سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔" یہ علامت بھی آپ میں پائی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ نے ظاہری علوم کسی اُستاد سے نہیں پڑھے لیکن جب کوئی ماہرِ فن آپ سے بات کرتا ہے تو وہ آپ کے سامنے طفلِ مکتب معلوم ہوتا ہے۔ قرآنی علوم آپ کو اس قدر ملے ہیں کہ باوجود دُنیا کے علماء کو چیلنج دینے کے بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے آج تک کوئی نہیں نکلا۔

(۶) چھٹی علامت یہ ہے کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔" چنانچہ یہ علامت بھی آپ میں پائی جاتی ہے کیونکہ مرزا سلطان احمد صاحب جو آپ کی دوسری والدہ سے بھائی تھے وہ سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ تھے اور آپ کی حقیقی والدہ میں سے تین بھائی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو کامیاب کر رہے تھے پھر آپ کے ہاتھ پر مرزا سلطان احمد صاحب نے بیعت کر لی اور اس طرح سے تین سے چار بھائی رُوحانی لحاظ سے بھی ہوگئے۔

(۷) ساتویں علامت یہ ہے کہ "وہ مظہر الاوّل والآخر ہوگا۔" اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مصلح موعود نے جماعت کا ابتدائی زمانہ بھی دیکھا ہوگا۔ اور پھر ترقی کا زمانہ بھی دیکھے گا چنانچہ ایسے ہی ظہور میں آیا۔ آپ نے ابتدائی زمانہ بھی دیکھا۔ اور اب ترقی بھی آپ نے دیکھی

(۸) آٹھویں علامت یہ ہے کہ "اسیروں کی رستگاری کرے گا۔" ظاہری لحاظ سے اس طرح یہ علامت پوری ہوئی کہ آپ کو کشمیر کے باشندوں کی مدد کرنی پڑی اور آپ نے اُن کو حقوق دلوائے اور روحانی لحاظ سے اس طرح پوری ہوئی کہ آپ کے ذریعہ لاکھوں شیطان کے غلام اس کے پنجہ سے نجات پاکر خدا کے بندے بن گئے۔

(۹) نویں علامت یہ ہے۔ "وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔" چنانچہ یہ علامت بھی پوری ہوئی۔ اور آپ نے سینکڑوں مبلغ اپنی جماعت کے ہندوستان کے باہر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجے۔ جن کے ذریعہ سے مختلف اقوام کے لاکھوں لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور لوگوں میں آپ کی شہرت ہوئی۔ اور قوموں نے آپ سے برکت پائی۔ اور آئندہ یہ پیشگوئی زیادہ روشن اور واضح طور پر پوری ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔ کیونکہ اب مبلغین جماعت احمدیہ کثرت سے باہر جا رہے ہیں۔

الغرض یہ وہ نشانِ رحمت ہے جو آج سے پچاس سال قبل حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دکھائے جانے کا وعدہ دیا گیا تھا اور حسب وعدہ پوری آب و تاب سے پورا ہوا۔ اور اس زمانہ میں یہ "زندہ نشان" آفتاب آمد دلیل آفتاب کی طرح اپنی صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔

کاش لوگ اس چمکتے ہوئے نشان کو دیکھیں۔ اور اس فانی دنیا کی محبت سے مُنہ موڑ کر آستانہ الوہیت پر جُھک جائیں اور خاتم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا نجات دہندہ اور خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا تسلیم کریں اور آپ کے لائے ہوئے قرآن کی سچی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اُن آسمانی علوم اور زمینی نعمتوں کے وارث ہوں جو ان باتوں کے ماننے والوں کو دیئے جانے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ پسر موعود کے نشان کی یہی غرض اور یہی مقصد ہے۔

حضرت مصلح موعود کی صداقت پر اہم شہادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر المومنین مصلح موعود کی پیدائش کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ "وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خبر کو ہم حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے قوموں کو برکت دینے کے لئے دُنیا کے سب ممالک و اطراف میں مندرجہ ذیل مبلغین بھجوائے ہیں۔

(۱) انگلستان

انگلستان میں مندرجہ ذیل مجاہدین تبلیغ کر رہے ہیں :-

(۱) چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی اے ایل ایل بی۔

(۲) حافظ قدرت اللہ صاحب مولوی فاضل۔

(۳) چودھری ظہور احمد صاحب باجوہ بی اے۔

(۴) مسٹر بشیر احمد صاحب آرچرڈ (انگریز نومسلم مشنری)

(۲) فرانس

فرانس میں ملک عطاء الرحمن صاحب اور مولوی عطاء اللہ صاحب کام کر رہے ہیں۔

(۳) ہسپانیہ

ہسپانیہ میں مولوی محمد اسحاق صاحب ساقی اور چودھری کرم الٰہی صاحب ظفر تبلیغی جہاد میں مصروف ہیں۔

(۴) اٹلی

اٹلی میں ملک محمد شریف صاحب اور مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل (مقیم سسلی) اور مولوی محمد عثمان صاحب مولوی فاضل فریضہ تبلیغ بجالا رہے ہیں

(۵) سوئٹزرلینڈ

سوئٹزرلینڈ میں ہمارے نوجوان مجاہدین شیخ ناصر احمد صاحب بی اے۔ اور چودھری عبداللطیف صاحب بی اے۔ اور مولوی غلام احمد صاحب بشیر مولوی فاضل کام کر رہے ہیں۔

یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ

(۱) شکاگو

شکاگو یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں صوفی مطیع الرحمن صاحب ایم اے۔ اور چودھری خلیل احمد صاحب بی اے تبلیغ کر رہے ہیں۔

(۲) پیٹسبرگ

پیٹسبرگ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں مرزا منور احمد صاحب پیغام احمدیت پہنچا رہے ہیں۔

جنوبی امریکہ

ارجنٹائن۔ جنوبی امریکہ میں مولوی رمضان علی صاحب مولوی فاضل تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور چودھری غلام رسول صاحب مولوی فاضل لنڈن میں ہیں۔ اور جنوبی امریکہ جانے والے ہیں۔ اور مولوی عبدالقادر صاحب عنقریب برازیل بھیجے جائیں گے۔

(۱) گولڈ کوسٹ (مغربی افریقہ)

گولڈ کوسٹ مغربی افریقہ میں مولوی نذیر احمد علی صاحب۔ اور مولوی عبدالخالق صاحب مولوی فاضل اور ملک احسان اللہ صاحب اور مولوی بشارت احمد صاحب بشیر مولوی فاضل اور بشیر احمد صاحب نسیم فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔

(۲) سیرالیون (مغربی افریقہ)

سیرالیون کے مختلف شہروں میں مولوی محمد صدیق صاحب مولوی فاضل اور ملک محمد احسان الٰہی صاحب اور چودھری نذیر احمد صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب مولوی فاضل اور مولوی محمد اسحاق صاحب صوفی مولوی فاضل تبلیغ کر رہے ہیں۔

(۳) نائیجیریا۔ (مغربی افریقہ)

نائیجیریا میں مولوی فضل الرحمن صاحب حکیم اور مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی بی اے فریضہ تبلیغ ادا کر رہے ہیں۔

(۴) ٹیبورا (ٹانگانیکا) (مشرقی افریقہ)

ٹیبورا (ٹانگانیکا) میں شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل اور مولوی نور الحق صاحب انور اور نیروبی میں چودھری عطاء اللہ صاحب تبلیغ کر رہے ہیں۔ پانچ اور مبلغ ۹½ کو روانہ ہو گئے ہیں۔

(۵) جنوبی افریقہ

جنوبی افریقہ میں ہمارے بھائی ڈاکٹر یوسف سلیمان صاحب تبلیغ کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

(۶) ایبی سینیا

ایتھوپیا (حبشہ) میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب بوقت فرصت تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔

(۱) فلسطین

فلسطین میں مولوی محمد شریف صاحب مولوی فاضل تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اور مولوی رشید احمد صاحب چغتائی پہنچ چکے ہیں۔ ایک اور مبلغ جانے کو تیار ہیں۔

(۲) شام و لبنان (ایشیا)

شام و لبنان میں اس وقت مولوی نور احمد صاحب منیر تبلیغ کر رہے ہیں۔

(۳) عدن

عدن میں مولوی غلام احمد صاحب تبلیغ کرتے ہیں۔

(۴) ایران

ایران میں دو مجاہد شیخ عبدالواحد صاحب مولوی فاضل اور مولوی صدر الدین صاحب مولوی فاضل کام کر رہے ہیں۔

ہندوستان

(۱) پنجاب

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب لاہور۔
مکرم مرزا حسام الدین صاحب مکیریاں ضلع ہوشیارپور
مکرم مولوی عبدالغفور صاحب شیخوپورہ اور لائل پور

(۲) شمال مغربی سرحدی صوبہ

مکرم مولانا غلام رسول صاحب راجیکی پشاور۔

(۳) سندھ

مکرم مولوی غلام احمد صاحب فرخ۔ انکے علاوہ اور بھی آنریری مبلغ دورہ پر جاتے رہتے ہیں۔
کراچی۔ مکرم سید احمد علی صاحب

(۴) بمبئی۔ مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر۔
(۵) مہاشہ محمد عمر صاحب
(۶) یوپی مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی
مکرم مولوی فضلدین صاحب۔ مکرم مولوی منظور احمد صاحب۔ مکرم مولوی محمد منور صاحب۔
(۷) بہار مکرم مولوی چراغ دین صاحب۔
(۸) بنگال و اوڑیسہ۔ مکرم مولوی محمد سلیم صاحب۔ مکرم سید اعجاز احمد صاحب۔
مکرم مولوی ظل الرحمٰن صاحب۔
(۹) حیدرآباد (دکن) مکرم مولوی عبدالمالک صاحب
(۱۰) مالابار۔ مکرم مولوی عبداللہ صاحب مالاباری
(۱۱) ریاست جموں و کشمیر مکرم مولوی محمد حسین صاحب

نوٹ ۱۔ ان کے علاوہ تقریباً ۷۵ مبلغین اس وقت دیہات میں کام کر رہے ہیں۔ ۵۰ مزید دیہاتی مبلغین اور تیار ہیں جو مختلف مقامات پر متعین ہونگے

نوٹ ۲۔ سکھ صاحبان میں تبلیغ کے لئے الگ دو گیانی صاحبان۔ مکرم گیانی عباد اللہ صاحب اور گیانی واحد حسین صاحب کام کر رہے ہیں۔

ماریشس

جزیرہ ماریشس میں حافظ جمال احمد صاحب سالہا سال سے فریضہ تبلیغ بجا لا رہے ہیں۔

سنگاپور (ملایا)

سنگاپور میں مولوی غلام حسین صاحب ایاز اور مولوی امام الدین صاحب مولوی فاضل اور مولوی عبدالحی صاحب مولوی فاضل۔ اور مولوی محمد سعید صاحب انصاری تبلیغ میں مصروف ہیں۔

جاوا (جزائر شرق الہند)

جاوا میں مولوی رحمت علی صاحب مولوی فاضل اور ملک عزیز احمد صاحب اور سید شاہ محمد صاحب اور مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری فریضہ تبلیغ ادا کر رہے ہیں

سماٹرا۔ میں مولوی طاہر احمد صاحب مولوی فاضل کام کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ جاوا اور سماٹرا کے مقامی مبلغین بھی کام کرتے ہیں۔

بورنیو۔ مولوی محمد زہدی صاحب مولوی فاضل بورنیو میں تبلیغ کے لئے پہنچ چکے ہیں۔

ان مبلغین کے علاوہ جو مرکز کی طرف سے حضرت امیرالمومنین مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی ہدایت کے ماتحت مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بجا لا رہے ہیں۔ بہت سے لوکل مبلغین بھی ہیں جو مبلغین کی ہدایت کے ماتحت تبلیغ اسلام کرتے ہیں۔ ان ممالک کے علاوہ بہت سے اور ممالک میں عنقریب مشن کھولے جانیکے لئے پندرہ مبلغین تیار ہو رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعود کی طرف سے پیشکردہ فیصلہ کُن تجاویز

اور

مولوی محمد علی صاحب کی بمعنی خاموشی

مکرم ملک فیض الرحمن صاحب فیضی ایم اے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اختلاف سلسلہ کو دُور کرنے کے لئے مختلف اوقات میں مختلف تجاویز مولوی محمد علی صاحب کے سامنے پیش کی ہیں۔ ان فیصلہ کُن تجاویز میں سے تین وہ تجاویز ہیں جن کا حضور نے ۱۹۴۶ء کے جلسہ سالانہ پر ذکر فرمایا تھا۔ اور وہ تجاویز حسب ذیل ہیں:-

۱۔ حضور نے فرمایا۔ میں نے آسان طریقے فیصلے کے خود انکے سامنے بارہا پیش کئے ہیں وہ ان پر چلکر کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے۔ مثلاً میں نے بارہا کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہمارے جو عقائد تھے اور جنکی ہم اشاعت کرتے رہے وہی درست عقائد ہیں۔ وہ اس زمانہ کی میری تحریروں میں سے عقائد نکال لیں اور میں انکی تحریروں سے انکے عقائد نکال لیتا ہوں اور پھر دونوں اپنی اپنی تحریر کے نیچے لکھ دیں۔ کہ آج بھی ہمارے یہی عقائد ہیں اور پھر ان کو شائع کر دیں۔ ہاں کوئی فریق اگر دوسرے کی تحریر کو ادھورا پیش کرے تو ادھورا حوالہ پورا کرانے کا حق ہوگا۔ یا وہ ایسا حوالہ اسی زمانہ کا لکھوا سکتا ہے جو اس حوالہ کا شارح ہو اس پر جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

۲۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری زمانہ میں نبوت کی جو تشریح فرمائی وہ حضور کے رسالہ ایک غلطی کے ازالہ میں موجود ہے مگر وہ (یعنی محمد علی صاحب) کہتے ہیں کہ اس رسالہ میں بھی وہی بیان ہے اور وہی تشریح ہے۔ جو حضرت مسیح موعود پہلے زمانہ میں نبوت کی کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس رسالہ پر ہم دونوں دستخط کر دیں اور لکھ دیں کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے مگر وہ اس طریق کے مطابق بھی فیصلہ کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

۳۔ ایک اور طریق ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک حلفیہ بیان عدالت میں دیا تھا وہ اپنی اس شہادت پر دستخط کر دیں اور لکھ دیں کہ آج بھی میرا یہی عقیدہ ہے۔ میں بھی اس پر دستخط کر دونگا میرا بھی یہی عقیدہ ہے اور بس۔ بات ختم ہو جائے گی۔ (الفضل یکم جنوری ۴۵ء)

ہر شخص ادنیٰ غور سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ہر سہ مندرجہ بالا تجاویز دونوں جماعتوں کے اختلافات میں آسانی سے فیصلہ کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اس آسان فیصلہ کی راہ پر قدم نہیں مارتے

ان تجاویز کے علاوہ حضور نے ایک اور بھی فیصلہ کا طریق پیش کیا اور وہ یہ ہے کہ حضور نے مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ خیال کرتے ہوں کہ حضور کا مصلح موعود ہونے کا دعویٰ درست نہیں۔ تو وہ اس پر مباہلہ کریں۔ چنانچہ حضور کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مولوی صاحب کے سب اعتراضات بے حقیقت ہیں اور خدا تعالیٰ کے انکشاف کے بعد تو کوئی حقیقت ہی باقی نہیں رہتی اگر وہ سمجھتے ہیں کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو مجھ سے مباہلہ کر لیں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ خواب شیطانی ہے تو قسم کھا کر اس کا اعلان کریں۔ پھر خدا تعالیٰ کا ہاتھ دیکھیں۔" (الفضل ۱۱ جنوری ۴۵ء)

حضور کی پیشکردہ تجاویز اور مباہلہ کے چیلنج پر آج دو سال گزرنے کو ہیں لیکن مولوی محمد علی صاحب نے کبھی ان باتوں کا ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ ان کا فرض اوّلین تھا۔ کہ وہ ان فیصلہ کن تجاویز کو قبول کرنیکے اعلان کرتے۔ اور پھر خدائی فیصلہ کو دیکھتے تاکہ روز کے جھگڑے ختم ہو جاتے لیکن مولوی صاحب بجائے اس کے دیانتدارانہ طریقہ اختیار کرنے۔ آپ نے ایک ہوشیار مناظر کی چال چلی اور وہ یہ کہ آپ نے ۴۶ء کے وسط میں غیر مسلمہ امور پر ایک چیلنج مباہلہ پیش کر دیا۔ حالانکہ ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ مباہلہ مسلّمات پر ہوتا ہے۔ اور مولوی صاحب موصوف کا اس طریق کے اختیار کرنے سے یہ مقصد تھا کہ مبائعین کے امام ہمام کی طرف سے یہ چیلنج غیر مسلمہ امور پر مبنی ہونے کی وجہ سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور انہیں یہ شور ڈالنے کا موقعہ مل جائے گا۔ اور اس شور و غوغا میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کیطرف سے پیشکردہ فیصلہ کُن تجاویز اور چیلنج مباہلہ جو ہر سلیم فطرت کو اپیل کرتی ہیں اور مولوی صاحب کی بے معنی خاموشی کو ملزم گردانتی ہیں چھپ جائینگی۔ لیکن ہم اس تحریر کے ذریعہ ہر غیر مبائع دوست سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی پیش کردہ تجاویز پر غور کریں اور اپنے لئے فیصلہ کی آسان راہ کو اختیار کریں۔ اور اپنے امیر کو بھی اس طرف آنے کے لئے مجبور کریں تا روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکے۔

کیا مولوی عمر الدین صاحب بحث کے لئے تیار ہیں؟

عنوان بحث طے کرنیکے آسان طریق

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی ص۳۹۰ پر اپنی نبوت کے ذکر میں تحریر فرمایا ہے:۔

"بات یہ ہے کہ جیسا مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔"

مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحریر مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے مکتوب نمبر۵۱ مندرجہ مکتوبات جلد ثانی کی عبارت "واذا اکثر ھذا القسم من الکلام واحد منھم سمی محدثا" کی بنا پر لکھی ہے اور اس کے لفظ محدث کو خود نبی کے لفظ سے تبدیل کر دیا ہے۔ پھر اس سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تئیں نبی بمعنی محدث ہی پیش کیا ہے۔

مولوی عمر الدین صاحب کا چیلنج

مولوی عمر الدین صاحب نے ۱۷ اگست ۱۹۴۶ء کے پیغام صلح میں ہمیں ایک چیلنج دیا جس میں میرا خصوصیت سے ذکر کیا۔ اور اس چیلنج میں آپ نے اس شخص کو پانصد روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا جو مکتوبات سے اس حوالہ کے علاوہ کوئی دوسرا حوالہ پیش کرے جس میں امتی کو کثرت مکالمہ مخاطبہ الہیہ کی وجہ سے نبی کہا گیا ہو۔

میں نے اس چیلنج کی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے فرقان ماہ اگست میں منظور کر لیا اور لکھا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰ پر از روئے قرآن مجید اظہار علی الغیب کو نبوت کی شرط سمجھتے ہیں۔ اسی امر کا قائل آپ نے حقیقۃ الوحی میں ص ۳۹۰ میں مجدد صاحب سرہندی کو قرار دیا ہے۔ سو یہ امر میں مجدد صاحب سرہندی کے کلام سے دکھانے کو تیار ہوں۔ مولوی عمر الدین صاحب پانصد روپیہ کی رقم کسی امین کے پاس جمع کرا دیں اور فیصلہ کے لئے ثالث اور دیگر امور کا تصفیہ کر لیں۔"

مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے چار ماہ بعد معرفت مدیر صاحب فرقان مجھے اس کا جواب دیا اور شرائط مناظرہ پیش کیں۔ مگر میرے پیشکردہ دعویٰ کے خلاف شرائط میں مجھے اس بات کا مدعی قرار دیا۔ کہ میں وہ حوالہ دکھاؤں گا کہ جس میں مجدد صاحب سرہندی نے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے والے امتی کو نبی کہا ہے۔

چیلنج کا جواب

میں نے فرقان ماہ جنوری ۱۹۴۷ء میں انہیں جواب دیا کہ میں اپنے اعلان کے مطابق صرف اس بات کا مدعی ہوں کہ مجدد الف ثانی صاحب کی تحریر سے یہ ثابت کروں کہ وہ اظہار علی الغیب کو نبوت کی شرط سمجھتے ہیں۔ اس بحث سے مجھے کوئی سروکار نہیں کہ مجدد الف ثانی صاحب امتی کے لئے نبی بننے کے قائل ہیں یا نہیں۔ میں نے اس مضمون میں لکھا کہ میرے نزدیک حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰ کی عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو امر بیان فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک امت محمدیہ کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ دوم یہ کہ مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس شخص سے خدا ایسا امر کالمہ مخاطبہ کرے جو اظہار علی الغیب پر مشتمل ہو وہ نبی کہلاتا ہے۔ سو میں یہ دونوں باتیں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی مکتوبات سے دکھانے کے لئے تیار ہوں۔

نیز میں نے اس مضمون میں یہ بھی لکھا کہ اگر مولوی عمر الدین صاحب کو اس حوالہ کے ان معنوں سے اتفاق نہ ہو جو میں نے تحریر کئے ہیں تو پھر وہ پہلے ثالثوں سے یہ فیصلہ کرا لیں کہ آیا اس عبارت کے وہ معنی درست ہیں اور سیاق و سباق کلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کے مطابق ہیں جو میں پیش کرتا ہوں یا وہ معنی درست ہیں جو مولوی عمر الدین صاحب پیش کرتے ہیں۔ اس بات کے فیصلہ کے لئے میں نے ان کے وہ تینوں ثالث بھی تسلیم کر لئے جو انہوں نے مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری سے "تعریف نبوت میں تبدیلی" کے مناظرہ میں تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اب اگر مولوی عمر الدین صاحب کا چیلنج احقاق حق پر مبنی تھا تو انہیں چاہیئے تھا کہ اگر انہیں میرے

معنوں سے اتفاق نہ تھا تو وہ اس کا تصفیہ میرے پیش کردہ طریق کے مطابق ثالثوں سے کرا لیتے۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے میرے معنوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود ثالثوں کی طرف عنوان بحث کے متعلق تصفیہ کرانے کی طرف التفات نہیں کیا۔ بلکہ اپنے دوسرے جوابی مضمون میں جو انہوں نے اب میری طرف معرفت مدیر فرقان بھیجا ہے اور جس میں مجھے کئی گالیاں دی ہیں جن کے بدلے میں انہیں دُعا ہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ مجھے لکھا ہے کہ:۔

چیلنج قبول کرنے پر شملوی صاحب کی ایچاپیچی

بجائے اس کے کہ آپ دیانتداری سے تسلیم کر لیتے کہ آپ میرے مطالبہ کو پورا کرنے سے عاجز ہیں۔ آپ مولویانہ ایچاپیچی سے کام لے رہے ہیں آپ نے جو مضمون میری چھٹی کے جواب میں فرقان میں شائع کیا ہے وہ آپ کے عجز پر روشن دلیل ہے۔ بھلا یہ تو فرمایئے کہ زیر بحث ایک امتی کو کثرت مکالمہ مخاطبہ (جس میں کثرت امور غیبیہ بھی شامل ہو) کی وجہ سے نبی کہنے کا سوال ہے یا کسی غیر امتی کے متعلق بحث ہے۔ میں آپ کے فرقان کے مضمون کا جواب دینا فضول سمجھتا ہوں۔ آپ نے اگر بحث کرنی ہے۔ تو اصل سوال زیر بحث پر ہی مباحثہ ہوگا۔ کسی غیر امتی کے مکالمہ مخاطبہ پانے اور نبی کا نام پانے کا سوال ہی فضول ہے۔ جو غیر امتی ہے وہ نبی یا رسول ہی ہو سکتا ہے اس لئے مجھے اسکی ضرورت نہیں۔ کہ آپ مجھے یہ چیز مکتوبات امام ربانی سے دکھائیں۔ کہ انبیاء کو کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہوتا ہے جس میں بکثرت امور غیبیہ ہوتے ہیں۔ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کا جھگڑا تو یہ ہے کہ حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۳۹۰ پر جو مجدد صاحب کا حوالہ درج ہے جس میں افراد اُمت محمدیہ کو بکثرت مکالمہ مخاطبہ ملنے کا ذکر ہے ایسے مکالمہ مخاطبہ پانے والے فرد امت کو نبی کہا گیا ہے۔ آیا یہ وہی حوالہ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام اور دوسری کتب میں نقل کیا ہے اور اس میں لفظ محدّث آیا ہے نہ کہ نبی۔ یا کوئی اور حوالہ ہے۔ احمدی جماعت لاہور کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ وہی حوالہ ہے جس میں محدّث کا لفظ ہے لیکن حضرت مسیح موعود نے بجائے محدّث کے لفظ نبی کو استعمال کیا ہے کہ آپ محدّث کو مجازاً نبی لکھتے ہیں کئی دفعہ آپ نے محدّث یا نبی کا لفظ مترادف استعمال کیا ہے۔ غیر احمدی معترضین کو ہم نے بارہا یہ جواب دیا ہے۔ اس کے خلاف قادیانی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ اس جگہ صفحہ ۳۹۰ حقیقۃ الوحی میں محدّث والا حوالہ مراد نہیں۔ بلکہ مکتوبات میں کوئی ایسا حوالہ موجود ہے جس میں ایک امتی کو

کثرت مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر کثرت امور غیبیہ کی وجہ سے نبی کہا گیا ہے۔"

متنازعہ عبارت کے متعلق ہمارا مسلک

مولوی عمر الدین صاحب کو اس تحریر کے جواب میں واضح ہو کہ ہمارا ہرگز یہ مذہب نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر مندرجہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ کے الفاظ۔

"لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔" کے الفاظ جس شخص سے مراد بالخصوص امتی ہے۔ بلکہ شخص کا لفظ عام ہے جس میں نہ امتی کی تخصیص ہے نہ غیر امتی کی۔ اور ہم اس حوالہ سے سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ نبی کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ اور یہ ایسی تعریف ہے جو امتی اور غیر امتی ہر دو قسم کے نبیوں کو شامل ہے۔ پس حضور کی اس تحریر لیکن جس شخص سے مراد محض امتی لینا مولوی عمر الدین صاحب کا محض تحکم ہے اور وہ ہماری طرف یہ مذہب منسوب کرتے ہیں ہرگز حق بجانب نہیں بلکہ وہ خواہ مخواہ اپنی مطلب براری کے لئے ایک مذہب خود تراشیدہ ہماری طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر ہم سے اس کے مطابق حوالہ دکھانے کے لئے مطالبہ کرتے ہیں۔ مطالبہ کا یہ طریق سراسر ناجائز ہے۔ میں نے آپ کے چیلنج کو اسکی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے قبول کیا تھا۔ کیونکہ آپ کے مطالبہ کی اصل روح سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اگر مکتوب ۱/۵ کے الفاظ واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا کے لفظ محدث کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لفظ نبی سے تبدیل نہیں کیا تو پھر دوسرا حوالہ دکھایا جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر مندرجہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ کے مفہوم کا متحمل ہو۔ مطالبہ کی اس روح کے پیش نظر میں نے چیلنج قبول کیا تھا۔ بعد میں مولوی عمر الدین صاحب کے مطالبہ میں جو غلطی تھی اسکی طرف انہیں توجہ دلائی تھی کہ ان کا اس حوالہ کے مفہوم میں امتی کی قید لگانا درست نہیں، مگر چونکہ مولوی عمر الدین صاحب خوب سمجھتے ہیں۔ کہ امتی کی قید اڑا کر وہ آگے بحث کو ایک قدم کے لئے جاری نہیں رکھ سکتے۔ اور نہ اس بحث سے ان کی کوئی مطلب براری ہوسکتی ہے۔ اس لئے مطالبہ میں امتی کا لفظ رکھنے پر مصر ہیں۔ میں نے تو انہیں کہہ دیا تھا کہ اگر انہیں اس حوالہ کے اپنے معنوں پر اصرار ہو۔ تو پہلے وہ ثالثوں سے اس کے معنوں کے متعلق تصفیہ کر لیں۔ مگر میری اس تجویز کو وہ فضول قرار دیکر ٹال رہے ہیں۔ بہر حال مولوی عمر الدین صاحب کی میری اس تجویز کو ٹالنے کی کوشش اس بات پر روشن دلیل ہے کہ میرے پیش کردہ مفہوم پر وہ

تصفیہ کرانے کی تاب نہیں رکھتے لیکن ان پر آخری اتمام حجت کے طور پر میں ان کے سامنے ایک اور تجویز بھی پیش کرتا ہوں۔ وہ تجویز یہ ہے۔

ایک تجویز برائے اتمام حجت

کہ اصل بحث ہمارے اور ان کے درمیان یہ ہے کہ آیا حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ کی تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے" کے الفاظ میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے الفاظ اذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثاً کے لفظ محدث کو نبی سے تبدیل کیا ہے یا اس حوالہ میں نبی کا لفظ استعمال کرنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کوئی اور تحریر بھی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اس تحریر میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ایک اور تحریر کو بھی مدنظر رکھا ہے مولوی عمر الدین صاحب شملوی کو اصرار ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مکتوبات مجدد الف ثانی کی تحریر سمی محدثاً کے علاوہ کسی اور تحریر کو مدنظر نہیں رکھا۔ انکے چیلنج کی روح بھی ہے کہ انہیں دوسرا حوالہ دکھایا جائے جو اس تحریر کے مفہوم کا متحمل ہو اور ہم یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحریر میں مجدد صاحب الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تحریر سمی محدثاً کے لفظ محدث کو نبی کے لفظ سے تبدیل نہیں کیا۔ ان کے چیلنج کی اسی روح کے پیش نظر میں نے ان کے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ مگر اب وہ بلا وجہ اپنے خود ساختہ الفاظ کے دکھانے پر زور دیتے ہیں پس اگر انہیں واقعی احقاق حق سے غرض ہے تو اب وہ اپنے چیلنج کی رُوح کو مدنظر رکھتے ہوئے بحث کے لئے تیار ہو جائیں۔ میں اس بات کا مدعی ہوں گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تحریر سمی محدثاً کے لفظ محدث کو اس جگہ تبدیل نہیں کیا بلکہ اپنی اس تحریر میں نبی کا لفظ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ایک اور تحریر کی بناء پر رکھا ہے مولوی عمر الدین صاحب کو میرا یہ دعویٰ مسلم نہیں پس یہ اصل اختلاف جو ان میں اور ہم میں ہے۔ اسپر وہ مجھ سے بحث کے لئے اگر تیار ہیں تو میں بھی تیار ہوں۔ لیکن اگر وہ اس بحث کے لئے تیار نہیں اور وہ اپنے خود ساختہ الفاظ میں مجھے مدعی بنانا چاہتے ہیں۔ تو اب ناظرین پر یہ امر واضح ہے کہ ان کے مطالبہ کی حقیقت بالکل اس شخص کے مطالبہ سے مشابہ ہوگی جو ہمیں یہ چیلنج دے کہ قرآن مجید سے دکھاؤ مات عیسیٰ ابن مریم۔ اور جب ہم اس چیلنج

کی روح کو مدنظر رکھ کر اسے قبول کر لیں۔ تو پھر وہ یہ اصرار کرے کہ مسیح کے لئے قرآن مجید سے ممات کا لفظ دکھانا ہوگا۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی آیت سے موت کے متعلق استدلال تسلیم کرنے کیلئے میں تیار نہیں۔ اب ایسا آدمی تو لاکھ روپیہ کا انعامی چیلنج دے کر بھی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ کوئی احمدی میرے اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتا۔ اور سب احمدی اس کے قبول کرنے سے عاجز ہیں۔

ہمارے جواب کو غور سے نہ پڑھنے کا نتیجہ

اپنی کھلی چٹھی مندرجہ فرقان ماہ جنوری ۱۹۴۷ء میں میں نے عنوان بحث کے تصفیہ کے لئے تین پرچے تجویز کئے تھے اس کے متعلق مولوی عمرالدین صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ کے مضمون سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف تین پرچوں میں بحث کو ختم کرنا چاہتے اور تین پرچوں میں سے پہلا آپ کا۔ دوسرا میرا۔ اور تیسرا آپ کا۔ اور بحث ختم۔ آفرین بادبریں ہمت مردانہ تو"

اس کے جواب میں واضح ہو عنوان بحث کے متعلق تصفیہ کرانے کے لئے میں نے تین پرچے کافی سمجھے تھے نہ اصل بحث کے لئے۔ لیکن اگر مولوی عمرالدین صاحب اب بھی عنوان بحث کا ثالثوں سے تصفیہ کرانا چاہیں۔ تو تین کی بجائے زیادہ پرچے بھی وہ جس قدر چاہیں رکھے جا سکتے ہیں۔ اب میں دیکھوں گا آپ اس بارہ میں کیا مردانہ ہمت دکھاتے ہیں۔

مولوی عمرالدین صاحب کو واضح ہو۔ اگر عنوان کے تصفیہ کے لئے وہ تیار ہوں اور اس بحث میں فیصلہ میرے حق میں ہو جائے تو پھر میں انہیں مجبور نہیں کرونگا کہ وہ اپنے پانصد روپیہ کے چیلنج پر قائم رہیں۔ بلکہ اس کے بعد وہ بحث کرنے یا نہ کرنے کے بارہ میں آزاد ہونگے۔

آخری بات

اگر مولوی عمرالدین صاحب عنوان کے تصفیہ کے لئے اب بھی تیار نہ ہوں تو پھر میں نے ان کے سامنے بحث کی دوسری تجویز پیش کر دی ہے۔ اب اس بحث میں وہ اس حوالہ کا یہ مفہوم ثابت کرنے کے دلائل بھی دے سکیں گے کہ مجھے وہ حوالہ دکھانا چاہیئے جس میں امتی کو مجدد صاحب سرہندی نے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے کی وجہ سے نبی کہا ہو۔ اور میں اسکی تردید کر سکوں گا۔ اور فیصلہ ثالثوں پر چھوڑا جائے گا۔ کہ میرا پیشکردہ حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر مندرجہ حقیقۃ الوحی ص۳۹۰ کی اس عبارت کے مفہوم کا متحمل ہے جو شروع مضمون میں درج کی گئی ہے یا مولوی عمرالدین صاحب کا پیشکردہ حوالہ متحمل ہے۔ مگر مجھے امید نہیں کہ مولوی عمرالدین صاحب شملوی اب اس تجویز کو بھی قبول کرنے کو تیار ہوں کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کا چیلنج محض ایک ڈھونگ ہے اور محض ایک تعلی اور نمائش پر مشتمل ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

میر مدثر شاہ صاحب کی حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کی غلط تشریح

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ قادیان)

پیغام صلح مجریہ ۵ و ۱۲ فروری ۱۹۴۷ء کے پرچوں میں حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے حوالہ کی تشریح میں دو نمبروں میں میر مدثر شاہ صاحب گیلانی کا ایک لاطایل مضمون شائع ہوا ہے۔

پہلے نمبر میں ظلّی نبوت کی حقیقت بتانے کی کوشش کی ہے مگر اس غرض کے لئے جو حوالجات پیش کئے ہیں ان میں ظلّی نبوت کا لفظ تک موجود نہیں۔ ہاں ولی کے ظل نبی ہونے کا ذکر ہے۔ اور اس سے کس کو انکار ہے کہ ولی بھی نبی کا ظل ہوتا ہے۔ مگر ظلّ نبی ہونا اور بات ہے اور ظلّی نبی ہونا اور بات۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک تو مومن بھی نبی کا ہی ظل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کوئی مقام شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے"

پس حضرت اقدس کے نزدیک مومن۔ ولی۔ غوث۔ قطب۔ ابدال۔ صدیق۔ شہید۔ صالح بھی انسان ظلّی طور پر ہی ہو سکتا ہے۔ اب اگر ظلّی مومن ظلّی ولی۔ ظلّی غوث ظلّی قطب اور ظلّی ابدال اور ظلّی صدیق اور ظلّی شہید اور ظلّی صالح واقعی مومن۔ ولی۔ غوث۔ قطب۔ ابدال اور صدیق شہید صالح ہوتا ہے تو میر مدثر شاہ صاحب جواب دیں۔ ظلّی نبی کیوں نبی نہیں ہو سکتا۔

دوسرے نمبر میں حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ پیش کر کے جس میں حضور نے نبی کا نام پانے کے لئے تیرہ سو سال میں امت محمدیہ میں اپنے تئیں مخصوص قرار دیا ہے اور دوسرے تمام اولیاء۔ ابدال اور صلحائے امت کو اس نام کا مستحق نہیں سمجھا کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی کی تشریح میں میر مدثر شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ یہ بات ایسی ہے کہ چودھویں کا چاند ایک ہی ہوتا ہے جو بدر کہلاتا ہے۔ سوائے اسکے کوئی چاند بدر کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ کثرت روشنی اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی یہ مثال دینے سے میر صاحب کی غرض یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں تو اولیاء کے زمرہ کا ہی ایک فرد ہیں لیکن کامل مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے کی وجہ سے نبی کہلاتے ہیں۔

اب یہ مثال تو میر صاحب کے خلاف پڑتی ہے۔ اسکی رو سے ماننا پڑتا ہے کہ جس نبوت کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام حامل تھے وہ پہلے اولیاء اللہ میں سے کسی کو نہیں ملی صرف آپ کو ہی بدرجہ کامل یہ ظلّی نبوت دی گئی

ہے پس اس جگہ نبی کا لفظ محض ولی کے مترادف نہ ہُوا کیونکہ جس طرح تیرھویں رات تک کا کوئی چاند بدر کہلانے کا مستحق نہیں ویسے ہی تیرہ صدیوں تک کا کوئی ولی نبی کہلانے کا مستحق نہیں۔ معلوم ہُوا یہ نبوت ولائت اور محدثیت سے بالاتر مقام ہے ورنہ اگر یہ نبوت ولائت اور محدثیت ہی ہوتی تو پہلے تیرہ سو سال کے محدثین بھی نبی کہلانے کے مستحق ہوتے۔

ہاں یہ درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ کمال نبوت بواسطہ اتباع و فیضان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہُوا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مقابل میں شمس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ باقی تمام انبیاء کی بھی زیادہ سے زیادہ بدر کی ہی حیثیت قرار دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرما چکے ہیں۔ کہ پہلے انبیاء ظل تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض کمالات کے۔ اور اب ہم تمام کمالات میں آپ کے ظل ہیں۔

اب عجیب بات ہے کہ تمام کمالات میں ظلی بدر تو میر صاحب کے نزدیک واقعی نبی نہیں۔ اور بعض کمالات میں ظل کو واقعی نبی قرار دیتے ہیں۔

میر صاحب کہتے ہیں حضرت صاحب کی نبوت مجازی ہے جس طرح حضور مجازی طور پر ابن مریم ہیں۔ مگر بطریق مجاز نبوت ملنے سے مراد تو حضور کی حقیقۃ الوحی کے ضمیمہ میں صرف یہ ہے کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے نبوت کا نام پایا ہے نہ یہ کہ آپ نبی بھی نہیں۔ پس اس جگہ طریق حصول نبوت کو مجاز قرار دیا ہے نہ نبوت کو۔

پھر دیکھئے میر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں کہ آپ مجازی اور روحانی طور پر مسیح موعود ہیں۔ تو کیا آپ لوگ حضور کے واقعی مسیح موعود ہونے سے انکار کر دیں گے۔ اگر آپ لوگ حضور کے واقعی مسیح موعود ہونے سے انکار نہیں کر سکتے۔ تو پھر حضور کے واقعی نبی ہونے سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ جبکہ حضور تیرہ سو سال میں نبی کا نام پانے کے لئے اپنے تئیں مخصوص قرار دیتے ہیں اور کسی دوسرے امتی کو اس کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اگر آپ کی نبوت محدثیت محض یا ولایت محض ہوتی۔ تو پھر دوسروں کو اس نام کا مستحق کیوں قرار نہ دیتے۔ پس میر صاحب نے بدر کا لفظ نبی کے مترادف قرار دے کر بتا دیا ہے کہ نبوۃ کا جو مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حاصل ہے۔ اولیاء امت محمدیہ میں سے کسی کو اب تک وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا۔ اور جب نبی کا لفظ مثال کے لحاظ سے بدر کا مترادف ہُوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کو بھی زیادہ سے زیادہ بدر ماننا پڑا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام زمرۂ انبیاء میں داخل قرار پائے۔ نہ کہ محض زمرہ اولیاء میں۔

فتدبر ولا تکن من الغافلین

"تدبیر امر" کی تشریح
اور
ایک بہائی کی کج بحثی

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ قادیان)

آیت یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون ۝ (سورۃ سجدہ) سے اہلِ بہا قرآن مجید کے منسوخ ہونے کا غلط استدلال کرتے ہیں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے جب یہ سوال پوچھا گیا تو حضور نے جو جواب دیا وہ فرقان ماہ اگست ۱۹۴۶ء میں شائع ہؤا۔ بہائیوں کے رسالہ "پیامبر" دہلی نے اپنے فروری ۱۹۴۷ء کے رسالہ میں اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

سوال یہ تھا کہ اہلِ بہا سورہ سجدہ کی اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ قرآن مجید ایک ہزار سال بعد منسوخ ہو جائے گا۔ اس سوال کے متعلق کوئی صاحب محمد حسین صاحب صابری سیڈرافسیمین پیامبر میں لکھتے ہیں:۔

"یہ سوال لفظاً صحیح نہیں کیونکہ اہلِ بہاء ایسا نہیں کہتے۔"

اس کے متعلق صابری صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اہلِ بہا اس آیت سے قرآن مجید کے منسوخ ہونے پر استدلال کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر کرتے ہیں تو لفظاً صحیح نہ ہونے کے کیا معنے؟ صابری صاحب کو چاہیئے تھا کہ اگر سوال کے الفاظ درست نہ تھے تو وہ درست الفاظ بتاتے جن میں یہ سوال کیا جانا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تا اہلِ بہا کے استدلال پر پردہ پڑا رہے۔

آیت یُدَبِّرُ الْاَمْرَ کی ہماری تشریح

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر امر سے مراد (جیسا کہ بہائی لوگ کہتے ہیں)

شریعت اسلامیہ لی جائے تو اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ قرآن مجید ہزار سال کے اندر چڑھ جائیگا۔ اب چڑھنے کے تین معنی ہو سکتے ہیں (۱) یہ کہ جسمانی طور پر چڑھنا شروع ہو جائے (۲) قرآن مجید جسمانی طور پر تو نہ چڑھے مگر روحانی طور پر چڑھنا شروع ہو جائے یعنی اسکے احکام زمانہ کی ضرورت کو پورا نہ کرسکیں اور ان پر عمل کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔ (۳) تیسرے معنے چڑھنے کے یہ ہو سکتے ہیں کہ قرآن مجید ظاہری لحاظ سے قائم ہے اور اسکے احکام بھی قابل عمل رہیں لیکن لوگ اسپر عمل کرنا چھوڑ دیں اور یہ احکام انکے دلوں پر اثر انداز نہ ہوں۔ ان تینوں معنوں کے سوا اور کوئی معنے ذہن میں نہیں آتے اگر کسی بہائی کو معلوم ہوں تو پیش کریں۔

اس کے بالمقابل صابری صاحب نے کوئی چوتھے معنے تو پیش نہیں کئے۔ البتہ دوسرے اور تیسرے معنوں پر بحث کی ہے۔

پہلے معنوں کے متعلق تو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا تھا کہ یہ بالکل باطل ہیں اور دوسرے معنوں کے متعلق کہ قرآن مجید قابل عمل نہ ہے۔ اور اس کے احکام ضرورت زمانہ کو پورا نہ کر سکیں کے متعلق فرمایا تھا۔

"اگر ہزار سال میں قرآن کریم آہستہ آہستہ آسمان پر چڑھنا تھا تو پھر چاہیئے تھا کہ ایک ہزار سال کے عرصہ میں سینکڑوں احکام قرآن کریم کے ایسے ہوتے جو ناقابل عمل ٹھہرتے لیکن ہم تو بہائیوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ کوئی ایک حکم قرآن کریم کا ایسا بتاؤ جو قابل عمل نہ ہو لیکن وہ اس بات کی طرف آتے ہی نہیں۔

بہائی تنقید اس کے جواب میں صابری صاحب نے جہاد بالسیف کا مسئلہ لیا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کے نزدیک ناقابل عمل ہو گیا ہے اور حضرت مرزا صاحب نے اسے منسوخ قرار دیا ہے۔

تنقید کا جواب اس کے متعلق واضح ہو کہ ہمارے مذہب کے رو سے جہاد بالسیف ہرگز حقیقی طور پر منسوخ نہیں بلکہ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد بالسیف مشروط بشرائط ہے۔ چنانچہ صابری صاحب نے اپنے مضمون میں قاتلوا فی سبیل اللہ (پ۲ البقرہ ع۲۴) سے جہاد کا حکم دکھانے کے لئے آیت تو پیش کر دی ہے مگر انکی دیانتداری ملاحظہ ہو کہ ساری آیت پیش نہیں کی تا حقیقت پر پردہ پڑے۔ حالانکہ ساری آیت یوں ہے قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ اور پھر آگے چل کر یہ

آیت ہے قاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃٌ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الّا علی الظالمین ۰ کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور تم زیادتی نہ کرو۔ (یعنی ابتداء نہ کرو) کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں۔ اور نیز اگلی آیت میں فرمایا کہ ایسے لوگوں سے بھی اس وقت تک لڑو کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے یعنی دینی آزادی حاصل ہو جائے۔ پس اگر کافر دینی آزادی میں روک پیدا کرنے یا جنگ کرنے سے رُک جائیں تو پھر زیادتی کی سزا نہیں ہے مگر ظالموں پر۔

غرض ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک جہاد بالسیف تبھی جائز ہے جبکہ دوسری قوم مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو چھینتی ہو۔ اور ان پر دین کے معاملہ میں جبر کرتی ہو۔ اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو چھیننے کے لئے ان سے جنگ کرتی ہو۔ لیکن اگر یہ فتنہ نہ رہے اور دین میں مسلمان آزاد ہوں۔ تو پھر جہاد بالسیف جائز نہیں بلکہ یہ اعتداء اور ظلم ہوگا۔ مسلمان جہاد کی اس حقیقت کو اس زمانہ میں فراموش کر چکے تھے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ زمانہ ایسا تھا جس میں جہاد بالسیف کی یہ شرائط موجود نہ تھیں۔ اس لئے حضور نے جہاد بالسیف سے اس زمانہ میں منع فرمایا اور صاف لکھا۔ ان وجوہ الجھاد معدومۃ فی ھذا الملک وھذا الزمان (تحفہ گولڑویہ)

جہاد منسوخ نہیں

یہ نسخ ایک عارضی نسخ ہے نہ کہ نسخ حقیقی۔ عارضی نسخ دوسرے لفظوں میں التوا ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ جب بھی جہاد بالسیف کی شرائط قرآن مجید کے حکم کے مطابق پائی جائینگی اس وقت جہاد بالسیف فرض ہوگا۔ پس جب قرآن مجید کا یہ حکم قرآنی الفاظ کے مطابق مشروط بالشرائط ہے تو اس زمانہ میں ان شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اسے عارضی طور پر منسوخ قرار دینے کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ ہمیشہ کے لئے منسوخ ہے پس صابری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو عبارتیں جہاد کا نسخ ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہیں۔ ان سے عارضی نسخ یا التوا ہی مراد ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کا کوئی حکم ایسا نہیں جو قیامت تک واجب العمل نہ ہو۔ اور حقیقی طور پر منسوخ ہو چکا ہو۔ گو غیر احمدی قرآن مجید کی بعض آیات کو حقیقی طور پر منسوخ مانتے ہیں اور ہم انکے اس عقیدہ کے سخت خلاف ہیں۔ اور آج تک غیر احمدیوں کو ہم سے اس مسئلہ پر مناظرہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام تجلیات الٰہیہ میں جو حدیث یضع الحرب کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ مسیح کے وقت میں جہاد کا حکم منسوخ کر دیا جائیگا۔ اس جگہ

عارضی نسخ ہی مراد ہے۔ جس پر تحفہ گولڑویہ کی مذکورہ عبارت پر روشن دلیل ہے۔ ورنہ قرآن مجید کی کسی آیت کا حقیقی نسخ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک خدا سے دشمنی کے مترادف ہے جیسا کہ حضور فرماتے ہیں:۔ "خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے" (چشمہ معرفت)

پس اس عارضی نسخ سے صابری صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر شریعت اسلامیہ کے حکم کو منسوخ قرار دینے کا الزام دینا اور صاحب شریعت نبوت کا مدعی ٹھہرانے کا بھی کوئی حق نہیں۔ کیونکہ حضرت اقدس نے تو صاف حدیث یضع الحرب کی بنا پر جہاد بالسیف کو عارضی طور پر منسوخ قرار دیا ہے اور یہ عارضی تنسیخ جس طرح حدیث یضع الحرب کے مطابق ہے۔ ویسے قرآن مجید کی پیشکردہ شروط جہاد کے بھی مطابق ہے۔ گویا قرآن مجید کا خود یہ دعویٰ ہے کہ جب جب جہاد بالسیف کی شروط نہ پائی جائیں یہ عارضی طور پر ملتوی ہوگا۔ ایسی عارضی التوا کو مجازاً النسخ کے لفظ سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ورنہ قرآن مجید کے کسی حکم کو حقیقتاً منسوخ سمجھنے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہرگز قائل نہیں۔

پس صابری صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کا کوئی ایسا حکم دکھا دیا ہے جو قابل عمل نہ ہو۔ کیونکہ وقتی طور پر کسی حکم کا قابل عمل نہ ہونا اور بات ہے اور ہمیشہ کیلئے ناقابل عمل ہونا امر دیگر ہے۔

عارضی نسخ کی مثال بہائی تحریرات میں

الغرض حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی بہائی قرآن مجید کا کوئی حکم ایسا نہیں دکھا سکتا جو اب ہمیشہ کیلئے ناقابل عمل ہو۔ قرآن اب بھی اسی طرح قائم ہے اور کوئی بہائی ایک حکم بھی ایسا پیش نہیں کر سکتا لیکن اگر عارضی نسخ کا نام حقیقی نسخ ہے تو صابری صاحب بتائیں کہ بیت العدل قائم کرنے کے متعلق بہاء اللہ صاحب نے جو حکم بہائیوں کو دے رکھا ہے اور جو ابھی تک آپ لوگ قائم نہیں کر سکے۔ کیا اس حکم پر اس وقت تک عمل نہ کر سکنے کی وجہ سے اس سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہونگے کہ آپ لوگ اس حکم کو حقیقی طور پر منسوخ مانتے ہیں۔ اگر نہیں۔ تو قرآن مجید کا کوئی حکم جو مشروط بشرائط ہو۔ اگر ان شرائط کے دنیا میں کسی وقت نہ موجود ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہ ہو تو یہ کیسے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ حکم قرآنی اب حقیقی طور پر منسوخ ہو گیا ہے۔

احکام کے عارضی نسخ یا التوا کا طریق تو شریعت محمدیہ میں ہمیشہ جاری رہتا ہے چنانچہ اگر وضو کے لئے پانی نہ ملے تو وضو کے حکم پر چونکہ عمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اسکی بجائے تیمم کے حکم پر عمل ہوتا ہے اب جس کو پانی نہیں ملتا اس کے حق میں وضو کا حکم صرف عارضی طور پر منسوخ ہو گا نہ کہ ہمیشہ کے لئے۔

اسی طرح جب حج کی شرائط نہ پائی جائیں تو حج کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر زکوٰۃ کی شرائط نہ پائی جائیں تو زکوٰۃ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر یہ سقوط عارضی ہوتا ہے نہ کہ مستقل اور دوائمی۔ اسی طرح جہاد بالسیف کا حکم شروط ضروریہ نہ پائے جانے کی وجہ سے اس زمانہ میں ساقط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی جگہ بھی جہاد بالسیف کے حقیقی اور دوائمی طور پر منسوخ ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔

پس صابری صاحب کا جہاد بالسیف کے نسخ کو اس مطالبہ میں پیش کرنا یا تو ہمارے مذہب سے ناواقفی کا ثبوت ہے۔ اور اگر ہمارے مذہب سے واقف ہونے کے باوجود انہوں نے اس امر کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے جواب میں پیش کیا ہے تو پھر ان کی غرض ناظرین پیا نیر کو محض مغالطہ دینا ہے۔

فضول تنقید

صابری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے تیسرے بیان کردہ مضمون پر بھی کچھ فضول سی نکتہ چینی کی ہے۔ تیسرے معنی آیت زیر بحث کے یہ تھے کہ مسلمان قرآن پر عمل ترک کر دینگے۔ لیکن قرآن مجید ظاہری لحاظ سے قائم رہے گا۔ اس مضمون کی تائید میں حضور نے ایک حدیث کا بھی ذکر فرمایا کہ قرآن کریم کی تحریر تو موجود ہوگی لیکن مغز باقی نہ رہے گا۔

صابری صاحب اس پر لکھتے ہیں:-

"کہ جب بقول آپ کے قرآن شریف کا مغز یا دودھ ہی باقی نہیں رہا تو بادام کا چھلکا یا مٹی کا پیالہ تو بیکار چیزیں ہیں۔ انکی ضرورت ہی کیا ہے . . . . . جو خدا شریعت کا مغز اور معرفت دوبارہ بھیجے گا وہ دوبارہ چھلکا اور نیا پیالہ حسب ضرورت زمانہ بھی ساتھ ہی بھیج سکتا ہے۔ سڑے ہوئے چھلکے یا پرانے اور صدہا برس کے بوسیدہ اور بیکار پیالے کی اسے قطعی ضرورت نہیں ہے اور نہ وہ اس کا محتاج ہے۔ چنانچہ اسکی یہی سنت چلی آئی ہے کہ اللہ انزل الکتاب بالحق والمیزان کتاب بھی اور اس کے ساتھ میزان بھی وہی اُتارتا ہے کسی پرانی شئے سے واسطہ نہیں رکھا کرتا۔ اگر کتاب یعنی شریعت آتی ہے تو اس کی میزان یا پیالہ بھی ناپنے کے لئے ساتھ ہی آیا کرتا ہے پُرانی میزان اور پُرانا پیالہ ہرگز کام نہیں دیا کرتے۔ چند دقیانوسی لوگ پرانی چیزیں لیکر کھڑے ضرور ہو جایا کرتے ہیں مگر قدرت کے بازار میں ایسی چیزیں بیکار ثابت ہوا کرتی ہیں۔"

تدبّر نہ کرنے کا نتیجہ:

صابری صاحب کی مندرجہ بالا تحریر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو نہ سمجھنے یا اپنی مطلب براری کے لئے اسے غلط رنگ دینے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ بات صاف تھی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ قرآن مجید تو اپنی اصل صورت میں موجود ہے اور اسکی تعلیم کو لوگوں نے بھلا دیا ہے اور اس پر عمل کرنے سے لوگوں نے غفلت اختیار کی ہے۔ صرف اسکی تجدید کی ضرورت تھی کسی نئی کتاب کا بھیجا جانا ایک بے فائدہ کام تھا۔ صابری صاحب حضرت اقدس کے کلام کا خلاف منشاء متکلم یہ مفہوم لے رہے ہیں۔ کہ قرآن پیالہ ہے جس میں دودھ موجود نہیں۔ دیکھئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے آیت زیر بحث کے تیسرے معنی ان الفاظ میں بیان فرمائے تھے کہ:-

"قرآن مجید ظاہری لحاظ سے قائم رہیگا۔ اور اس کے احکام بھی قابل عمل رہیں لیکن لوگ اس پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ اور یہ احکام ان کے دلوں پر اثر انداز نہ ہوں۔ اسی امر

کے ثبوت کے لئے آپ نے ایک حدیث کا اشارۃً ذکر فرمایا تھا۔ کہ قرآن کریم کی تحریر تو موجود ہوگی مگر مغز باقی نہ رہے گا۔

پس حضور کے الفاظ مغز باقی نہ رہے گا کا مفہوم بسیاق کلام کے لحاظ سے صرف یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کے قائم ہوتے ہوئے اور اسکے احکام کے بھی قابل عمل ہوتے ہوئے لوگوں نے بموجب حدیث اس پر عمل چھوڑ دینا تھا۔ او ان احکام کا اثر ان کے دلوں سے اٹھ جانے والا تھا۔ پس جب صورتِ حال یہ ہے تو اب کسی دوسری شریعت کی کتاب کی ضرورت نہیں۔ بلکہ لوگوں کے دلوں کی حالت کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ تا جب ان کے دل درست ہو جائیں تو پھر وہ قرآن مجید کے احکام پر جو عمل کرنے کے قابل ہیں۔ عمل کرنے لگیں پس قرآن مجید ہرگز کوئی ایسا پیالہ نہیں جس میں دودھ موجود نہ ہو۔ بلکہ یہ ایسا پیالہ ہے جس میں دودھ اعلیٰ اور مصفّٰی موجود ہے۔ صرف دلوں کو اسکی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے تا وہ اس روحانی غذا سے فائدہ اٹھائیں

پس قرآن مجید کی موجودگی میں نہ کسی نئے برتن کی ضرورت ہے نہ نئی غذا کی۔ برتن اور غذا دونو موجود ہیں صرف لوگوں کی اس غذا کی طرف توجہ نہیں۔ اور وہ اسے فراموش کر چکے ہیں۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اسی لئے مقدر تھی کہ اس روحانی غذا کی طرف لوگوں کو متوجہ کریں۔ تا قرآن مجید سے وہ روحانی غذا حاصل کر کے روحانی زندگی پائیں۔

بہائی لوگ ہرگز قرآن مجید کے کسی حکم کے متعلق یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اس پر عمل کرنے کی کسی زمانہ میں بھی ضرورت پیش نہیں آ سکتی۔ جو احکام قرآنی مشروط بشرائط ہیں وہ ان شرائط کے پائے جانے کے وقت واجب العمل اور مفید ہیں۔ اور جو احکام مشروط بشرائط نہیں وہ زمانہ اور ہر حال میں واجب العمل اور مفید ہیں۔ بہاء اللہ صاحب نے جو تعلیم پیش کی ہے وہ اباحت و الحاد پر مشتمل ہے۔ اس میں موجودہ لوگوں کی بگڑی ہوئی مادی ذہنیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جس قسم کی اباحت اور بے دینی کے وہ متمنی ہیں۔ اسی قسم کی اباحت اور بے دینی کی تعلیم دیدی ہے اور نام رکھا ہے اس کا احکام شریعت۔

بہائیوں کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ بہاء اللہ کی کوئی ایسی تعلیم پیش کریں جو قرآن مجید کی کسی تعلیم کے مقابلہ میں اعلیٰ ہو۔ اگر بہائی ہمارا یہ چیلنج قبول کریں تو پھر ہم یہ دکھائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں قرآن مجید کی تعلیم بہر حال بہاء اللہ صاحب کی تعلیم سے اعلیٰ ہے۔ اور ساتھ ہی انشاء اللہ یہ بھی ثابت کریں گے کہ بہاء اللہ کی تعلیمات کو قرآن مجید سے کوئی نسبت نہیں۔ کیا صابری صاحب یا کوئی اور بہائی اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ دیدہ باید

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

(ز: حکیم عبداللطیف شاہد منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

فرقان

قادیان

مارچ 47

جلد 6 نمبر 3

مجلس فقہاء احمد کا ماہنامہ

مدیر:
عبدالمنان عمر ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فرقان
قادیان

بابت ماہ امان ۱۳۲۶ ہش
مارچ ۱۹۴۷

جلد ۵	ترتیب عنوانات	نمبر ۳

رسالہ فرقان ——— اور ——— احباب سے گزارش

(۱) جو احباب رسالہ فرقان کے خریدار ہیں۔ اگر اُن کا ایڈریس تبدیل ہو چکا ہے تو وہ اپنے موجودہ پتہ سے دفتر کو اطلاع دیں۔

(۲) جن احباب نے کسی غیر مبائع بھائی دوست کے نام رسالہ فرقان جاری کروایا ہوا ہے۔ اگر انکے علم میں اس دوست کے ایڈریس میں تبدیلی ہو چکی ہے وہ اس تبدیلی سے دفتر کو اطلاع دے۔

(۳) جماعتہائے احمدیہ کے امراء اور پریذیڈنٹ صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کے اُن غیر مبائعین بھائی دوستوں کے مکمل پتوں سے دفتر فرقان کو اطلاع دیں۔ جن کو رسالہ فرقان نہیں جاتا۔ تاکہ اُن کو بھی رسالہ فرقان بھجوایا جا سکے۔

شریف احمد امینی مولوی فاضل کارکن
دفتر فرقان۔ قادیان

برکات خلافت

ماضی کی ایک جھلک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر آج انتالیس سال گذر چکے ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد جس دن نعش مبارک قادیان پہنچی۔ سب احمدیوں نے متفقہ طور پر حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسیح منتخب کیا اور اس انتخاب کے بعد مندرجہ ذیل اعلان عمائدین کی طرف سے شائع کیا گیا۔

"مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب سے اعلم اور اتقی ہیں۔ اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوہ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نورِ یقیں بودے

سے ظاہر ہے۔ کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔"

دستخط شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب
خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب۔ مرزا خدا بخش صاحب

(بدر ۲۔ جون ۱۹۰۸ء)

خلافت پر اجماع کے کچھ عرصہ بعد بعض وہ لوگ جو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے وقت پیش پیش تھے۔ آپ کی ذات بابرکات پر اعتراض کرنے لگے۔ اور پھر اس گناہ

کے ارتکاب کی وجہ سے قساوتِ قلبی یہاں تک جا پہنچی کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر انہوں نے سرے سے خلافت کا ہی انکار کر دیا۔ اور جماعت کے ایک حصہ کو گمراہ کر کے لاہور چلے گئے۔ چونکہ خلفاء اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان منکرین کی شورش کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خلافت کی ردا پہنا دی۔ اور مخلصین کی جماعت آپ کے ہاتھ پر جمع ہو گئی۔

خلافت ثانیہ کا ابتدائی زمانہ

جب منکرینِ خلافت قادیان سے انقطاع کر کے لاہور گئے۔ تو اپنے ہمراہ سب چندہ بھی لے گئے۔ اور صدر انجمن کے خزانہ کو زیربار چھوڑ دیا۔ اور لاہور پہنچ کر اعلان کیا کہ جماعت احمدیہ کے کل پانچ لاکھ افراد میں سے صرف بیسواں حصہ جماعت خلافت کے ساتھ وابستہ ہے۔

(پیغام ۲۸- اپریل ۱۹۱۴ء)

گویا ان کے اعلان کے بموجب خلافت کے ساتھ وابستگان کی تعداد پچیس ہزار اور خلافت کے منکرین کی تعداد پونے پانچ لاکھ تھی لیکن وہ خدا جس نے اپنے زور آور ہاتھ سے اور اپنے وعدہ کے مطابق خلافت کو قائم کیا۔ اس نے اپنی برکات نازل کیں۔ اور حسب وعدہ رحمتوں کا نزول کیا۔ مبائعین دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگے۔ اور منکرین خلافت پر دن بدن زوال آنے لگا۔ مبائعین نے اس وقت سے لے کر اب تک یہ ترقی کی کہ ان کا سالانہ بجٹ ۲۰ لاکھ کی تعداد کو پہنچ گیا۔ اور وہ جماعت جو صرف ہندوستان تک محدود تھی۔ ہندوستان سے نکل کر کل روئے زمین پر پھیل گئی۔ اور خود ہندوستان میں اس کو وہ طاقت وہ رعب۔ وہ دبدبہ اور وہ شوکت حاصل ہو گئی۔ کہ سب دشمن اس کا لوہا تسلیم کرنے لگے۔ اس کے مبلغین نے سینکڑوں کی تعداد میں نہ صرف سمندر پار ممالک پر یورش کی بلکہ ہندوستان کے علاقوں کو بھر دیا۔ یہ سب برکتیں مبائعین کو کیوں حاصل ہوئیں صرف اس لئے کہ وہ خلافت کے ساتھ وابستہ تھے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے خلافت کا انکار کیا۔ انکی تعداد معکوس ترقی کرتے ہوئے پانچ ہزار تک پہنچ چکی ہے اور دن بدن زوال پذیر ہے۔ ان میں اور انکی اولادوں کی رگوں میں نہ احمدیت کا جوش ہے اور نہ قومی جمعیت۔ وہ صرف کتب کی تجارت کرنیوالی ایک کمپنی بنے ہوئے ہیں نہ انکو سیاسی طور پر اور نہ تبلیغی طور پر کوئی رعب حاصل ہے۔ غیر لوگوں کا اندازہ ہے کہ عنقریب یہ لوگ مسلمانوں کی کسی سیاسی جماعت میں مدغم ہو جائینگے۔ اے کاش یہ لوگ اپنی حالت سے عبرت پکڑیں اور سمجھیں کہ مبائعین کو کیوں ترقی ہو رہی ہے اور انہیں کیوں زوال کا سامنا ہے اور اس وجہ کو معلوم کر کے توبہ کریں اور منعم علیہم میں شامل ہو کر پھر سے خدا کے

مولوی محمد علی صاحب کی کتاب "نیا نظام عالم" پر عربی اخبار "السجل" کا ریویو

مولوی محمد علی صاحب نے ایک کتاب "نیا نظام عالم" ۱۹۴۳ء میں لکھی تھی۔ جس کا عربی ترجمہ سید تصدق حسین صاحب غیر مبائع نے بغداد سے شائع کیا ہے۔ اس کے شائع ہونے پر اخبار پیغام صلح نے بہت کچھ لکھا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اس کتاب کے طبع ہونے پر دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا ہے۔ اور عرب لوگ اس کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ انھیں اس کتاب کو درسًا پڑھنا چاہیے۔ نیز اخبارات نے صرف اس کتاب پر ہی تبصرہ نہیں کیا بلکہ غیر مبائعین کے کام پر اور معتقدات پر بھی عمدہ پیرایہ میں سیر کن بحث کی ہے (۵-فروری ۱۹۴۷ء) کتاب کے متعلق جس قسم کا مبالغہ کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہتے۔ ہاں صرف بغداد کے یومیہ اخبار "السجل" کا ایک ریویو نقل کرتے ہیں جو اس نے مولوی محمد علی صاحب کی کتاب پر کیا ہے جس سے قارئین کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ عرب لوگوں کی رائے اس کتاب کے متعلق کیا ہے۔

"السجل" بغداد کا ایک یومیہ اخبار ہے وہ کتاب مذکور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"ومن آخر کتبهم الاسلام والنظام العالمی الجدید الکتاب الذی یخلط السم فی الدسم والذی یصور الاسلام بصورة لا یرضاها المسلمون و ان ارتضاها السادة المستعمرون وهذا الکتاب الفه مولائی محمد علی وضع سموم الاستعمار فی انکلترة وفی الهند وقد الفه المولی محمد علی المذکور بالاردیة ثم ترجمه الی الانکلیزیة وقد شاعت اراد تهمران

ینترجموہ الی العربیۃ فترجما احمل جودۃ السحاد"

یعنی مولوی محمد علی صاحب کی کتاب نیا نظام عالم ایک ایسی کتاب ہے۔ جو مسلمانوں کی روح کو کچلنے کے لئے ایک زہر ہے۔ ایک ایسا زہر جو مٹھائی میں رکھ کر مسلمانوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے تاکہ وہ اس کو دھوکہ میں آکر کھا سکیں۔ اور اس کتاب میں جو تعلیم اسلام کی طرف منسوب کر کے لکھی گئی ہے۔ اس کو ہرگز اسلامی تعلیم نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ کبھی مسلمان اس کو پسند کر سکتے ہیں۔ ہاں انگریز جو دوسروں کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ کیونکہ ان کے مقصد کو یہ کتاب تقویت دے سکتی ہے اور اس کتاب کے مولف وہ شخص ہیں۔ جو انگریز کے ماتحت رہنے کی تلقین کرنے والے اور اس زہر کو پھیلانے والے ہیں۔

پھر غیر مبائعین کے انگریزی ترجمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

" وقد ترجموا القرآن الکریم الی اللغۃ الانکلیزیۃ ترجموہ علی ما یشھدون وعلی نوازغ لنفوسھم نفوس التی خلقت فی قالب الکلیزی لیس إلا۔"

یعنی انگریزی ترجمہ قرآن کریم نفسانی خیالات پر مبنی ہے وہ خیالات جو انگریزی خیالات کے تابع ہیں اس کے سوا اس ترجمہ میں کچھ نہیں۔

اس کے بعد غیر مبائعین کے معتقدات پر ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"انی اھیب بالصحف الاسلامیۃ وفی مقدمتھا السجل الغراء الی محاربۃ ھذہ النحلۃ الزائغۃ وان تصدّ کیدھا الی نحرھا واھیب ایضًا بالجمعیات الاسلامیۃ ان تبطل دعاوی ھؤلاء الماجورین۔"

یعنی ہم اسلامی جرائد اور اسلامی انجمنوں کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان انگریزوں کے ایجنٹوں کے معتقدات کے ابطال کی انتہائی کوشش کریں

الغرض یہ وہ خیالات ہیں۔ جو مولوی محمد علی صاحب کی کتاب "نیا نظام عالم" اور ان کے انگریزی ترجمہ قرآن کے متعلق عرب لوگ رکھتے ہیں۔ اور جس کا اظہار ایک عربی اخبار میں ایک جمعیۃ کے رکن نے کیا ہے۔

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کے کلمۃ اللہ ہونے کا مطلب

(ابو المنیر نور الحق مولوی فاضل نائب مدیر)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کی عظمت و شان کو بیان کرنے کے لئے اپنی وحیٔ پاک میں جن الفاظ کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک لفظ کلمۃ اللہ ہے۔ چنانچہ فرمایا "وہ (یعنی مصلح موعود) کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔" یہ لفظ (یعنی کلمۃ اللہ) بظاہر دیکھنے میں تو چھوٹا سا ہے لیکن اس کے اندر بہت سے معانی پنہاں ہیں۔ جن سے حضرت مصلح موعود کی عظمت شان کا پتہ لگتا ہے۔ اس لفظ کے معانی کو جاننے کے لئے ہم دو طریقے استعمال کر سکتے ہیں:۔ (۱) یہ کہ ہم لغت عربی کو دیکھیں۔ اور اس لفظ کے حقائق کو پانے کی کوشش کریں (۲) قرآن مجید پر غور کریں۔ اور جہاں جہاں یہ لفظ بیان ہوا ہے اس کے معانی کو وہاں سے اخذ کر کے اس کی شرح کریں۔

کلمۃ اللہ کے معنے لغت کے لحاظ سے

سو جب ہم لغت کو دیکھتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی کو کلمۃ اللہ کہا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کے کلام سے اور جس کے ذریعہ سے اللہ کے دین کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے معنے لغت میں کلمۃ اللہ کے یہ لکھے ہیں۔ کہ اس کو بھی کلمۃ اللہ کہیں گے جس کی پیدائش کا موجب خدا کا کلام یعنی پیشگوئی ہو۔ (تاج العروس) ان ہر دو معانی کی رو سے جب ہم اس پر غور کرتے ہیں۔ کہ مصلح موعود کو کلمۃ اللہ کیوں قرار دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کلمۃ اللہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ آپ کے وجود کو دنیا میں لانے کا باعث وہ پیشگوئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کروائی۔ اور پھر آپ کلمۃ اللہ اس لئے ہیں کہ آپ کے دنیا میں آنے اور آپ کے کلام کے باعث اسلام کو جو دین اللہ ہے بہت بڑی تقویت

حاصل ہوتی تھی۔ اس مفہوم کی تائید خود اس پیشگوئی کے اصل الفاظ بھی کرتے ہیں۔ جن میں مصلح موعود کے بھیجے جانے کی غرض کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا "کہ مصلح موعود کو دنیا میں اس لئے مبعوث کیا جا رہا ہے کہ تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

پس لفظ کلمۃ اللہ میں یہ پیشگوئی مضمر تھی کہ مصلح موعود کے ذریعہ دین اسلام کی شوکت ظاہر ہوگی۔ اور مذہب اسلام کو تقویت حاصل ہوگی۔ اور یہ پیشگوئی بڑی آب و تاب سے پوری ہوئی۔ اور انشاء اللہ العزیز آئندہ اور زیادہ واضح طور پر ظاہر ہوگی۔

کلمۃ اللہ کے لفظ کا استعمال قرآن مجید میں

قرآن مجید میں لفظ کلمہ جن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) نشان۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین۔ (انفال ع ۱) کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے نشانوں کے ساتھ دنیا میں قائم کر دے۔

پھر حضرت مریمؑ کے متعلق فرمایا۔ وصدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القانتین۔ (تحریم ع ۲) کہ حضرت مریم نے اپنے رب کے نشانات کی تصدیق کی۔

پس ان معنوں کے رو سے حضرت مصلح موعود کے کلمۃ اللہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ اللہ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں۔ چنانچہ اس معنی کی تائید بھی پیشگوئی مصلح موعود کے اصل الفاظ کرتے ہیں جن میں آپ کو رحمت کا نشان قرار دیا گیا ہے۔ حضرت مصلح موعود کا وجود اللہ تعالےٰ کا اس لئے ایک نشان ہے کہ آپ کی صحت بچپن میں بہت خراب رہتی تھی اور اب بھی اکثر خراب رہتی ہے لیکن اسکے باوجود اللہ تعالےٰ آپ سے وہ کام لے رہا ہے جو ہزاروں صحت والے آدمی بھی نہیں کر سکتے۔ پھر آپ نے ظاہری علوم کسی استاد سے نہیں پڑھے لیکن آپ کا تبحر علمی اتنا ہے کہ کسی علم کا بڑے سے بڑا ماہر بھی آپ کے سامنے

طفلِ مکتب معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ بھی اللہ تعالےٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان اور معجزہ ہے۔ گویا مصلح موعود کے کلمۃ اللہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کا وجود ایک مجسم نشان اور معجزہ ہوگا۔ جس کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ثبوت میں ایک زبردست دلیل ہوگی۔

(۲) دوسرے معنے کلمۃ اللہ کے اللہ کی بشارت کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے وتمت کلمۃ ربک الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل (اعراف) کہ جس طرح بنی اسرائیل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خوشخبری اور بشارت دی تھی۔ ویسے ہی پوری ہو گئی۔ ان معنوں کے اعتبار سے مصلح موعود کے کلمۃ اللہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ دنیا کے لئے بشارت مجسم بن کر آئے گا۔ چنانچہ پیشگوئی کے اصل الفاظ میں بھی اس بات کو لیا گیا ہے۔ فرمایا "سو بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔" گویا حضرت مصلح موعود جس جماعت میں پیدا ہونگے وہ ان کے لئے یہ بشارات لے کر آئیں گے کہ اب دُنیا میں اس جماعت کا غلبہ ہوگا۔ اور حسب وعدہ اقتدار ہوگا۔ اور روئے زمین کی بادشاہتیں ان کے قدموں میں آئینگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ آپ یہ سب بشارات لےکر دنیا میں آئے۔ اور ہم اب ان بشارات کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس دن کی انتظار میں ہیں جبکہ مشرق و مغرب آپ کے قدموں میں ہوگا۔

(۳) تیسرے معنے کلمہ کے تدبیر کے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا۔ وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا (توبہ) کہ اللہ تعالےٰ نے کافروں کی تدبیریں نیچی کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہی غالب رہتی ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے مصلح موعود کے کلمۃ اللہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ کی ایک تدبیر ہیں۔ جو دنیا کی تدبیروں کے خلاف کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ دنیا تو اسلام کو ختم کرنے کے لئے سب تدبیریں کر رہی ہوگی۔ اور مسلمان خود بھی سمجھیں گے۔ کہ اب اسلام کا خاتمہ ہے لیکن اللہ تعالےٰ اپنی پیشگوئیوں کی وجہ سے یہ چاہتا ہوگا۔ کہ دینِ اسلام ساری دنیا پر پھیل جائے۔ اور سب ادیان پر غالب آجائے۔ اور اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے لوگوں کی تدبیر کے مقابل اللہ تعالےٰ جو تدبیر کرے گا۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو مصلح موعود بنا کر بھیج دے گا۔ اور اس کے ذریعہ سے مردہ اسلام پھر زندہ ہو جائے گا۔ اور اسلام کو ختم کرنے والوں کی تدبیر بیخ خاک

میں مل جاوینگی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کے ذریعہ احمدیت کا آفاق میں پھیلنا۔ اور احمدیت کی تحریک کا زوروں پر ہونا خود مخالفین کو یہ تحریک کر رہا ہے کہ اب احمدیت ہی دنیا پر غالب آئے گی۔

(۴) چوتھے معنے کلمہ کے عذاب کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے ان الذین حقت علیھم کلمة ربك لا یومنون۔ (یونس) کہ جن پر تیرے رب کا عذاب مقرر ہوچکا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ پس ان معنوں کے اعتبار سے مصلح موعود کے کلمة اللہ ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ آپ کے دنیا میں آنے کے ساتھ لوگوں پر اتمام حجت ہوگی اور جو لوگ انکار پر مصر رہیں گے۔ ان پر عبرتناک عذاب نازل ہوگا۔ گویا ان الفاظ میں اس پیشگوئی کو دُہرایا گیا ہے۔ جو عالم کباب کے الفاظ مصلح موعود کے متعلق استعمال کرکے کی گئی ہے۔ اس پیشگوئی کی تائید بھی دنیا کے واقعات نے کر دی۔ کہ جب آپ کے نمائندے دُنیا کے اطراف میں پہنچے۔ اور لوگوں نے توجہ نہ دی تو ان پر ایسی تباہی نازل ہوئی کہ جسکی نظیر اہل دنیا میں نہیں ملتی۔

(۵) پانچویں معنے کلمہ کے کلام کے ہیں جیسا کہ آیت انھا کلمة ھو قائلھا میں کلمہ بمعنے کلام ہے اور مصلح موعود کے کلمة اللہ ہونے سے مُراد اس کا کلام اللہ ہونا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے کلام لانے والا۔ اور اس سے غیب کی خبریں پانے والا۔ اور یہ عربی زبان میں عام بول لیتے ہیں۔ جیساکہ رُوح عربی زبان میں کلام کو کہتے ہیں۔ لیکن کلام لانے والے فرشتے کو قرآن مجید میں روح کہہ دیا گیا ہے۔ گویا حضرت مصلح موعود کے کلام اللہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ اللہ تعالے کی طرف سے کلام لانے والے ہیں۔ اور کلمة اللہ کے یہ معنے بھی درست ہیں۔ کیونکہ حضرت مصلح موعود کی زبان سے ہمارے کانوں نے سینکڑوں غیب کی خبریں سُنیں۔ اور ان کو پورا ہوتے دیکھا اور دن بدن اس میں ترقی ہوتی نظر آتی ہے ان معنوں کے لحاظ سے یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ کلام وہ چیز ہوتی ہے جس سے متکلم کا منشاء اور مافی الضمیر کا علم ہوتا ہے۔ گویا مصلح موعود کے کلام اللہ ہونے سے یہ مُراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء آپ کے ذریعہ سے ظاہر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ جو باتیں اور جو اصلاحات دین میں رائج کرنا چاہے گا۔ وہ حضرت مصلح موعود کے ذریعہ سے دُنیا میں رائج ہونگی۔ گویا آپ کی زبان نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کے ذریعہ سے بولے گا۔ گویا

زبان تو مصلح موعود کی حرکت کرے گی لیکن وہ درحقیقت آپ کی زبان نہیں ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے منشاء کا اظہار آپ کی زبان کے ذریعہ کر رہا ہو گا۔

ہماری جماعت کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ جب حضور کوئی تحریک فرماویں۔ یا کوئی اصلاح جاری کریں یا کوئی عملاً نمونہ پیش کریں تو درحقیقت وہ الہٰی منشاء کے تحت ایسا ہو رہا ہوتا ہے کیونکہ حضور کو خدا نے اپنے منشاء کے اظہار کے لئے ایک ذریعہ بنایا ہے پس وہ لوگ جو آپ کی آواز پر آپ کی تحریک پر کان دھریں گے وہ یقیناً خدا کی خوشنودی کو حاصل کر کے اس کے قریب ہونگے۔ اور جو شخص اس طرف توجہ نہ دیں گے وہ اپنے لئے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بند کریں گے۔

(۷) مفسرین کے نزدیک اس شخص کو کلمۃ اللہ کہتے ہیں جس کے متعلق اس سے پہلے آنے والے بزرگ پیشگوئیاں کرتے چلے آتے ہوں۔ کیونکہ اس شخص کے آنے سے گویا خدا کی وہ بات پوری ہوتی ہے جو وہ اپنے بندوں کو کہتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی حضرت مصلح موعود کلمۃ اللہ ہیں۔ کیونکہ آپ کے متعلق طالمود میں بھی پیشگوئی ہے جو تین ہزار سال سے پہلے کی کتاب ہے۔ پھر آپ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی کہ مسیح محمدی کے ہاں ایک عظیم الشان لڑکا ہوگا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی۔ پھر اولیائے امت میں سے نعمت اللہ صاحب نے پسرش یادگارے بینم کہہ کر پیشگوئی کی۔

اسی طرح شمس المعارف میں شیخ احمد کی نظم شائع شدہ ہے اور اس میں انہوں نے حضرت مصلح موعود کا نام محمود بھی بتایا ہے۔ الغرض وہ پیشگوئیاں جو حضرت مصلح موعود کے متعلق بزرگان کرتے چلے آئے تھے وہ سب آپ کے آنے کی وجہ سے پوری ہوئیں اور اس طرح کلمۃ اللہ کہلائے یعنی یہ کہ آپ کے ذریعہ اس بات کی تصدیق ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ جو سینکڑوں سال سے پیشگوئی کے طور پر جو خبر دیتا چلا آ رہا تھا۔ آپ کے ذریعہ سے پوری ہوگئی۔ پس حضرت مصلح موعود کے کلمۃ اللہ ہونے کے یہ آٹھ مفہوم ہیں جو میں نے بیان کئے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے بھیجے ہوئے نشان کی قدردانی کی توفیق دے اور ہمیں اپنے شکرگزار بندوں سے بنائے تاہم اس کے وعدہ وان شکرتم لازیدنکم کے مطابق ہر گھڑی اس کے انعاموں کے وارث ہوسکیں۔ آمین یا رب العالمین۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

نظامِ خلافت اور اس پر جماعت احمدیہ کا اجماع

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

عربی زبان میں لفظ "خلیفہ" کے معنے ہیں۔ "من یخلف غیرہ ویقوم مقامہٗ او الامام الذی لیس فوقہٗ امامٌ" یعنی ایسا شخص جو دوسرے کا جانشین و قائمقام ہو۔ یا ایسا امام یا حاکم جس کے اوپر کوئی اور حاکم نہ ہو۔ خلیفہ کہلاتا ہے۔ علامہ ابن خلدون نے بھی اصطلاح شریعت میں خلافت کی مندرجہ ذیل تعریف بیان کی ہے۔ "اِنّ حقیقۃ الخلافۃ نیابۃ عن صاحب الشرع فی حفظ الدین وسیاسۃ الدنیا۔" (ابن خلدون) یعنی دین کی حفاظت اور دنیوی سیاست میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور جانشینی خلافت کہلاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی خلیفہ کی یوں تعریف فرمائی ہے:۔

"خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں۔ جو تجدید کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے۔ اس کو دُور کرنے کے واسطے جو انکی جگہ آتے ہیں۔ انھیں خلیفہ کہتے ہیں۔" (الحکم ۲۴۔ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔" (شہادۃ القرآن صفحہ ۵۷):

ضرورت خلافت

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ نبی بہ تقاضائے بشریت ایک محدود زندگی رکھتا ہے۔ اور وہ اپنی محدود زندگی گزار لینے کے بعد آخر اس دارِ فانی سے کوچ کر کے خالقِ حقیقی کے پاس چلا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نبی کے ذریعہ سے اُسکی زندگی میں اس کے مقاصد کی تخم ریزی کر دیتا ہے۔ اور آیندہ کے لئے اُس کے فیض کے سلسلہ کو ممتد کرنے اور اس کے مقاصد کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے سلسلہ خلافت کو جاری فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خلیفہ دراصل رسول کا ظل ہوتا ہے۔ اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا۔ کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں۔ ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اس غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا۔ تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔ (شہادۃ القرآن ص۵۸)

پھر ایک دوسری جگہ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں۔ تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے۔ اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ سے اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سرنو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔" (الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

غرضیکہ نبی کی وفات کے بعد جماعت کو فتنہ سے بچانے۔ نظام کو مستحکم کرنے اور نبی کے مقاصد کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے خلیفہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ سلسلہ خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے انبیاء کے بعد بھی جاری رہا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ما کانت نبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ" (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۱۹) اور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ خلافت کے اجراء کا مسلمانوں (امت محمدیہ) کے اندر بھی جاری کرنے کا وعدہ فرمایا۔

امت محمدیہ میں خلافت کا وعدہ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا (نور ع) کہ وہ ان میں ایسی خلافت قائم فرمائے گا جیسی خلافت پہلے لوگوں میں قائم کی گئی تھی۔ اور اس خلافت کا مقصد اور مدعا یہ ہے کہ تا وہ دین جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قائم کیا گیا ہے مضبوطی کے ساتھ دنیا میں قائم ہو جائے اور مسلمانوں کی کمزوری اور خوف کو طاقت اور امن سے بدل دیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مختلف کتب میں آیت استخلاف کو درج فرما کر اس سے

امت محمدیہ میں دائمی خلافت کے قیام کا استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"ان آیات کو اگر کوئی شخص تامل اور غور کی نظر سے دیکھے تو میں کیونکر کہوں کہ وہ اس بات کو سمجھ نہ جائے۔ کہ خدا تعالےٰ اس امت کے لئے خلافت دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے۔ اگر خلافت دائمی نہیں تھی۔ تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہہ دینا کیا معنے رکھتا ہے۔" (شہادۃ القرآن صـ۵۷)

پھر لکھتے ہیں:-

انّ اللّٰہ قد وعد فی ھذہ الآیات للمسلمین والمسلمات انّہ سیستخلفنّ بعض المؤمنین منھم فضلاً ورحمًا ویبدّ لنّھم من بعد خوفھم امنًا (الحمامۃ صـ۱۵)

کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ وہ ان میں سے اپنے فضل وکرم سے بعض کو خلیفہ بنائے گا اور اُن کے ذریعہ سے ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا اگرچہ خلافت کے قیام کا وعدہ سب امت کے لئے ہے۔ مگر تمام لوگ اس منصب پر فائز ہونے کے قابل نہیں ہوسکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ امت میں سے بعض موزوں افراد کو اس منصب عالی کے لئے منتخب فرمائے گا۔ جن کے ذمہ جماعت کی قیادت اور نظام کے استحکام کی باگ ڈور ہوگی۔

آیت استخلاف صحابہؓ سے ہی مخصوص نہیں

بعض لوگوں کے اندر یہ خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ آیت استخلاف صرف صحابہؓ کرامؓ کے لئے مخصوص تھی۔ اور خلافت راشدہ کے بعد اب کوئی اور خلافت اس امت میں نہیں ہوسکتی۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

(۱) "بعض صاحب آیت وعد اللّٰہ ...... قبلھم کی عمومیت سے انکار کرکے کہتے ہیں۔ کہ منکم سے صحابہؓ ہی مراد ہیں۔ اور خلافت راشدہ حقہ انہی کے زمانہ تک ختم ہوگئی۔ اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب وخیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دور رہا۔ اور پھر ہمیشہ کیلئے اسلام ایک لازوال نحوست میں پڑگیا۔" (شہادت القرآن صـ۴۷)

پھر لکھتے ہیں:-

"اگر خلافت راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کے لئے اس کا دور ختم ہوگیا تھا۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ خدا کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا۔ کہ اہل امت پر ہمیشہ ابواب سعادت مفتوح رکھے۔" (شہادت القرآن صـ۵۵)

انبیاء قدرت اولیٰ اور خلفاء قدرت ثانیہ ہوتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلافت کی ضرورت اور اہمیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے۔ اور جیسے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا ہے ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے۔ کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے۔ کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے۔ اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اس طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اُس کی تخمریزی انہی کے ہاتھوں سے کر دیتا ہے۔ لیکن اسکی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں۔ تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے۔ اپنے کمال تک پہنچتے ہیں۔" (الوصیۃ ص۵-۶)

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کی تجلّی دو مرتبہ ظاہر فرماتا ہے ایک انبیاء کے زمانہ میں جو کہ قدرت اولیٰ کے مظہر ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے نشانات و معجزات سے موئید ہوتے ہیں۔ اور دوسرا زمانہ خلفاء کا زمانہ ہوتا ہے جو کہ قدرت ثانیہ کے مظہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ قدرت اولیٰ کی تجلّی کا نظارہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں دکھلایا۔ اور قدرت ثانیہ کی تجلی کا نظارہ آپ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ قائم کر کے دکھلایا۔ مگر یہ سلسلہ خلافت صرف تیس سال میں ختم نہیں کر دیا۔ بلکہ وہ وعدہ امت محمدیہ سے دائمی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قدرت اولیٰ کے مظہر تھے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

جماعت احمدیہ میں نظام خلافت

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ خدا کے نبی ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ سے خدائی نوروں کی تخم ریزی ہو چکی ہے تو ضرور تھا۔ کہ آپ کے بعد بھی آپ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے آپ کے سلسلہ میں خلافت کا نظام جاری ہوتا۔ چنانچہ حضور نے بھی بشارت دی ہے کہ جماعت احمدیہ میں آپ کے وصال کے بعد قدرت ثانیہ کی تجلی ہوگی۔ یعنی سلسلہ خلافت قائم ہوگا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات کو جو میں نے تمہارے درمیان بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤں گا۔ تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیت ص۶)

جماعت احمدیہ میں خلافت پر اجماع

مندرجہ بالا اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد اپنی جماعت میں خلافت کے قیام کی خوشخبری دی ہے۔ چنانچہ عملی طور پر حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد حضور کی تحریر کے مطابق جماعت میں نظام خلافت قائم ہوا۔ اور حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ خلیفہ اول بالاتفاق منتخب ہوئے۔ گویا آپ کو خلیفہ منتخب کرکے جماعت نے اس پر اجماع کر لیا کہ جماعت میں سلسلہ خلافت ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے انتخاب کے بعد مندرجہ ذیل اعلان اخبار میں شائع کیا گیا:۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی۔ اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ والامناقب حضرت

حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہٗ کو اپنا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے:۔
مولانا سید محمد احسن صاحب۔ صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب۔ جناب نواب محمد علیخان صاحب
شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ خلیفہ رشیدالدین صاحب۔ وخاکسار خواجہ کمال الدین)
سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ"

جماعت میں تحریک بیعت خلافت

مندرجہ الصدر اعلان کے علاوہ سیکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک اور اعلان کیا گیا۔ جس میں مذکورہ بالا عبارت تحریر کر کے اور خلافت کے وجود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے عین مطابق قرار دیتے ہوئے جماعت کو تحریک کی گئی۔ کہ وہ جلد سے جلد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی بیعت کریں۔ چنانچہ اس میں یہ تحریر کیا گیا:۔

"یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبروں کو لکھا جاتا ہے۔ کہ وہ اس خط کو پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر خدمت ہو کر بیعت کریں۔" (بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

(۳) پھر اعلان کیا گیا کہ:۔ "مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں۔ اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوہ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے۔ کے ہاتھ پر احمدؐ کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آیندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آیندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔" (دستخط) شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب۔ مرزا خدابخش صاحب
(بدر ۲۔ جون ۱۹۰۸ء)

پس مندرجہ بالا اعلانات سے صاف عیاں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ کے افراد نے جن میں " عمائد پیغام " بھی شامل تھے۔ اس امر پر اجماع کیا۔ کہ رسالہ الوصیت میں نظام خلافت کا ذکر ہے۔ اور اس کے مطابق حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ و جانشین تسلیم کیا گیا۔ اور آپ کا فرمان جملہ افراد جماعت کے لئے (جس میں صدر انجمن احمدیہ اور اس کے ممبران بھی شامل ہیں) ایسا ہی ہوگا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان تھا۔ اور ان اعلانات کے بعد جماعت کے افراد عملی طور پر چھ سال تک عمل پیرا رہے۔ ان اعلانات میں خلافت اور صدر انجمن احمدیہ کا تعلق بھی واضح کر دیا گیا۔ کیونکہ جیسے صدر انجمن احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے تابع تھی۔ اسی طرح وہ آپ کے جانشین اور فرمان کے تابع ہی رہے گی۔ اور اس بحث کا بھی خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ کہ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کو کسی خلیفہ کی دوبارہ بیعت کی ضرورت نہیں کیونکہ اعلان میں تھا۔ کہ " تمام احمدی جماعت موجودہ اور آیندہ نئے ممبر بیعت کریں۔" چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ تمام صحابہ مسیح موعود علیہ السلام جو اس وقت موجود تھے۔ انھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی دستی بیعت کی۔ اور دوسروں نے تحریرًا بیعت کی۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ انہی عمائد پیغام میں سے جو یہ نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ صحابہ کو دوبارہ بیعت کی ضرورت نہیں۔ ان سے دوبارہ بیعت لی گئی۔ اور انھوں نے بغیر چوں و چرا کے بیعت کی۔ پس ان حقائق کی موجودگی میں ہمارے پیغامی بھائیوں کا جماعت میں نظام خلافت کے قیام سے انکار کرنا۔ اور قائم شدہ خلافت کی بیعت سے انحراف کرنا کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہو سکتا۔

پس ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے سابقہ اعلانات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اور جماعت احمدیہ کے سب سے پہلے اجماع کے خلاف قدم اٹھا کر اپنے لئے خدائی نصرت کو بند نہ کریں۔ بلکہ سب خیر و برکت اسی میں ہے۔ کہ خدا کے مقرر کردہ نظام سے وابستگی اختیار کی جائے۔ اللہ تعالے اس کی ہمارے بھائیوں کو توفیق بخشے۔ آمین۔

مان جاؤ نہ اتنا منہ آؤ

(مکرم محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

شانِ ناز و نیاز کیا معلوم — ان کے آپس کے راز کیا معلوم
خود بخود راگ گا رہا ہے دل — ہے ہم آہنگ ساز کیا معلوم
غیر تو غیر مجھ کو بھی ہمدم — قدر شوق ایاز کیا معلوم
جو حقیقت سے بے خبر ہے اسے — ذوق عشق مجاز کیا معلوم
قصہ کوتہ کیا سنیں نہ سنیں — داستاں ہے دراز کیا معلوم
مصلحِ وقت کا جلال و جمال — حق سے ناز و نیاز کیا معلوم
مان جاؤ نہ اتنا منہ آؤ — درِ توبہ ہے باز کیا معلوم
کل کو کیا اور ہونے والا ہے — ہیں بہم سوز و ساز کیا معلوم
دل کو دل تو راہ ہوتی ہے — پھر ہے کیوں احتراز کیا معلوم
پہنچے ساحل پہ یا بھنور میں پھنسے — زندگی کا جہاز کیا معلوم

(دگرے)

حُجز خداوند کردگار اکمل
تیرا سوز و گداز کیا معلوم

اہل پیغام سے

(مکرم محمد شفیع صاحب اشرف)

(۱)

شیشۂ محرومِ صہبا آپ ہیں — محملِ گم کردہ لیلیٰ آپ ہیں
حضرتِ مہدی کو چھوڑا کیا کیا — ناقضِ عہدِ مسیحا آپ ہیں

(۲)

قادیاں سے بے رخی اچھی نہیں — دین سے یہ گمرہی اچھی نہیں
روح کو قعرِ ہلاکت میں نہ ڈال — دشمنی محمود کی اچھی نہیں

"محض مجدد یا کہ عالم دین"؟

غیر مبائعین کے نام ہمدردانہ پیغام

(مکرم شیخ ناصر احمد صاحب بی اے۔ مجاہد احمدیت از زیورچ سوئٹزرلینڈ)

بغداد سے ایک پیغامی دوست تصدق حسین صاحب قادری نے مجھے دو ٹریکٹ یہاں بھجوائے ہیں۔ جن میں سے ایک مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے "(۱) مباحثہ کے لئے بھی تیار ہوں (۲) مباہلہ کے لئے بھی تیار رہوں" نامی اشتہار ہے۔ اور دوسرا سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے "مطالبہ حلف پورا کر دیا گیا" کے بارہ میں اعلان ہے چند روز بعد ایک "کھلی چٹھی" بھی ملی۔ جو مولوی محمد علی صاحب کی تحریر ہے۔ ممکن ہے کہ ان پیغامی صاحب نے دیگر ممالک میں کام کرنے والے احمدی مبلغین کو بھی اس قسم کے اشتہارات بھجوائے ہوں۔ مجھے اچانک طور پر انہیں دیکھ کر حیرت سی ہوئی۔ ایک اشتہار کی پشت پر اہل پیغام کے جلسہ سالانہ کا پروگرام بھی درج ہے۔ شائد یہ دوست چاہتے ہوں کہ ہم بیرونی ممالک سے ان کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لئے آئیں۔ لیکن ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ احمدیت کے مبلغین جو اس زمانہ کے عظیم الشان مامور و مرسل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے گھروں سے نکلے ہوئے ہیں۔ لاہوریوں کا جلسہ سالانہ ان کے لئے کسی قسم کی کشش کا باعث نہیں بن سکتا۔ زندہ اور زندگی کے خواہاں شخص کے لئے مُردہ کوئی جذب نہیں رکھتا۔ پیغامیت مردہ ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اس لاش کی مردنی اور بے حسی کا منظر ہم یہاں سے خوب دیکھ سکتے ہیں جبکہ بُستانِ احمدؑ کے پرندے مختلف ممالک میں احمدیت کا پیغام پھیلاتے ہوئے چہچہا رہے ہیں۔ جبکہ پیغامی یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود بیرونی ممالک میں مبلغین بھجوانا نہ چاہتے تھے۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

حضرت مسیح موعود نبی ہیں نہ کہ مجدّد

ہم یقیناً کسی "محض مجدّد اور عالم دین" کی تحریک پر باہر نہیں آئے۔ کہ آجتک جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی مجدّد نے بیرونی ممالک میں مبلغین نہیں بھجوائے۔ کسی مجدّد نے اسلام کی اشاعت کے کام کو اس پیمانہ پر کرنے کا خواب تک بھی نہ دیکھا ہوگا۔ جس وسیع پیمانہ پر یہ کام خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کرانا چاہتا ہے۔ کسی مجدّد کے ماننے والے سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کی آواز اپنی زندگیاں وقف نہیں کر دیا کرتے۔ نہ مجدّد کا وجود قلوب میں ایسی حرارتِ ایمانی پیدا کر سکتا ہے کہ جس کے بعد دنیا کی ہر لذّت کی گرمی انسان کے لئے سرد ہو جائے۔ کسی مجدّد نے اپنے کام کی ہمہ گیری اور عالمگیری کو اس زور کے ساتھ پیش نہیں کیا۔ جس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے۔ کسی مجدّد نے خدائی تائید کو اپنے اندر اس انداز میں جذب نہیں کیا۔ جس انداز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے۔ کسی مجدّد کی آج تک اس قدر مخالفت نہیں ہوئی۔ کسی مجدّد نے اس طرح پیشگوئیاں نہیں کیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ نے اُسے اظہار علی الغیب دیا ہے جس طرح کہ حضرت مسیح موعودؑ کو۔ کسی مجدّد نے اول تو نہ کوئی جماعت قائم کی ہے۔ دوئم نہ اس کی جماعت کی اس سرعت کے ساتھ ترقی ہوئی ہے جس سرعت کے ساتھ حضرت مسیح موعود کی جماعت کی۔ پس ان ساری باتوں کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو محض مجدّدیت سمجھنا یقیناً روحانیت سے مذاق ہے۔ یہ استہزاء ہے خدائی ارادوں سے اور اس کی ظاہر ہونے والی حکمتوں اور قدرتوں سے۔ اور جو شخص ایمان کو اس درجہ استخفاف سے دیکھتا ہے وہ اپنے ایمان سے کورا ہونے کا ثبوت دیتا ہے میں یہ نوٹ حلف وغیرہ امور کے بارہ میں نہیں لکھ رہا۔ وہ حلف جو مولوی محمد علی صاحب نے اُٹھایا بھی نہ۔ اور صاف طور پر کترا گئے (اس سلسلہ میں بہت کچھ "الفضل" اور "فرقان" میں لکھا جا چکا ہے) نہ ہی میرے مخاطب مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اب "ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ" کے مجسّم مصداق ہیں۔ بلکہ میرا یہ خطاب اُن نیک فطرت اور سادہ طبع اہل پیغام سے ہے۔ کہ جو سادہ لوحی سے مولوی محمد علی صاحب سے وابستہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جدا ہیں۔ ایک انسان سب لوگوں کو تھوڑے وقت کے لئے دھوکا دے سکتا ہے یا کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لئے دھوکا دے سکتا ہے لیکن یہ

ممکن نہیں کہ سب لوگ ہمیشہ کے لئے اس کے دھوکہ کا شکار رہیں۔ وقت آئے گا جب کہ وہ سعید طبیعتیں (کم یا زیادہ) جو مولوی محمد علی صاحب کی چالبازیوں سے اچھی طرح سے آگاہ نہیں حقیقت حال کھل جانے پر انہیں الوداع کہہ کر اس پاک اور مقدس روحانی جماعت میں آملینگی جس کے قائد خدا کے قائم کردہ برحق خلیفہ اور مصلح موعود سیدنا محمود ایدہ اللہ ہیں ہم ان سے اس وقت صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کو مسیح موعود کی ضرورت ہے۔ دنیا کی مشکلات کا حل بجز مسیح موعود کے وجود کے ممکن نہیں۔ آج حضور اس دنیا میں موجود نہیں ہیں لیکن روحانی طور پر ضرور موجود ہیں۔ افسوس کہ پیغامیوں نے اس روحانی وجود مسیح موعود علیہ السلام کو باہمی کشمکش میں کھودیا۔ اب وہ کیسے اس وجود کو دنیا کے سامنے پیش کرینگے۔ جب کہ ان کے اکابرین مغربی ممالک میں حضور کی تعلیم کو پیش کرنا اپنے لئے "سم قاتل" سمجھتے رہے ہیں۔ اے پیغامی بھائیو! مسیح موعودؑ کے مبارک وجود کو تلاش کرو۔ جو جماعت لاہور میں تمہیں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا۔ اُسے قادیان میں آکر پاؤ۔ اور خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مشیت کو استحقار کے پاؤں سے نہ ٹھکراؤ کہ جلیل القدر ذات آن واحد میں دنیا کی ہر شے کو اپنے پاؤں تلے روند سکتی ہے پس خدا کے غضب کو نہ بھڑکاؤ سوچو اور غور کرو۔ کہ پندرہ ماہ کے قلیل عرصہ میں درجنوں مبلغین دنیا کے ایک درجن سے زیادہ ممالک میں بھیجنے کی توفیق پانے والا خلیفہ اگر خدائی تائید سے مؤیّد نہیں تو کیا تم سمجھتے ہو کہ خدائی تائید سے مراد ناکامی اور کثرت سے قلت کی طرف ہبوط ہے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں کیا ہوئیں۔ وہ اسلام کے آخری غلبہ کے وعدے کیا ہوئے۔ احمدیت کی اشاعت کی پیش خبریاں کیا دوبارہ آسمان پر واپس چلی گئیں۔ یہ تمہارا عقیدہ ہے لیکن ہم حضرت مسیح موعودؑ کو اس دنیا میں روحانی لحاظ سے موجود پاتے ہیں۔ ہم حضور کے وجود کو محسوس کرتے ہیں۔ ہم حضور علیہ السلام کے وجود کی برکات مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن تم نے جب اس سرچشمہ سے تعلق کاٹ لیا تو پھر کیونکر اس مبارک وجود کو پا سکو۔

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ واقعات کی شہادت ایک زبردست تصدیق ہوتی ہے۔ غور کرو۔ پھر غور کرو۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں پوری نہیں ہو رہیں تو کیا دشمن یہ اعتراض کرنے میں حق بجانب نہیں ہوگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی کیا دلیل ہے۔ جبکہ نہ بیرونی ممالک میں تبلیغ ہو رہی اور نہ ہی جماعت ترقی کر

رہی ہے۔ دشمن کو خدا کے برگزیدہ پر اعتراض کا موقعہ مت دو۔ اور اپنے آپ کو خود دھوکہ میں مبتلا نہ کرو۔

سورج نصف النہار تک پہنچ چکا ہے۔ اور تم ابھی سوتے ہو۔

یہ وصیّت کیسی؟

(مولوی محمود احمد صاحب سکندر مولوی فاضل)

کچھ عرصہ سے "پیغام صلح" میں وصیت کرنے کے متعلق غیر مبائع حضرات کو خاص ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ کبھی اسے "سال رواں کے خاص پروگرام" میں شامل شدہ ظاہر کیا جاتا ہے کہیں اس کے متعلق ضروری اعلانات شائع کئے جاتے ہیں۔ کبھی موصی صاحبان کی اقساط وصیت کی فہرست زیبِ اخبار کی جاتی ہے اور کبھی اسے "اس وقت کے بہترین جہاد" کے زیرِ عنوان پیش کر کے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ غیر مبائعین اپنی "جائیداد یا مال کی وصیت جو کم سے کم دسویں حصہ کی ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کی" ہو کر کے اپنے مخلص احمدی ہونے کا ثبوت دیں۔

الغرض احمدیہ بلڈنگس لاہور سے تعلق رکھنے والوں کو پوری کوشش اور محنت کے ساتھ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ ان میں سے زیادہ سے زیادہ دوست وصیت کریں۔ اور پھر اس وصیت کو الوصیۃ کے مطابق قرار دیا جاتا ہے (پیغام ۲۶۔فروری ۱۹۴۷ء)

وصیت کرنے کے اس مطالبہ پر ہم غیر مبائعین سے یہ گزارش کرتے ہیں۔ کہ انہیں یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ وصیت کیسی ہے؟ آیا یہ وہی وصیت ہے جس کے کوائف اور شروط سیدنا احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ "الوصیت" میں تحریر فرمائے ہیں۔ یا یہ جلب زر کا کوئی نیا ہتھکنڈا ہے؟ جہاں تک میں نے غور کیا ہے یہ پروپیگنڈا اس دوسری صورت ہی کا آئینہ دار ہے کیونکہ غیر مبائعین کی مزعومہ وصیت کو رسالہ "الوصیت" میں بیان شدہ وصیت سے کوئی تعلق اور سروکار ہی نہیں ہے جیسا کہ رسالہ "الوصیت" کے مطالعہ سے

معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ وصیت جو حضور کے منشا کے مطابق ہے اس میں علاوہ دیگر امور کے جو حضور نے "الوصیت" میں تحریر فرمائے ہیں۔ مندرجہ ذیل امور پائے جانے نہایت ہی ضروری ہیں۔

(۱) وہ لوگ جو اپنے اموال اور جائیدادوں کی وصیت کریں وہ اس بہشتی مقبرہ میں دفن ہوں۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کی سرزمین میں ایک جگہ تجویز فرمائی۔ اور بڑے الحاح اور تضرع کے ساتھ دعا فرمائی "کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرلیا۔ اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے۔" (الوصیت ۲۰ و ۲۱)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کی تاکید فرمائی۔ کہ قادیان سے باہر فوت ہونے والے موصی بھی یہاں لائے جائیں۔ اور پھر وضاحت کردی کہ قادیان کے سوا کسی اور جگہ ایسا مقبرہ نہ بنایا جائے۔ حضور فرماتے ہیں۔" ہر ایک صاحب جو کسی دوسری جگہ میں ہوں جو قادیان سے دُور اس ملک کے کسی اور حصہ میں ہوں اور وہ ان شرائط کے پابند ہوں جو درج ہو چکی ہیں تو ان کے وارثوں کو چاہیئے کہ انکی موت کے بعد ایک صندوق میں انکی میت کو رکھ کر قادیان میں پہنچادیں" (الوصیت ص۲۱)

پھر فرماتے ہیں "کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔" (الوصیت ص۲۵)

ان تمام حوالجات سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ان موصیان پاک دل کی آخری خواب گاہ صرف اور صرف قادیان کی سرزمین ہو اور یہ کہ قادیان کے سوا کسی اور جگہ پر ایسا مقبرہ بنانا درست نہیں۔

(۲) اس رسالہ کے تمام مذکورہ امور کا خیال رکھنے اور لوگوں کو ان پر عمل کرانے کے لئے ایک خاص انجمن چاہیئے جس کا صدر مقام ہمیشہ قادیان ہی رہے گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلاء کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔" (الوصیت ص۲۲)

پھر اسی انجمن کے متعلق حضور فرماتے ہیں۔ "یہ ضروری ہو گا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ

قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔" (الوصیت صفحہ ۳۱)

ان حوالجات سے معلوم ہوا کہ رسالہ مذکورہ کے تمام امور کی سرانجام دہی کے لئے ایک خاص انجمن ہونی چاہیئے اور اس کا صدر مقام ہمیشہ قادیان رہے۔

(۳) موصی کا کم از کم دو گواہوں کی ثبت شہادت کے ساتھ اپنے زمانہ قائمی ہوش و حواس میں اپنی وصیت کو انجمن کے حوالہ کرنا ضروری ہے اور اسے کم سے کم دو اخباروں میں شائع کرنا لازمی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔ "ہر ایک صاحب جو حسب شرائط متذکرہ بالا کوئی وصیت کرنا چاہیں تو ۔ ۔ ۔ ۔ وصیت کو لکھ کر سلسلہ کے امین مفوض الخدمت کو سپرد کر دینا لازمی امر ہوگا۔" صفحہ ۲۴

پھر فرماتے ہیں:۔ "ہر ایک جو رسالہ الوصیت کی پابندی کا اقرار کریں ضروری ہوگا کہ وہ ایسا اقرار کم ازکم دو گواہوں کی ثبت شہادت کے ساتھ اپنے زمانہ قائمی ہوش و حواس میں انجمن کے حوالہ کریں۔ اور تصریح سے لکھیں کہ وہ اپنی کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کا دسواں حصہ اشاعت اغراض سلسلہ احمدیہ کے لئے بطور وصیت یا وقف دیتے ہیں۔ اور ضروری ہوگا کہ وہ کم ازکم دو اخباروں میں اس کو شائع کریں۔" صفحہ ۲۷

ان حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی بقائمی ہوش و حواس دو گواہوں کی موجودگی میں وصیت تحریر کر کے انجمن کے حوالے کرے۔ دوم یہ کہ کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے دسویں حصے کی وصیت کرے۔ سوم یہ کہ وہ وصیت کم سے کم دو اخباروں میں شائع کیجائے۔

(۴) وہ لوگ جو بظاہر تو اس جماعت میں داخل ہونگے مگر اندر سے منافق ہونگے اور ان پر یہ انتظام گراں گذرے گا۔ ان کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان اور اسباب پیدا کر دے گا۔ کہ وہ منافق اور بدطینت اس مبارک قبرستان میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔ "بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذرے گا اور اس سے انکی پردہ دری ہو گی۔ اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا۔" صفحہ ۳۲

الغرض مذکورہ بالا باتوں سے مندرجہ ذیل امور مترشح اور مبرہن ہوتے ہیں۔ ۱ رسالہ الوصیت کی شرائط کے مطابق وصیت کرنے والے موصیاں پاک دل کی خوابگاہ قادیان

کی سرزمین ہوگی (۲) قادیان کی سرزمین سے باہر کسی اور مقام پر کوئی بہشتی مقبرہ نہ بنایا جائے گا (۳) رسالہ الوصیت کے تمام امور کی سرانجام دہی کے لئے ایک خاص انجمن ہونی چاہیئے جس کا صدر مقام ہمیشہ قادیان ہی رہے۔ (۴) کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے کم سے کم دسویں حصے کی وصیت کی جائے۔ (۵) وہ وصیت کم از کم دو اخباروں میں شائع کرادی جائے۔

(۵) جو منافق ہونگے وہ موصی ہونے کے باوجود مقبرہ بہشتی میں داخل نہیں ہوسکیں گے ان امور کے مدنظر اہل "پیغام" سے استفساراً عرض ہے کہ وہ فرمائیں کہ ان کی یہ وصیت جس کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے کیسی ہے اور کس قسم کی ہے؟ کیا ان کے موصی بہشتی مقبرہ میں دفن ہوتے ہیں۔ اور کیا اس وصایا کا انتظام رکھنے والی انجمن کا صدر مقام قادیان ہے اور کیا حضرت اقدس کے منشاء کے مطابق موصیان کی وصایا کو کم از کم دو اخبار میں شائع کرادیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو کیا ۲۶ فروری کے پیغام میں جن چودہ اصحاب کی قسط وصیت کی فہرست دی گئی ہے ان کی وصیت جو دو اخبار میں شائع ہو چکی ہو۔ اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ دونوں کے دسویں حصے کی گئی ہو۔ ان اخبار کے نام بتائے جاسکتے ہیں پس اگر غیر مبائعین کے موصی نہ تو بہشتی مقبرہ میں دفن ہوتے ہوں اور نہ ان کی وصایا حسب ارشاد حضرت اقدس دو اخباروں میں شائع ہوتی ہوں اور نہ ان وصایا کا انتظام کرنے والی انجمن کا ہیڈ کوارٹر قادیان ہو۔ تو کیا ان کی اشتہاری وصیت صرف جلب زر کا ایک نیا ہتھکنڈا نہیں۔ اور کیا حضور کے قائم کردہ بہشتی مقبرہ میں دفن نہ ہونا اور اس کے خلاف نظام بنا لینا منافقت نہیں۔ اگر ہے تو پھر اس کے متعلق امیر غیر مبائعین اور ان کے متبعین جرأت کرسکتے ہیں نہ کوئی اور۔

تصحیح

فروری کے فرقان میں "زندہ خدا کا زندہ نشان" کے عنوان کے ماتحت مضمون میں دو اغلاط کتابت سے صحت کرنے وقت رہ گئیں۔ اور مضمون میں غلطی واقع ہوگئی۔ احباب اسکی تصحیح کرلیں (۱) مصلح موعود کی ولادت کی تاریخ ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کی بجائے غلط طور پر لکھ دیگئی ہے۔ (۲) اسی طرح دعوی کا سنہ ۱۹۴۳ لکھا گیا ہے۔ اصل میں سنہ ۱۹۴۴ ہے۔

جناب مولوی محمد علی صاحب کا یکطرفہ بیان

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوّت کا دعوےٰ نہیں کیا؟

(مکرّم مولوی محمد حفیظ صاحب مولوی فاضل)

جناب مولوی محمد علی صاحب نے ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۶ء کو اپنے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے حاضرین کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوّت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا اور یہ کہ مبائعین کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرف نبوّت کا دعویٰ منسوب کرنا حضور کی تحریرات کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"حضرت مرزا صاحب نے جب مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا تو آپکی تحریرات میں کچھ ایسے لفظ بھی تھے کہ اُن سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ آپ دعوئے نبوّت کر رہے ہیں۔ آپ نے لفظ نبی کسی نہ کسی رنگ میں اپنے متعلق اپنی تحریرات میں استعمال کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کے سامنے جب مسیح موعود کا دعویٰ آیا تو انہوں نے یہ تلاش شروع کی کہ کس راستے سے آپ کو نیچا دکھا سکتے ہیں۔ انہوں نے تلاش کر کے آپ پر چند الزامات لگائے جن میں سے ایک بڑا الزام یہ تھا کہ یہ شخص نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے۔ کچھ اور الزامات بھی تھے .... اب اگر آپ کا دعویٰ نبوّت ہوتا یا اور اور الزامات صحیح ہوتے تو آپ صاف کہہ دیتے کہ ہاں یہ ٹھیک ہے مجھے خدا نے نبی بنایا ہے۔ جس شخص نے دنیا کا اتنا مقابلہ کیا ..... اور جس شخص کے دل میں اتنی قوت تھی وہ اگر علماء کی بات کو صحیح سمجھتا تو اُس کا ہرگز انکار نہ کرتا۔ وہ صاف کہتا کہ جو کچھ علماء کہتے ہیں وہی صحیح ہے اور فی الواقعہ مجھے خدا نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اس کے خلاف آپ بار بار لکھتے ہیں کہ میرا دعویٰ نبوّت کا نہیں۔" (پیغام صلح ۱۵ر جنوری ۱۹۴۷ء)

مذکورہ بالا عبارت کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے چند حوالہ جات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے اِس قسم کے پیش کئے ہیں جن میں حضور نے نبوّت سے انکار کیا ہے اور ایسے حوالہ جات پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور ان تحریرات کو پیش نہیں کیا جن کے متعلق مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں خود یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی کتب میں بعض ایسی تحریرات بھی ہیں جن سے آپ کے نبوّت کے دعویٰ کے متعلق شبہ ہو سکتا ہے۔

قبل اس کے کہ مولوی محمد علی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات پر بحث کی جائے جن سے مولوی محمد علی صاحب نے استنباط کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی ہونے سے انکار فرماتے تھے ہم قارئین کی آسانی کے لئے نہایت سادہ الفاظ میں نبوّت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک بات کہتے ہیں جس کے ساتھ قارئین پر واضح ہو جائیگا۔ کہ جناب مولوی صاحب کا یہ دعویٰ کہاں تک درست ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نبوّت کا نہ تھا اور یہ کہ حضور ہمیشہ نبوّت سے انکار کرتے تھے۔

سو جاننا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق نبوّت کی حسب ذیل تعریف فرماتے تھے:۔

"نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

(مکتوب مسیح موعودؑ ۷ اگست سنہ ۱۸۹۹ء مندرجہ "الحکم" جلد ۳ نمبر ۲۹)

اس تعریف کے مطابق حضرت اقدسؑ نے اپنے تئیں نبی کہلانے سے انکار کیا۔ اور شدّ ومدّ سے اِس بات کو اپنی کتب میں تحریر کیا۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے اس قسم کی نبوّت کا کبھی اور کسی وقت بھی دعویٰ نہیں کیا تھا اور ایسا دعویٰ کر بھی کیسے سکتے تھے جبکہ حضور نے نبوّت کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے پایا تھا۔

لیکن اس بات کو دیکھ کر کہ اللہ تعالےٰ آپ کو بار بار نبی کہتا ہے آپ نے نبوّت کی تعریف پر غور کیا اور سنہ ۱۹۰۱ء میں اس میں تبدیلی کی جیسا کہ آپ کی تحریرات سے واضح ہے چنانچہ حضور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد ایک کتاب میں نبی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور

شرف مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہو اور شریعت کا لانا اُس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ)

نبی کی مذکورہ تعریف اور پہلی بیان شدہ تعریف میں بالکل تضاد ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضور کی تحریرات میں نبوّت کی دو قسم کی تعریفات ہیں اور یہ دونوں قسم کی تعریفیں حضرت اقدسؑ کے اپنے الفاظ میں ہمارے سامنے ہیں۔ پہلی قسم کی تعریف والی نبوّت سے حضورؑ نے انکار کیا ہے اور دوسری قسم کی تعریف کی رو سے اپنے تئیں ابتدائے دعویٰ سے نبی ہی ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کی فیصلہ کن تحریر اس بارہ میں حسب ذیل ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) "جس جس جگہ مَیں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں۔"

(۲) "مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اُس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کے نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی مَیں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

حضرت اقدسؑ کی مندرجہ بالا تحریرات کے مطالعہ سے معمولی سمجھ رکھنے والا شخص بھی بخوبی جان سکتا ہے کہ کیا حضرت اقدسؑ نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے یا نہیں۔ اور پھر اگر دعویٰ کیا ہے تو کس قسم کا یا اگر نبوّت سے انکار کیا ہے تو کس قسم کی نبوّت سے انکار کیا ہے۔

اب ہم پھر جناب مولوی صاحب کی مذکورۃ الصدر تحریر کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ یہ جو مولوی صاحب نے کہا ہے کہ "اگر آپؑ کا دعویٰ نبوّت ہوتا تو علماء کے سامنے کہہ دیتے کہ ہاں مَیں نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور آپ اس سے انکار نہ کرتے۔" یہ بیان

کسی طرح بھی درست نہیں کیونکہ حضرت اقدس پر علماء کی طرف سے جو الزام یا اعتراض نبوّت کے بارہ میں کیا گیا تھا وہ نبوّت کی اُسی تعریف کے پیش نظر تھا جو تعریف عام مسلمانوں میں مشہور تھی اور جس کو حضور نے سنہ ۱۹۰۱ء میں غلط قرار دیدیا اور اُسکی بجائے نئی تعریف نبوّت پیش کی۔ پس حضرت اقدسؑ نے جو نبوّت سے انکار کیا ہے تو اُسی تعریف کے مطابق کیا ہے جس کو بعد میں حضور نے بدلدیا۔ لیکن دوسری حقیقی تعریف کی رُو سے آپ نے اپنے نبی ہونے کا کبھی انکار نہیں کیا جیسا کہ اوپر پیش کردہ حوالہ جات سے ظاہر ہے۔ پس حضرت اقدسؑ کے متعلق یہ کہنا کہ حضورؑ نے اپنی نبوّت کو علماء کے سامنے پیش نہیں فرمایا بالکل غلط ہے۔ بھلا خدا تعالیٰ کے شیر کو کسی مخالف کی مخالفت اپنے دعویٰ کے پھیلانے میں کیسے روک بن سکتی تھی؟ ہم اپنی تائید میں ایک واضح حوالہ نقل کرتے ہیں جس سے بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ کس جرأت کے ساتھ حضرت اقدسؑ نے تمام دنیا کے سامنے اپنے دعویٰ نبوت کو پیش کیا ہے اور ساتھ ہی افسوس کرتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے ایسے حوالہ جات سے کس طرح آنکھ بند کرلی اور اپنے مطلب کے حوالہ جات پیش کرنے پر اکتفا کیا۔ حضور فرماتے ہیں :-

> "نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ پس میں جب کہ اس مدّت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو مَیں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو مَیں کیونکر ردّ کردوں۔ یا کیونکر اسکے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

باقی رہے مولوی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات جن میں حضرت اقدسؑ کا نبوّت سے انکار نکلتا ہے سو ان کے متعلق واضح کرچکا ہوں کہ قریباً یہ سب کے سب ایسے حوالہ جات ہیں جو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے ہیں۔ جن کے متعلق دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اُن میں آپ نے نبوّت سے اس لئے انکار کیا ہے کہ آپ نے اس وقت نبوّت کی وہی تعریف کی جو عام مسلمانوں میں مشہور تھی اور اس تعریف کے پیش نظر آپ اپنی نبوّت کی تاویل کرتے رہے۔ یا پھر ایسے حوالہ جات ہیں جن میں ایسی نبوّت کا ذکر ہے جس سے آپ نے قطعی طور پر انکار کیا ہے۔ اور

ہم مبائعین آپ کی طرف ایسی نبوّت کا دعویٰ منسوب نہیں کرتے۔ بات تو تب تھی اگر مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات ۱۹۰۱ء کے بعد کا کوئی ایسا حوالہ حاضرین کو سُناتے جس میں آپ نے مطلقاً نبوّت سے انکار کیا ہو۔ یا اس نبوّت سے انکار کیا ہو جس کا دعویٰ آپ کی ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات سے واضح ہوتا ہے۔ بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ یکطرفہ دلائل پیش کر کے ان سے فیصلہ کر دیا جائے۔

الغرض حضرت اقدسؑ نے نبی ہونیکا دعویٰ کیا اور ہمیشہ اس پر قائم رہے اور نہایت جرأت اور دلیری سے اُسے مخالف علماء کے سامنے پیش کرتے رہے حتّٰی کہ آپ کا سب سے آخری مکتوب اپنی نبوّت کے متعلق اخبار عام مورخہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء میں شائع ہُوا جس کے الفاظ یہ تھے:۔

"جس بنا پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اسقدر ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے۔ جبتک انسان کو اُسکے ساتھ خصوصیّت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر مَیں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو مَیں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ مَیں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں۔"

(اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

پس ان مختصر حوالہ جات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ جناب مولوی صاحب نے اپنے حاضرین جلسہ سالانہ کے سامنے صحیح رنگ میں واقعات پیش نہیں کئے بلکہ یکطرفہ بیانات سُنا کر فیصلہ کر دیا ہے جو صحیح طریق نہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو نبی کہا اور نبوّت کا دعویٰ نہایت جرأت اور دلیری سے مخالف علماء کے سامنے پیش کیا اور آپ کبھی بھی اپنی سچی بات کو مخالفین کے سامنے پیش کرنے سے نہیں رُکے +

بابی تحریک کی حقیقت

(حکیم محمد سعید صاحب آف کشمیر)

فرقۂ شیخیہ کا آغاز

سنہ ۱۱۵۷ ہجری کا تاریک زمانہ جیسا کہ دوسرے ممالک کیلئے پریشان کن تھا ایسا ہی ایران کے لئے بھی باعثِ تشویش ہوا ایک طرف روس منتظر فردا تھا اور دوسری طرف انگلستان ٹکٹکی باندھے تاڑ رہا تھا۔ اسی سنہ کے آخری ایام میں شیعوں سے ایک فرقہ شیخیہ الشیخ احمد الاحسائی کی قیادت میں نمودار ہوا۔ اس کے عقائد شیعہ مذہب سے کچھ مختلف تھے جس کی وجہ سے اس کا نام الگ طور پر مشہور ہوا۔ اثناء عشری صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ امام حضرت محمد بن حسن عسکری جو اُن کے نزدیک بارھویں امام غائب ہیں آخری زمانہ میں ظاہر ہونگے۔ مگر انتظار کرتے کرتے اُن کی رُوح تنگ آ گئی تھی اور قریب تھا کہ وہ اس عقیدہ سے ہاتھ دھو بیٹھتے مگر فرقہ مذکورہ نے اُن کی ڈھارس بندھا دی جس کی وجہ سے اس فرقہ کی ترقی ہو گئی اور مشہور ہو گیا۔

سیّد علی محمد باب کی زندگی کا آغاز

الشیخ احمد الاحسائی سنہ ۱۲۴۲ ہجری میں وفات پا گئے۔ اُن کے بعد اُنکے شاگرد خاص سیّد کاظم رشتی جانشین مقرر ہوئے۔ انہوں نے بھی اس فرقہ کو فروغ دینے میں کسر نہ رکھی۔ مایوسین کو موعود کی خوشخبریوں سے گرما دیا۔ مگر اپنے مرشد سے کچھ اختلاف کے باعث فرقۂ کشفیہ کے بانی قرار پائے اور مشہور ہو گئے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا جن میں تیسرا گروپ دن رات اُن کی خدمت میں حاضر رہتا اور یہ انکو خاص راز کی باتیں بتاتے تھے۔

سیّد علی محمد باب گروپ ۳ میں شامل شدہ طلباء میں سے ایک ہوشیار طالب علم تھے۔ اُن کی کلاس فیلو ایک لڑکی مسمّاۃ ام سلمٰی بھی تھی جس کو سیّد کاظم نے بکمال شفقت قرۃ العین کا خطاب دے رکھا تھا۔ تذکرۃ الوفاء مصنّفہ جناب عبد البہاء میں یُوں لکھا ہے کہ "سیّد مرحوم لقب قرۃ العین باو دادند فرمودند بحقیقت مسائل شیخ مرحوم

قرۃ العین بی بردہ۔" بعض تاریخوں میں قرۃ العین کے سنہری بالوں کی وجہ سے اُس کیلئے "زرّین تاج" کا خطاب بھی لکھا ہے۔

باب کا دعویٰ

ایران کی مذہبی اور ملکی حالت میں بہت کچھ خلفشار تھا۔ ساتھ انتظارِ موعود اسقدر تھا کہ سید کاظم کی وفات کے بعد اس کے شاگردوں کے دو حصّے ہوگئے۔ ایک تو درس تدریس کا کام کرتا رہا لیکن دوسرا گروہ امام غائب کی تلاش میں جنگلوں اور بیابانوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔ سید کاظم ۱۲۵۹ سنہ ہجری میں وفات پاگئے۔ منتظرین کو امام غائب کا اسقدر انتظار تھا کہ صرف دعویٰ کی دیر تھی اندھا دھند لوگ ماننے کو تیار تھے اور اسی عالم بے تابی میں ہی سید کاظم کی وفات ہوجاتی ہے اور وفات کے چند ماہ بعد ۱۲۶۰ سنہ ہجری میں اُن کا وہی ہوشیار تلمیذ دعویٰ کر دیتا ہے کہ میں ہی وہ باب ہوں جس کی انتظار دونوں استادوں نے اپنے شاگردوں کے دلوں میں لگائی ہوئی تھی۔

باب کا نام سیّد علی محمد تھا۔ باپ کا نام سیّد محمد رضی تھا۔ یہ ۱۲۳۵ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پندرہ برس کی عمر میں اپنے ماموں کے ہمراہ تجارت میں مشغول ہوگئے تھے۔ انکو تعلیم صرف تجارت چلانے کی ضرورت تک ہی دلائی گئی تھی۔ یہ پیدائشی شیخیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ چوبیس ۲۴ برس کی عمر میں تجارت چھوڑ چھاڑ کر زیارتوں پر پھرتے رہے۔ پھر سیّد کاظم کے درس تدریس میں شامل ہوگئے۔ ان کے دعویٰ کا ذکر یوں ہے کہ سید کاظم کی وفات کے بعد بوشہر کی کسی مسجد میں بروز جمعہ بیان کیا کہ میں کسی بزرگ شخص کا دروازہ ہوں جو عنقریب ظاہر ہوگا۔ (رسالہ بہا اللہ کی تعلیمات صٓ)

: پھر ملا حسین بشرو‌ئی جو فرقہ شیخیہ کے مشہور عالم تھے ان کے سامنے باب نے اپنے مشن کا اعلان فرمایا۔ اعلان کا وقت باب نے اپنی کتاب "بیان" میں یوں لکھا ہے۔ ۱۲۶۰ سنہ ہجری کے ماہ جمادی الاولیٰ کی پانچویں تاریخ کو غروب آفتاب کے دو گھنٹے اور پندرہ منٹ بعد (عصر جدید صٓ ۱۹)

بہائی تاریخ کی رُو سے باب نے ۱۲۶۴ سنہ ہجری میں مہدی ہونیکا دعویٰ کیا اور کہا انه المهدی المنتظر (الکواکب صٓ ۲۹۷) باب کا دعویٰ نبوّت کا نہ تھا اور نہ ہی باب اس بات کا مدعی تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور فرشتہ اترتا ہے۔ باب کے دعویٰ بابیت کے بعد ملک میں سخت چرچا ہوا۔ شورش برپا ہوگئی۔ جس کے باعث باب کو گھر میں ہی نظر بند رہنا پڑا۔ چونکہ باب نے جو تعلیم اپنے مریدوں کو دی تھی وہ اسقدر خطرناک تھی کہ حکومت کو مجبوراً

دخل انداز ہونا پڑا۔ یہ سب کچھ اُسی بابی تعلیم کی برکت تھی بکھا ہے۔ " در یوم ظہور حضرت اعلیٰ منطوق بیان ضرب اعناق وحرق کتب و اوراق و ہدم بقاع وقتل عام الا امن وصدق بود" (مکاتب عبد البہاء ۲۶۶) یعنی بیان کا خلاصہ باب کے ظہور کے وقت یہ تھا کہ گردنیں اڑائی جائیں۔ کتابیں اور اوراق جلا دئے جائیں۔ مقامات مقدسہ منہدم کر دئے جاویں۔ بجز ایمان اور تصدیق کرنے والے کے قتل عام جاری کیا جائے۔ نیز لوح ابن ذئب سے ظاہر ہے کہ باب کے ماننے والے بالکل جاہل تھے اور ایسی تعلیم کو طبقہ جہلاء کے سامنے پیش کرنا کسقدر ظالمانہ فعل تھا جو درحقیقت بنی نوع پر سفاکانہ حملہ کے برابر تھا۔ حکومت اس وحشیانہ تعلیم کو ملک میں کیونکر جاری ہونے دیتی۔ اُس نے اِس کے سدّ باب کے لئے کوشش کی۔

باب کی علمی حالت

باب کی علمی حالت کا اندازہ اس طرح بخوبی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک دفعہ علماء نے باب کو خطبہ پڑھنے کے متعلق کہا۔ فوراً منبر پر قدم رکھا اور الحمد للہ الذی خلق السمٰوٰت والارض پڑھ کر لیکچر شروع کر دیا اور سمٰوٰتِ کی تِ مکسورہ کو مفتوح پڑھا۔ اس پر کسی عالم نے اعتراض کیا اور تھا بھی معقول اعتراض۔ کیونکہ اس کے پیرو اس کو آسمان پر چڑھائے ہوئے تھے اور اس کو حافظ قرآن بھی بتایا جاتا تھا۔ ایک بہائی مؤرخ باب کا جواب اس طرح لکھتا ہے:۔

فاجابهم عن هذا الاعتراض بقوله ان كثيرًا من الآيات الشريعة القرانية نزلت بخلاف قواعد القوم وما تقيد الكلمات الربانية بالقواعد البشرية والحدود الاصطلاحية الا الضلال المبين۔

(الکواکب ص ۳۹۹):

کہ باب نے اس اعتراض کا جواب یوں دیا کہ قرآن شریف کی بہت سی آیات لوگوں کے قواعد کے خلاف نازل ہوئی ہیں۔ خدائی کلمات کو انسانی قواعد اور اصطلاحی حدود کا پابند سمجھنا سخت گمراہی ہے۔ یہ جواب باب کی ناواقفیت پر دال ہے۔ کیونکہ یہ بالکل واضح بات ہے کہ سمٰوٰت کو نصب سے پڑھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

توبہ نامہ

اس زمانہ کا ایک قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۲۶۲ ہجری میں علماء شیراز نے حکومت کی معرفت باب کو مسجد میں بلوایا اور توبہ کرنے کو کہا گیا۔ باب نے منبر پر چڑھ کر اُسی طرح توبہ کی جسطرح علماء نے اس سے چاہا تھا۔ (رسالہ الجواب مصنفہ استاد محمد فاضل ص ۱۷۳)

لکھا ہے فصعد المنبر وجھر بکل ما امربه الشیوخ ثم نزل وجعل یقبل اید یھم شیخاً شیخاً۔

صاحبان یہ ان کی علمی اور عملی قابلیت تھی۔ کیا سچے اور برگزیدہ انسان ایسا کیا کرتے ہیں۔ ان کے دعوٰی کی حقیقت کو غور سے دیکھیں۔ رات کے وقت ایک مخصوص آدمی کو دعوٰی سنانا اور ایک وحشیانہ تعلیم کو جاری کر کے قطع نسل انسانی کی بنیاد رکھنا۔ دنیا کی تہذیب کو تہ و بالا کرنے کا سبق جہلاء کو دینا۔ عوام الناس کے رعب میں آکر توبہ کر لینا اور زیر و زبر کی غلطی پر قرآن کریم پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے اخذته العزة بالاثم کا مصداق بننا۔ پھر اپنے دعوٰی کی بنیاد کسی وحی پر نہ رکھنا۔ پھر رات کے وقت ایک دوست کو باب ہونیکی خوشخبری سنانا یہ سب امور اس کی اندرونی کمزوری اور افترٰی پر ایک واضح دلیل ہے۔

اہل دانش غور کریں اگر اس پروگرام کا انسداد حکومت نہ کرتی تو کون اس کو فرض شناس کہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ الاناء یترشح بما فیه۔ برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اندر موجود ہوتا ہے جس تعلیم کو جاری کرنیکا پروگرام تیار کیا گیا تھا ذرا اس کے اثرات اور نتائج پر غور فرمائیں۔

(باقی دارد)

مولوی محمد علی صاحب پر آخری اتمام حجت

مولوی محمد علی صاحب پانچ سال سے ہمارا مطلوبہ حلف اٹھانے سے گریز کرتے ہیں گو انکو پچپن ہزار روپیہ نقد انعام دیا جاتا ہے جس کی تفصیل ہمارے شائع شدہ انگریزی و اردو رسالے میں موجود ہے۔ جو مفت مل سکتا ہے۔ اب ان پر آخری حجت پوری کرنے کیلئے ہم انکو یہ بھی اختیار دیتے ہیں کہ اگر اس حلف میں کوئی ایسی بات درج ہو جو انکے عقائد میں داخل نہیں تو وہ ہم کو بتا دیں ہم اسکو اس حلف سے خارج کر دینگے جب جو صاحب انکو حلف اٹھانے کیلئے تیار کریں گے انکو بھی پانچ ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ اسطرح حلفیہ ساٹھ ہزار روپیہ ہم انکی خواہش حسب جناب خانبہادر عبد الکریم خان صاحب مجسٹریٹ لکھنؤ آباد کے پاس جمع کر دیتے ہیں پھر بھی اگر وہ گریز کریں گے تو اے زمین و آسمان تم گواہ رہو کہ ہم نے اس دو رنگی انسان پر جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے بفضل خدا تعالیٰ ہر طرح سے حجت پوری کر دی ہے۔ اسطرح خلافت سلسلہ احمدیہ کی صداقت بفضل خدا تو ہر ایک بار دنیا میں آشکار ہو گئی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ خاکسار عبد اللہ الہ دین

مجلس رفقائے احمد کے سال رواں کے عہدیدار

مجلس رفقائے احمد جو چالیس ممبران پر مشتمل ہے اسواسطے بنائی گئی ہے تا بہائیت اور پیغامیت کے زہر کے لئے تریاق مہیا کرے۔ چنانچہ یہ مجلس پانچ سال سے اپنا مقررہ کام ایک پروگرام کے ماتحت سرانجام دے رہی ہے۔ رسالہ "فرقان" اس مجلس کا جاری کردہ ہے۔ اس رسالہ کا سب کام آنریری طور پر ممبران سرانجام دیتے ہیں۔ اسوقت یہ رسالہ ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوتا ہے اور پیغامیوں اور بہائیوں کی ایک کثیر تعداد کو مفت بھیجا جاتا ہے۔ سال ۴۷ء کیلئے مجلس کے حسب ذیل عہدیدار منتخب ہوئے ہیں:-

صدر - مکرم مولوی عبدالمنان صاحب عمر ایم۔ اے مولوی فاضل

مدیر - " " "

نائب مدیر - مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب مولوی فاضل

سکرٹری مال - مکرم ملک عزیز الرحمٰن صاحب واقف زندگی

نائب سکرٹری مال - مکرم چوہدری بدر سلطان صاحب " "

مینیجر - مکرم سعید احمد صاحب فاروقی " "

نائب مینیجر - مکرم مولوی بشیر الدین صاحب " "

منتظم پتہ جات - مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی

نائب " - مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب

جنرل سکرٹری - خاکسار ملک فیض الرحمٰن فیضی

جنرل سکرٹری

حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا کر دفتر رسالہ "فرقان" قادیان سے شائع کیا

لا اله الا الله محمد رسول الله

ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا

فرقان
قادیان

جلد ۱ نمبر ۲ اپریل ۱۹۴۲ء

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

مدیر
عبدالمنان عمر ایم اے

اس خط میں مولوی عبداللہ صاحب نے متعدد ایسے امور کو جمع کیا ہے۔ جن کا نتیجہ صرف اور صرف یہ نکلتا ہے۔ کہ مقبرہ خانیار میں حضرت مسیح کی قبر ہے۔ چنانچہ وہ بھی یہی نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں پس اگر مولوی صاحب اپنے اس بیان کو واپس لینا چاہتے ہوں۔ تو انکو اس کے ساتھ ان جملہ دلائل کی بھی تردید کرنی چاہیئے جو خانیار کی قبر کو مسیح کی قبر ثابت کرتی ہیں۔ اور تاریخی دلائل کا بھی رد کرنا چاہیئے۔ جو یہ بتاتے ہیں۔ کہ مسیح صلیب سے زندہ اُتر آئے۔ اور پھر انہوں نے ہندوستان کی طرف سفر کیا۔

فیصلہ کا ایک طریق

اب کیا مولوی عبداللہ صاحب کشمیری ان سب حقائق کی تردید کریں گے۔ اگر وہ ان حقائق کی تردید نہ کر سکیں تو کیا یہ بات درست نہ ہو گی۔ کہ جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا وہ درست تھا اور مولوی عبداللہ صاحب اب دشمنی کی بناء پر جھوٹ بول رہے ہیں۔

الہدیٰ پر نکتہ چینی کا جواب

اسی سلسلہ میں عیسائی اخبار "اخوت" میں ایک گمنام شخص ابو ظفر ایم اے گورگانی کا مضمون بھی شائع کروایا گیا ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب الہدیٰ کی ایک تحریر کے متعلق نکتہ چینی کی گئی ہے جس میں حضور نے کشمیر کے لوگوں کی اس گواہی کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے قبر مسیح کے متعلق دی۔ چنانچہ حضور نے کشمیر کے بعض عمائد اور اکابر کی شہادت اس مقبرہ کے متعلق درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔

کتب اسماء رجالِ ثقاۃ من سکان تلک البلدۃ الذین شہدوا انہ قبر نبی اللہ عیسیٰ یوزآسف من غیر الشک والشبہ وھم ھؤلاء۔ کہ ہم شہر سرینگر کے کچھ معتبر آدمیوں کے نام لکھتے ہیں جنہوں نے بغیر شک و شبہ کے گواہی دی کہ یہ قبر نبی اللہ عیسیٰ یوزآسف کی ہے۔

ان گواہوں کے ناموں میں ایک نام واعظ محمد سعد الدین عتیق برادر پیر واعظ کا بھی درج ہے۔ اب کسی شخص ابو ظفر نے واعظ محمد سعد الدین عتیق کی طرف سے اپنے مضمون میں یہ شہادت درج کی ہے۔ کہ انہوں نے اور پیر واعظ مرحوم اور مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم نے جن کے نام بطور شاہد الہدیٰ میں درج ہیں اس اعتقاد کے خلاف کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں کبھی تقریرًا یا تحریرًا کوئی شہادت نہیں دی۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ نہ میں نے اور نہ میرے محترم

بلادران نے آج تک کبھی بھی مقبرہ یوز آسف کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ کہا ہے یا لکھا ہے۔ یہ مقبرہ یوز آسف کا مقبرہ کہلاتا ہے اس کے متعلق بعض اہل تشیع کا خیال ہے کہ یہ کسی نبی اللہ کا مقبرہ ہے جو شہزادہ بھی تھا اہل اسلام میں سے بعض اس کو کسی ولی اللہ کا مقبرہ کہتے ہیں۔

اس کے متعلق واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الھدیٰ میں ان تمام شہادات کے نتیجہ کے طور پر جو مولوی عبداللہ صاحب کشمیری اور دیگر اصحاب نے فراہم کیں۔ یہ عبارت تحریر فرمائی ہے کہ ان لوگوں نے بلا شک وشبہ یہ شہادت دی ہے کہ یہ قبر نبی اللہ عیسیٰ یوز آسف کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان شہادات کے الگ الگ الفاظ درج نہیں کئے بلکہ مجمل شہادت درج فرمائی ہے۔ اور جب بہت سی شہادات کا خلاصہ اور نتیجہ لکھنا مقصود ہو تو یہی طریق اختیار کیا جا سکتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ ان سب کی شہادات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا تھا کہ یہ قبر دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

واعظ محمد سعدالدین عتیق صاحب تو اب بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مقبرہ یوز آسف کا مقبرہ کہلاتا ہے اور اس کے متعلق بعض اہل تشیع کا خیال ہے کہ یہ کسی نبی اللہ کا مقبرہ ہے جو شہزادہ بھی تھا۔ اب دیکھ لیجئے خود یہی الفاظ اس بات کی شہادت ہیں کہ یہ مقبرہ بلا شک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے گو نادانستہ حیات مسیح کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے واعظ صاحب موصوف اس کو عیسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ نہ کہیں لیکن شہادت کے یہ الفاظ غور کرنے والوں کے لئے اس بات کا کافی ثبوت ہیں۔ یہ مقبرہ دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی ہے۔ کیونکہ آسف عبرانی لفظ ہے اور یوز یسوع سے بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اس یوز آسف کا نبی اللہ ہونا اور شہزادہ بھی کہلانا دونوں باتیں حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق آتی ہیں۔

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے الھدیٰ کے ان الفاظ میں عیسیٰ کا لفظ ایک نوان شہادات کے نتیجہ کے طور پر درج فرمایا ہے۔ اور دوسرے اسکی یہ وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے سامنے تحقیق کنندگان کی طرف سے متعدد ایسی شہادات پیش کی گئی تھیں کہ کشمیر کے عام مسلمان اسے عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات

حضور الہدیٰ ۱۳۰۳ پر یوں لکھتے ہیں:۔

وانعقد علیہ اجماع سکان تلک الناحیہ وتواتر علی لسان اھلہا انہ قبر نبی کان ابن ملک وکان من بنی اسرائیل وکان اسمہ یوزآسف فلیسئلھم من یطلب الدلیل واشتھر بین عامتہم ان اسمہ الاصلی عیسی صاحب وکان من الانبیاء وھاجر الی کشمیر فی زمان مضیٰ علیہ نحو ۱۹۰۰ سنۃ واتفقوا علی ھذہ الانبیاء۔

کہ سرینگر کی طرف کے باشندوں کا اس بات پر اجماع ہے اور وہ تواتر سے کہتے ہیں کہ یہ قبر ایک نبی کی ہے جو شہزادہ بھی تھا۔ اور بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اور اس کا نام یوز آسف تھا۔ پس جو دلیل چاہتا ہے وہ ان سے پوچھ لے۔ اور یہاں کے عام لوگوں میں مشہور ہے کہ اس کا اصلی نام عیسیٰ صاحب ہے اور وہ نبیوں میں سے ایک نبی تھا جس نے آج سے تقریباً ۱۹۰۰ سو سال پہلے کشمیر کی طرف ہجرت کی۔

اب یہ شہادات حضرت اقدس کے لئے مولوی عبداللہ صاحب کشمیری اور دوسرے اصحاب کی فراہم کردہ ہیں جو اس مقبرہ کی تحقیق پر مقرر تھے۔ حضرت اقدس کو یہ بتایا گیا تھا کہ عوام اس کو عیسیٰ صاحب کا مقبرہ کہتے ہیں۔ اس لئے حضور نے جہاں مجمل شہادت درج کی ہے وہاں صرف یہ لکھدیا ہے کہ ان لوگوں نے گواہی دی ہے کہ یہ قبر نبی اللہ عیسیٰ یوز آسف کی ہے پس حق بات یہ ہے کہ یہ عبارت تمام شہادات کا خلاصہ اور نچوڑ اور نتیجہ کے طور پر لکھی گئی ہے۔ اور مولوی عبداللہ صاحب یا کسی ابوظفر گورگانی کا آج انہیں غلط بیانی قرار دینا ہر گز جائز نہیں۔ اور نہ آج ابوظفر گورگانی کا یہ کہنا بھی کچھ حقیقت رکھتا ہے کہ کشمیر کا کوئی مسلمان یا ہندو اسے عیسیٰ صاحب کا مقبرہ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اب تو اکثر پرانے آدمی یوں بھی وفات پا چکے ہیں۔ اور نئے لوگوں میں ہمارے خلاف معاندانہ پراپیگنڈا کیا جا چکا ہے کہ احمدی اس مقبرہ کو چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے اس قبر کو کوئی عیسےٰ صاحب کی قبر نہ کہیں۔ چنانچہ خود ابوظفر گورگانی کا یہ مضمون بھی اسی پراپیگنڈا کے سلسلہ ہی کی ایک کڑی ہے۔ لہذا اتنے لمبے عرصہ تک ہمارے خلاف پراپیگنڈہ کے بعد اب شہادت کی صورت کو مسخ کر دیا گیا ہے اس لئے اب اسکے خلاف اگر کشمیری لوگ شہادت دیں تو وہ ہمارے خلاف زیرک لوگوں کے نزدیک ہرگز حجت قرار نہیں دی جا سکتی۔ فتدبروا

اکابرِ غیر مبائعین پنڈت لیکھرام کی نمائندگی میں

(مکرم مولوی دوست محمد صاحب مولوی فاضل)

اس مضمون کے شائع کرنے سے ہمارے دو مقصد ہیں۔ اول یہ کہ غیر مبائعین جو وقتاً فوقتاً اپنی خوش کلامی۔ اخلاقی معیار اور تہذیب کا ثبوت دیتے چلے آرہے ہیں۔ اور جو رہتی دنیا تک تاریخوں میں محفوظ رہے گا۔ اس پر غور کریں۔ چنانچہ ہم اس کے متعلق متعدد بار فرقان میں لکھ چکے ہیں۔ امید ہے کہ غیر مبائع حضرات میں سے منصف مزاج اپنے بزرگوں کی بیجا تحریروں کو دیکھ کر ان کو اپنے رویہ میں اصلاح کرنے کے لئے مجبور کرینگے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اکابر غیر مبائع جو حضرت مصلح موعود کے حلفیہ اعلان کے بعد بھی انکار کر رہے ہیں ورنا پسندیدہ قسم کے بیان دے رہے ہیں وہ انہیں ایک معاند اسلام کی صف میں کھڑا کرتا ہے۔ پس ان کو اپنے اس رویہ پر نظرثانی کرنی چاہیئے۔ (ادارہ)

آج سے ساٹھ سال پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علیم و خبیر خدا سے خبر پاکر دنیا کو ایک عظیم الشان لڑکے کے پانے کی بشارت دی۔ نیز اعلان فرمایا کہ یہ موعود فرزند پیشگوئی کی تاریخ سے نو سال کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور نے تحریر فرمایا:۔

"ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا (مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) بموجب وعدہ الٰہی نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہو گا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء و ۸ مارچ ۱۸۸۶ء)

پھر اسی مضمون کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے لکھا :-

"وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔"
(سبز اشتہار)

پھر لکھا کہ :-

"اگر مقررہ میعاد میں سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزّوجلّ اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرلے۔"
(اشتہار تکمیل تبلیغ)

علاوہ ازیں اس پیشگوئی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی تحدّی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا :-

"اے منکرو اور مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کرسکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔"
(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اس تحدّی پر منکرین اسلام نے یہ دیکھا کہ اگر حضرت مسیح موعود کی مذکورہ پیشگوئی پسر موعود کے متعلق پوری ہوگئی تو یہ ان کے مذاہب کے لئے زہر ہوگی۔ لیکن دوسری طرف اس قسم کے نشانِ رحمت کو پیش کرنا اُن کے اختیار سے بھی باہر تھا۔ اس لئے انھوں نے خاموشی کے ذریعہ اپنی لاچاری و بے کسی کو چھپانے کی ناکام کوشش کی۔ ہاں طاغوتی لشکروں کے ایک سردار لیکھرام نے حضور کی اس پیشگوئی کے بالمقابل آپ کو رحمت کا نشان ملنے کی بجائے آپ کو ایک قہری نشان دیئے جانے کی پیشگوئی شائع کردی۔ اس ساری پیشگوئی کا ماحصل یہ تھا :-

"(۱) کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس قسم کا فرزند دیئے جانے کی خبر شائع کی ہے اس قسم کا کوئی فرزند آپ کے ہاں پیدا نہ ہوگا۔

(۲) مصلح موعود کی صفات سے مخالف صفات رکھنے والا لڑکا پیدا ہوگا۔

(۳) حضرت اقدس کا تذکرہ قادیان میں معدوم محض ہو جائے گا۔
(۴) مسیح موعود کے معتقدین کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی۔
(تفصیل کے لئے دیکھو کلیات آریہ مسافر ایڈیشن دوئم ص ۱۵۴ تا ۱۶۵)

پنڈت لیکھرام تو یہ پیشگوئی شائع کر کے بحسرت و عذاب اس دنیا سے رخصت ہؤا۔ لیکن وہ خدا جس نے حضرت مسیح موعود کو اس دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا۔ اپنی پیشگوئی کے مطابق آپ کو وہ موعود لڑکا مقررہ میعاد کے اندر عطا کر دیا۔ اور پھر واقعات نے تصدیق کر دی کہ حقیقتاً یہ وہی لڑکا ہے۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

اگر خدا تعالیٰ لیکھرام کو دوبارہ دنیا میں آنے اور اس نشان رحمت کو دیکھنے کی اجازت دیتا تو اسلام کا یہ دشمن اس بات کو دیکھ کر کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ اور یہ کہ اسکی پیشگوئی کا ایک ایک لفظ کس طرح باطل گیا۔ اور اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھر گئیں۔ اپنا منہ شرم کے مارے چھپا لیتا۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ ہمارے بعض غیر مبائع بھائی جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شیدائیت و فدائیت کا دعویٰ ہے۔ قولاً و فعلاً حضرت مصلح موعود کی تکذیب کر کے لیکھرام کی پیشگوئی کی تصدیق کر رہے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کی تکذیب۔ بلکہ اس میدان میں لیکھرام کے پیرو کاروں سے بھی گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ دشمن اسلام کو صادق قرار دینے والی صدائیں مسیح موعود کے ایک حقیقی خادم کے لئے حیران کُن بھی ہیں اور قابل افسوس بھی۔ کیا یہ غیرت کا مقام نہیں کہ معاند اسلام تو جھوٹی پیشگوئی شائع کر کے ناکام و نامراد مرے۔ مگر مسیح موعود کے بعض نام لیواؤں میں (جن کا تعلق انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہے) اب بھی اسکی یہ خطرناک روح کارفرما ہے اور وہ نہایت فخر سے اسکی اس بارے میں نمائندگی کرنے میں مشغول و مصروف ہیں۔

یہ مضمون نہایت وسیع ہے لیکن میں اختصار کے ساتھ اس جگہ اس ادعا کو لکھوں گا۔ جو لیکھرام نے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے بالمقابل کیا۔ اور پھر حضرت مصلح موعود کے متعلق پیغامی حضرات کی وہ تحریرات پیش کروں گا۔ جن سے روز روشن

کی طرح واضح ہو جائیگا۔ ہمارے بعض غیر مبائع اصحاب اس سلسلہ میں لیکھرام کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور ان کے مونہوں سے بھی وہی الفاظ نکل رہے ہیں۔ جو معاند اسلام کے منہ سے حضرت مسیح موعود کے مقابل پر نکلے تھے ان غیر مبائع بزرگان کی تحریرات کا لیکھرام کی تحریرات سے حد درجہ تشابہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ واللہ علی ما اقول شہید۔

اب میں ذیل میں غیر مبائعین اور پنڈت لیکھرام کی تحریرات بالمقابل درج کرتا ہوں۔ تاکہ احباب ان تحریرات سے خود نتیجہ نکالکر اصل معاملہ تک پہنچ سکیں۔

پنڈت لیکھرام کا بیان

"بھلا اگر اس مدت میں بھی پیدا نہ ہو تو پھر بھی شرماؤ گے یا کوئی اور بہانہ بناؤ گے یا خدا پر جھوٹے الہام کا الزام لگاؤ گے؟"

"کوئی خیر خواہ آپ ظاہر کریں خواہ آپ کا خدا مگر ہمارا مطلب نہیں جاتا۔ یعنی آپ جھوٹے ہونگے یا آپ کا مولا جو واللہ خیر الماکرین ہے۔"

اہل پیغام کی تحریرات

"اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس طرح پر حضرت صاحب کے لڑکوں میں سے مصلح موعود کوئی بھی نہ رہا۔ تو میں کہتا ہوں اس میں کوئی حرج نہیں۔" (مولوی محمد علی صاحب رسالہ المصلح الموعود ص۲۴)

"اصل مصداق ان پیشگوئیوں کا الہاماً آخری زندگی مسیح موعود تک مشخص نہیں ہوا۔ ذریت کا لفظ ایک وسیع لفظ ہے اور مدت کی بھی کوئی حد بندی نہیں۔"

(مولوی محمد علی صاحب حاشیہ الوصیت ص۶ ب شائع کردہ انجمن اشاعت اسلام)

"قصہ کوتاہ یہ کہ مصلح موعود کسی آئندہ زمانہ کے لئے مقدر ہے جو کچھ عرض کیا گیا یہ بھی ہم لوگوں کا اپنا اجتہاد ہے ممکن ہے یہ بھی صحیح نہ ہو۔"

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مجدد اعظم ص۱۵۹)

"جب صدی کا سر آئے گا اور کوئی جئے گا تو پھر مجدد کے ماننے کا سوال درپیش ہوگا۔ بالفعل بفضلہ تعالیٰ فرمان نبوی کی اطاعت ہو چکی۔ پس یہ آئے دن کے موعودوں کے ماننے کا گورکھ دھندہ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔"

(ڈاکٹر صاحب پیغام صلح ۷ جنوری ۱۹۳۹ء)

"حضرت اقدس کے قریباً سب اجتہادات اس پیشگوئی کے متعلق غلط نکلے۔"

(عبدالرحمن صاحب مصری شان مصلح موعود ص۲۸۹)

پنڈت لیکھرام

"خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے۔"

اہل پیغام

"مصلح موعود کب آئے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن مقصد موعود آنا ہوتا تو پھر یقیناً یہ دعویٰ کر سکتے تھے۔"

(مولوی محمد علی صاحب پیغام صلح ۹ فروری ۱۹۴۴ء)

"ایسا شخص مصلح موعود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسلام میں ایک بھاری فتنہ کا موجب قرار دیا جائے تو بجا ہے۔" (ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پیغام صلح ۱۷ جنوری ۱۹۳۵ء)

پنڈت لیکھرام

"خدا کہتا ہے۔ جھوٹوں کا جھوٹا ہے میں نے کبھی اسکی دعا نہیں سنی" "آجتک آپ بکلی ناکام ہیں اور ساری مرادوں سے محروم تام۔ آیندہ بھی یہی نامرادی رہے گی اور کوئی امید بر نہ آئے گی۔"

اہل پیغام

"دعاؤں کو ہم کیا کریں دعائیں تو حضرت نوح نے بھی اپنے بیٹے کے متعلق بہت کی تھیں۔" (پیغام صلح ۱۷۔ جنوری ۱۹۳۸ء)

"بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا لکھ دیا ہے کہ دوسری بی بی سے جو اولاد ہو گی چونکہ ان کی ولادت کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے اس لئے وہ بد نہیں ہو سکتے۔ میں کہتا ہوں اگر ایسا کہیں لکھا ہے تو فقط حضرت کا اجتہاد ہے یہ الفاظ نہ قرآن کے ہیں نہ حدیث کے ہیں نہ حضرت صاحب کے الہام کے ہیں ظاہر ہے کہ حضرت صاحب نے کسی روایت یا الہام کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا ہوگا۔ اور اجتہاد کوئی حجت نہیں ہوتا۔" (ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پیغام صلح ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء)

پنڈت لیکھرام

"اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔"

اہل پیغام

"میاں صاحب خوب یاد رکھیں کہ انہوں نے اپنے لئے جو فرضی خلافت تجویز کی ہے اسکی مثال خلفائے راشدین میں نہیں ملیگی بلکہ اگر ملیگی تو صرف باطنیہ فرقہ میں ملے گی جنہوں نے قتل و غارت اور ہر قسم کے فسق و فجور کو جائز کرنے کے لئے یہ دروازہ کھولا تھا۔ اور آج میاں صاحب حسن بن صباح کی پیروی کر رہے ہیں۔" (مولوی محمد علی صاحب پیغام صلح ۱۹۔ اگست ۱۹۳۷ء)

"چونکہ حضرت مسیح موعود مثیل نوح علیہ السلام بھی ہیں اس لئے وہ نوح علیہ السلام

کے بیٹے کے مثیل ہیں۔ جو انکی تعلیم کو نہیں مانتا تھا"
(مولوی عزیز بخش صاحب پیغام صلح ۳۱ جولائی ۱۹۴۶ء)

"قادیانی خلافت ہٹلر کے نقش قدم پر" (ماسٹر صدرالدین صاحب پیغام ۲۶ مئی ۱۹۴۶ء)

"میاں محمود احمد صاحب کی خلافت ایک بدعتی خلافت ہے جو پوپوں کی خلافت کا چربہ ہے۔" (ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پیغام ۸۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

"ان کے اُستاد حضرت پولوس نے فارمولا ہی ایسا سمجھایا کہ حل ہی نہ ہو سکا۔"
(بابو عبدالحق صاحب پیغام ۱۹۴۶ء)

"ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ خلیفہ قادیان کو اس پیشگوئی میں یزید قرار دیا گیا ہے۔" (ماسٹر صادق علی صاحب پیغام ۸ جولائی ۱۹۳۷ء)

پنڈت لیکھرام

"وہ دیچور کھلم کھلا ہے۔"

اہل پیغام

"کہاں اسلامی خلافت اور کہاں یہ قادیان کی خانہ ساز خلافت ایک کو اگر روشن سورج قرار دیا جائے تو دوسری سراسر تاریکی نظر آتی ہے۔" (مولوی محمد علی صاحب پیغام ۱۷ مئی ۱۹۴۵ء)

اٹھی ہے بحر محمودی سے وہ دنیا میں طغیانی
سراسر غرق جس میں ہو چلا ہے نور ایمانی
یہ خدشہ تھا نہ چھن جائے کہیں رُتبہ خلافت کا
غلو کی نظر کر ڈالا بڑا حصہ جماعت کا
خودی میں خود پرستی کا نیا کھولا ہے دروازہ
مقابل حق کے ہے باطل پرستی کا یہ خمیازہ
شعاع نور کو ظلمات نے اس طرح گھیرا ہے
زمین قادیاں میں اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے
(عبدالصمد صاحب برق پیغام ۸۔ جولائی ۱۹۳۸ء)

پنڈت لیکھرام

"آجتک مرزائی فرقہ میں عموماً اور مرزا صاحب پر خصوصاً قہر کا سایہ اسی مغضوب کے سبب جہاں میں آیا تھا"

اہل پیغام

"خلافت محمودیہ کے غالیانہ عقائد نے سلسلہ کی ترقی کو سینکڑوں برس پیچھے ڈال دیا۔"

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پیغام ۴ مئی سنہ ۳۹ء)

"ہمارے نزدیک × میاں محمود احمد صاحب کے وضع کردہ مخصوص عقائد اور طرز عمل نے اسلام اور احمدیت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔"

(مسٹر آصف صاحب پیغام ۳۱ جون سنہ ۳۹ء)

"ان سب عقائد نے مل ملاکر تحریک احمدیت جو خالص اسلامی تحریک تھی کی لٹیا ڈبو دی۔" (مسٹر آصف صاحب پیغام ۸۔ اگست سنہ ۳۹ء)

"قادنیت اشاعت اسلام کے راستہ میں ایک سنگ گراں ہے۔"

(بیغام اسلام یکم اپریل سنہ ۴۱ء)

پنڈت لیکھرام

"بہتوں کو دائم المریض کرکے واصل فی النار کرے گا"

اہل پیغام

"یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ عیسائی قوم میں سے ایک شخص پولوس نام نے کس قدر مخلوقِ خدا کو تقریباً دو ہزار برس سے ذلت کے گڑھے میں گرا رکھا ہے لاکھوں انسانوں کو بلاوجہ قتل و غارت کی مصیبت میں ڈالا × آفرین ہے ان مثیل مسیح کی دانائی پر۔" (بابو عبدالحق صاحب سنہ ۴۶ء)

"قادیان میں ایک گدی بن گئی × اور جماعت کا کثیر حصہ اس ایک پتھر سے ٹھوکر کھاکر انسان پرستی اور عقائد شنیعہ کے گڑھے میں جاگرا ہے۔"

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پیغام ۲۶ مئی سنہ ۴۴ء)

"اس اخلاقی جرأت کی سوزش سے غالی قادیانیوں کے سینے جہنم بن گئے۔"

(پیغام ۲۔ اگست سنہ ۴۴ء)

پنڈت لیکھرام

"اس کا نام خود دجّال ہوگا۔"

اہل پیغام

"امام وقت کی جماعت ہوکر × یہ لوگ بھی دنیا کی طرف جھک گئے۔ اور انکی دین کی آنکھ بند ہوگئی۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ دجّال کی ایک آنکھ ستارے کی طرح روشن ہوگی" الخ

(مولوی محمد علی صاحب پیغام ۱۷ مئی سنہ ۴۵ء)

"یہ حملہ دجالی پادریوں عیسائیوں آریوں یہودیوں وغیرہ کے حملہ سے سخت تر ہے۔" (رسالہ المہدی)

"قادیانیت کی بنیاد ہی دجل فریب کاری کذب اور افترار پر ہے۔"
(ماسٹر صادق علی صاحب پیغام ۱۲-جون ۱۹۳۷ء)

"اس حرکت کو ہمارے ایک دوست نے قادیانی دجل سے موسوم کیا جس پر بعض لوگوں اور دوستوں نے شکایت کی کہ یہ لفظ سخت ہے بیشک لفظ سخت ہے لیکن ہے حقیقت پر مبنی۔"
(مولوی محمد علی صاحب پیغام ۱۵ جنوری ۱۹۳۷ء)

پنڈت لیکھرام: "کان الشیطان ودد عن الفلک" اس میں شیطان کی روح پڑے گی۔"

اہل پیغام: "مسلمان قوم کی تباہی کا باعث ہمیشہ وہ گروہ رہا ہے جس نے اپنی ہوس رانیوں۔ خواہشات نفسانی۔ حرص و آرزو نفس پرستی کی خاطر قرآن وسنت کے نام پر دُنیا کو دھوکہ دیا تقدس کی آڑ میں لوگوں کے ایمان پر ڈاکے ڈالے۔ سچ فرمایا مخبر صادق صلعم کہ ایک وقت میری اُمت پر آئے گا جبکہ آئمہ دین کی کثرت آئمہ تلبیس کا جامہ پہن لیگی۔ ان کے قلوب شیطنت کا گھوارہ ہونگے اشاعت امروزہ میں دیگر مولویوں کے قطع نظر اس شخص کی اسلام دشمنی پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں جو نہ صرف اس شخص کا فرزند بلکہ جانشین ہونے کا مدعی ہے جو اس زمانہ میں ان برائیوں کو دُور کرنے آیا تھا۔ یہ ہستی موجودہ خلیفہ قادیان کی ہے۔"
(پیغام صلح ۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء) ؎۵

پنڈت لیکھرام: "وہ نہایت غبی اور کودن ہوگا۔ اور علوم صوری و معنوی سے قطعی محروم رہے گا۔"

اہل پیغام: "خلیفہ صاحب کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ باطنی اور ظاہری علوم سے پُر کئے گئے ہیں ان کے باطنی علوم کا تو شائد انہیں لوگوں کو تجربہ ہوگا

؎۵ ایضاً سید محمد حسین شاہ پیغام ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء۔ عبدالرحمٰن مصری ۲۷ مارچ ۱۹۴۶ء و ۱۵ اپریل ۱۹۴۴ء مولوی عمرالدین شملوی ۱۷۔ اگست ۱۹۴۶ء شیطانی القاء کا تذکرہ ہے۔ انا للہ

جن کو ان سے باطنی فیض پہنچا ہے لیکن ظاہری علوم میں ان کی مہارت کا بھرم قائم نہیں رہا۔ بلکہ ان علوم سے ناواقفیت بالکل واشگاف ہوگئی ہے۔" (پیغام ۷ فروری سنہ ۴۵ء)

"میرے نزدیک میاں صاحب مکرّم دونوں علوم سے خالی ہیں۔

(مصری صاحب پیغام ۲۸ جون سنہ ۴۴ء)

پنڈت لیکھرام "خدا نے اس کے معنے مجھ کو بتلائے ہیں (تین کو چار کریگا۔ ناقل) × کہ ایک تو طلیحا اور دوسرے اسود عنسی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ اور اب غلام احمدؐ قادیانی کر رہا ہے یہ جنین بھی دعوئے رسالت کرکے تین کو چار کرے گا۔"

اہل پیغام "اگر یہ مکّاری کے رنگ میں نبوت کا دعویٰ نہیں تو × میاں صاحب کو توبہ کرکے اعلان کر دینا چاہیئے" (پیغام ۱۲۔ اگست سنہ ۴۴ء)

پنڈت لیکھرام "خدا کہتا ہے غلام جان بدبخت خسرۃ الدنیا والآخرۃ"

اہل پیغام "آجکل جو کچھ قادیان میں نظر آرہا ہے وہ خلافت نہیں بلکہ خلافت کی لاش اور مردہ جسم ہے جس کے اندر کوئی زندگی اور رُوح باقی نہیں۔" (مولوی محمد علی صاحب پیغام ۸ مئی سنہ ۴۰ء)

"میرزا صاحب محمود اور اس فرقہ محمودیہ کے تابعین مذاہب زنادقہ اور صاحب الزنج قرامطہ اسماعیلیہ وغیرہ فرقہ ہائے اسلام کی طرح دنیا کے میدان میں چند دن کھیل کر غائب ہو جاوے گا۔" (مکالمہ مابین عجیب خاں و میر مدثر شاہ ۲۶ سنہ ۴۱ء)

"اب نظام خلافت اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہے اور خانہ ساز نبوت کا شیرازہ عنقریب بکھرنے والا ہے۔" (پیغام ۳۰۔ اگست سنہ ۳۹ء

پنڈت لیکھرام "مصدر باطل والمعاطل"

اہل پیغام "یاد رکھو قادیانی عقیدہ مر گیا۔ کیونکہ ان عقائد کے بنانے والے کو میدان میں نکلنے کی جرأت نہیں رہی حق کُھل گیا۔ اور باطل بھاگ گیا۔ جاءَ الحقّ وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" (پیغام صلح ۴۔ اکتوبر سنہ ۴۴ء) [1]

[1] ایضاً پیغام صلح ۲۱ ستمبر سنہ ۳۷ء ۔ ۴ مئی سنہ ۳۹ء ۶ جون سنہ ۴۵ء ۵ نومبر سنہ ۴۴ء ۱۹ جون سنہ ۲۶ء

پنڈت لیکھرام

"خدا نے اپنے قہر و غضب کے قطروں سے متعفن اور گندہ کیا الخ"

اہل پیغام

"یہ کیا الفاظ ہیں۔ یہ ظاہری اور باطنی علوم ہیں جو ان کو دیئے گئے ہیں۔ میں خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس نجاست سے باہر نکل آیا۔"

(مولوی محمد علی صاحب ۳۱ مئی سنہ ۴۴ء)

پنڈت لیکھرام

"(جلد جلد بڑھنے اور شہرت پانے کے متعلق) خدا کہتا ہے محض جھوٹ ہے" "وہ دائم الحبس ہوگا"

اہل پیغام

"خدارا غور کرو کہ جو شخص دینی کاموں کی تکمیل (تفسیر قرآن ناقل) میں اس قدر تساہل سہل انگاری ۔۔۔ لاپرواہی اور بے فکری سے کام لے رہا ہو کیا وہ جلد جلد بڑھنے والا مصلح موعود ہو سکتا ہے" (چودھری محمد اسلم پیغام ۲۷ نومبر ۴۶ء)

"میاں صاحب کہتے ہیں کہ ان کی شہرت دنیا کے کناروں تک پھیل گئی لیکن صرف شہرت تو باکسنگ کرنے والوں کی بھی پھیل جاتی ہے (ایکٹروں ایکٹرسوں کی بھی شہرت ہو جاتی ہے × چارلی چیپلن کی بھی دنیا میں شہرت ہے یہ کوئی فخر کا مقام نہیں"

(مولوی محمد علی صاحب پیغام ۱۵۔ مارچ سنہ ۴۷ء)

پنڈت لیکھرام

"چند روز تک قادیان میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہے گا۔ پھر معدوم محض ہو جائے گا۔"

اہل پیغام

"قادیان کے اندر ہاں اسی قادیان کے اندر جس کا نام حضرت مسیح موعود کی وجہ سے دنیا میں روشن ہوا۔ ان لوگوں نے دو نہایت خطرناک قلعے تعمیر کر لئے ہیں (کفر اور شرک۔ ناقل) × اسلام اور احمدیت کے مفاد کا تقاضا ہے کہ اس قلعہ کو توڑ دیا جائے۔" (مولوی محمد علی صاحب ۲۶ مئی سنہ ۴۵ء)

"یہ ایک لمبا مضمون ہے کہ قادیان × سے کیا کیا ظالمانہ احکام صادر ہوئے مگر اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قادیان × دوسرے پہلو سے تخت یزید اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ بھی ہے۔" (پیغام ۱۹۔ اگست سنہ ۳۶ء)

"قادیان کے پیدا شدہ اکثر یزیدی ہیں" (پیغام ۵۔ دسمبر سنہ ۱۹ء)

"افسوس وہ سرزمین جس سے کسی زمانہ میں ایمان۔ اتقاء۔ اخلاص کے چشمے پھوٹ

رہے تھے۔ وہ اب نفاق فسق ارتداد کے جرمز پیدا کرنے والی زمین بنی ہوئی ہے"
(عبد الرحمن صاحب مصری ۴- اکتوبر ۴۱ء)

یہ وہ صنم ہے جس کے پجاروں کے لئے۔ تن حرم میں بنایا گیا ہے بُت خانہ
(پیغام ۳۰- جولائی ۴۱ء)

"حضرت مسیح موعود کے وقت میں مکہ مکرمہ کی برکتیں قادیان کو منتقل ہوگئیں۔ تو قادیان کی برکتیں لاہور منتقل ہونا کونسی شکل نظر آتی ہے"
دوسرے لفظوں میں قدرت ثانیہ کا بھی مرکز ٹھہرے گا۔"
(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پیغام ۲۳ جولائی ۱۴ء)

پنڈت لیکھرام

"اب تک تو آپ خالص اور دلی مجبوں کا گروہ گھٹتا رہا ہے اور ان کے اموال برباد ہوئے۔ آیندہ بھی خدا کہتا ہے۔ خسرۃ الدنیا والآخرۃ"

اہل پیغام

"آجکل ایک ہوا چلی ہوئی ہے جس سے حضرت مسیح موعود کی جماعت کا ایک کثیر حصہ بگڑ گیا ہے۔" (مولوی محمد علی صاحب پیغام ۲۵ مارچ ۴۴ء)

"اور تو اور خود ایک کافی تعداد احمدیوں کی احمدیت سے متردد- مرتد ہوگئی"
(خواجہ کمال الدین صاحب (ٹریکٹ احمدی بھائیوں کی خدمت میں ضروری اطلاع ۱۴ء)

"اس خدا کے فرستادہ کے بعد ہی جماعت کا ایک کثیر حصہ ایسے گند اور ضلالت کے عمیق گڑھے میں آگرا۔" (حکیم محمد اسلم صاحب پیغام ۴ جولائی ۴۱ء)

"آپ کو کثرت پر ناز ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کی کثرت ہی تو آپ کو الضالین میں شمار کر رہی ہے۔" (بشارت صاحب بقا پیغام ۳۰ ستمبر ۳۷ء)

"آپ کی جماعت کی کثرت سے کس کو انکار ہے مگر کیا کہا جائے آپ کی اکثریت کی نسبت حضرت عزازیل علیہ ما علیہ کی روز افزوں امت کی کثرت بہت چڑھ کر ہے"
(پیغام ۳۰ جولائی ۴۱ء)

"اس مسیح کے ماننے والوں کی اکثریت بھی ان صنعتوں میں کھوگئی۔ الذی ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا" (پیغام ۲۹- جنوری ۴۷ء)

لے زمین قادیاں اب محترم ہے۔

"ایسی گدیوں نے اسلام کو تباہ کر دیا۔ لکھوکھا ہونہار دماغوں کا ستیاناس کر دیا کروڑہا روپے نفس پرستی میں لگوا دیئے۔" (پیغام مارچ ۴۷ء)

"بے شک قادیان والوں نے بھی وصیتیں کی ہیں لیکن ان کا روپیہ برباد ہوا" (مولوی محمد علی صاحب پیغام ۱۷ فروری ۴۱ء۔ پیغام صلح ۷ ستمبر ۳۷ء پیغام صلح ۲۱ اکتوبر ۳۷ء)

غور کا مقام

مذکورہ بالا تحریرات کو ایک سرسری نظر سے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مصلح موعود کے مقابل لیکھرام نے ذیل کے الفاظ کہے تھے (ا) مدت مقررہ کے اندر مصلح موعود پیدا نہ ہوگا (ب) اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا تو مصلح موعود کی صفات کے خلاف رکھنے والا ہوگا۔ (ج حضرت مسیح موعود کے متبعین میں بگاڑ پیدا ہو جائیگا۔ اور یہی وہ امور ہیں جو غیر مبائعین مصلح موعود کی پیشگوئی کا انکار کر کے کہہ رہے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر وہ یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی تو درباره مصلح موعود پوری نہ ہوئی۔ ہاں جو کچھ لیکھرام نے کہا وہ درست تھا۔ حالانکہ اس بات کی تردید واقعات کر رہے ہیں۔ اور مصلح موعود کے زمانہ کا ہر واقعہ آفتاب آمد دلیل آفتاب ہے۔ اور بتاتا ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی میں بیان شدہ سب امور حضور کی تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ پس غیر مبائعین کا یہ رویہ ایسا ہے جس کو ہم لیکھرام کی نمائندگی کہہ سکتے ہیں۔ اے کاش غور کرنے والے دماغ سوچیں اور حقیقت شناس آنکھیں کھلیں۔ تا کہ احسن تقویم میں آجانے کے بعد اسفل سافلین میں نہ لوٹائے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد

مری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

"ایسی گدیوں نے اسلام کو تباہ کر دیا۔ لکھوکھا ہونہار دماغوں کا ستیاناس کر دیا کروڑہا روپے نفس پرستی میں لگوا دیئے۔" (پیغام مارچ ۴۱ء)

"بے شک قادیان والوں نے بھی وصیتیں کی ہیں لیکن ان کا روپیہ برباد ہوا" (مولوی محمد علی صاحب پیغام ۱۷ فروری ۴۱ء۔ پیغام صلح ۷ ستمبر ۳۷ء پیغام صلح ۲۱۔ اکتوبر ۳۷ء)

غور کا مقام

مذکورہ بالا تحریرات کو ایک سرسری نظر سے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مصلح موعود کے مقابل لیکھرام نے ذیل کے امور کہے تھے (ا) مدت مقررہ کے اندر مصلح موعود پیدا نہ ہوگا (ب) اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا تو مصلح موعود کی صفات کے خلاف رکھنے والا ہوگا۔ (ج حضرت مسیح موعود کے متبعین میں بگاڑ پیدا ہو جائیگا۔ اور یہی وہ امور ہیں جو غیر مبائعین مصلح موعود کی پیشگوئی کا انکار کر کے کہہ رہے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر وہ یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی تو دربارہ مصلح موعود پوری نہ ہوئی۔ ہاں جو کچھ لیکھرام نے کہا وہ درست تھا۔ حالانکہ اس بات کی تردید واقعات کر رہے ہیں۔ اور مصلح موعود کے زمانہ کا ہر واقعہ آفتاب آمد دلیل آفتاب ہے۔ اور بتاتا ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی میں بیان شدہ سب امور حضور کی تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ پس غیر مبائعین کا یہ رویہ ایسا ہے جس کو ہم لیکھرام کی نمائندگی کہہ سکتے ہیں۔ اے کاش غور کرنے والے دماغ سوچیں اور حقیقت شناس آنکھیں کھلیں۔ تا کہ احسن تقویم میں آجانے کے بعد اسفل سافلین میں نہ لوٹائے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد

مری اولاد سب تیری عطا ہے — ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے — یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

انعامی چیلنج ختم کرنیکے متعلق مولوی عمر الدین صاحب کی بہانہ سازی

(مکرمی قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی ص۳۹۰ پر لکھا ہے:۔

"بات یہ ہے کہ جیسا مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔"

مولوی عمر الدین صاحب کا چیلنج

مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے اس عبارت کے پیش نظر ہیں ۔۔ اگست کے پیغام صلح میں پانصد روپیہ کا انعامی چیلنج دیا کہ ہم وہ حوالہ دکھائیں جس میں مجدد صاحب سرہندی نے امتی کو کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی وجہ سے نبی کہا ہو۔

مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے اس چیلنج کی تہ میں یہ رُوح کام کر رہی تھی کہ ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ عبارت مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کی محض اس مکتوب کی بنا پر لکھی ہے جس میں مجدد صاحب لکھتے ہیں۔ واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحدٍ منھم سمّی محدثاً۔ مولوی عمر الدین صاحب اس چیلنج کے بعد دوران بحث میں یہ دکھانا چاہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجدد موصوف کی اس عبارت کے لفظ محدث کو نبی سے تبدیل کر دیا ہے اور اس سے وہ یہ نتیجہ پیش کرنا چاہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں اپنے آپ کو محض محدث پیش کیا ہے اور اس جگہ نبی سے مراد محدث ہی ہے کیونکہ مجدد صاحب

سرہندی کی اصل تحریر میں نبی کی بجائے محدّث کا لفظ ہے۔ میں نے مولوی عمر الدین صاحب کے چیلنج کی اس اصل روح کے پیش نظر ان کا چیلنج اس شرط کے ساتھ قبول کر لیا کہ میں مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات سے یہ امر دکھا دوں گا کہ وہ نبوت کے لئے اظہار علی الغیب یعنی کثرت مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امور غیبیہ کو شرط سمجھتے ہیں چنانچہ مَیں نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے صاف لفظوں میں فرقان بابت ماہ اگست میں لکھ دیا۔

چیلنج کا جواب

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں از روئے قرآن مجید اظہار علی الغیب کو نبوت کی شرط سمجھتے ہیں اور اسی امر کا قائل آپ نے مجدد صاحب سرہندی کو قرار دیا ہے۔ سو یہ امر میں مجدد صاحب سرہندی کے کلام سے دکھانے کو تیار ہوں۔ مولوی عمر الدین صاحب پانصد روپیہ کی رقم کسی امین کے پاس جمع کرا دیں اور فیصلہ کے لئے ثالث اور دیگر امور کا تصفیہ کر لیں۔"

مولوی عمر الدین صاحب نے اس کے چار ماہ بعد مجھے شرائط مناظرہ لکھ کر بھیجدیں اور ان میں مجھے از خود اس بات کا مدعی قرار دیدیا کہ میں بحث میں یہ دکھاؤنگا کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک امتی جو کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جائے وہ نبی کہلاتا ہے۔

اس پر میںنے انہیں جواب دیا کہ میں اپنے دعویٰ کے مطابق صرف یہ دکھانے کا ذمہ دار ہوں کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اظہار علی الغیب نبوت کی شرط ہے اس بات سے مجھے کوئی سروکار نہیں کہ مجدد صاحب موصوف امتی کے نبی بننے کے قائل ہیں یا نہیں۔ میںنے مولوی عمر الدین صاحب کے پیشکردہ موضوع بحث کی غلطی کو واضح کرنے کے لئے لکھا کہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا عبارت دو باتوں پر مشتمل ہے۔

اوّل یہ کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک امت محمدیہ کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔

دوم یہ کہ جس شخص سے خدا ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو اظہار علی الغیب پر مشتمل

سرہندی کی اصل تحریر میں نبی کی بجائے محدث کا لفظ ہے۔ میں نے مولوی عمر الدین صاحب کے چیلنج کی اس اصل روح کے پیش نظر ان کا چیلنج اس شرط کے ساتھ قبول کر لیا کہ میں مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات سے یہ امر دکھادوں گا کہ وہ نبوت کے لئے اظہار علی الغیب یعنی کثرت مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امور غیبیہ کو شرط سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے صاف لفظوں میں فرقان بابت ماہ اگست میں لکھ دیا۔

چیلنج کا جواب

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں از روئے قرآن مجید اظہار علی الغیب کو نبوت کی شرط سمجھتے ہیں اور اسی امر کا قائل آپ نے مجدد صاحب سرہندی کو قرار دیا ہے۔ سو یہ امر میں مجدد صاحب سرہندی کے کلام سے دکھانے کو تیار ہوں۔ مولوی عمر الدین صاحب پانصد روپیہ کی رقم کسی امین کے پاس جمع کرادیں اور فیصلہ کے لئے ثالث اور دیگر امور کا تصفیہ کر لیں۔"

مولوی عمر الدین صاحب نے اس کے چار ماہ بعد مجھے شرائط مناظرہ لکھ کر بھیجدیں اور ان میں مجھے از خود اس بات کا مدعی قرار دیدیا کہ میں بحث میں یہ دکھاؤنگا کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک امتی جو کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جائے وہ نبی کہلاتا ہے۔

اس پر میں نے انہیں جواب دیا کہ میں اپنے دعویٰ کے مطابق صرف یہ دکھانے کا ذمہ دار ہوں کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اظہار علی الغیب نبوت کی شرط ہے اس بات سے مجھے کوئی سروکار نہیں کہ مجدد صاحب موصوف امتی کے نبی بننے کے قائل ہیں یا نہیں۔ میں نے مولوی عمر الدین صاحب کے پیش کردہ موضوع بحث کی غلطی کو واضح کرنے کے لئے لکھا کہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا عبارت دو باتوں پر مشتمل ہے۔

اوّل یہ کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک امت محمدیہ کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔

دوم یہ کہ جس شخص سے خدا ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو اظہار علی الغیب پر مشتمل

ہو وہ نبی کہلاتا ہے۔

یہ دونوں باتیں میں مجدد صاحب موصوف کے کلام سے دکھانے کو تیار ہوں "جس شخص" کا لفظ چونکہ عام ہے اس لئے اس کو امتی کی قید سے مقیّد نہیں کیا جا سکتا۔ مینے لکھا کہ اگر مولوی عمر الدین صاحب کو میرے معنوں سے انکار ہو تو پہلے وہ ثالثوں کے ذریعہ اس عبارت کے معنوں کا تصفیہ کرالیں تاکہ عنوان بحث معین ہو جائے۔ مینے یہ بھی لکھا کہ اس امر کے تصفیہ کے لئے مجھے مولوی عمر الدین صاحب کے وہ مسلمہ تینوں ثالث منظور ہیں جنہیں وہ مولوی ابو العطاء صاحب سے "تبدیلی تعریف نبوت" والی بحث میں منظور کر چکے ہوئے ہیں۔

مولوی عمر الدین صاحب نے مجھے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ بات فضول ہے لہذا جب انھوں نے اس تجویز پر آمادگی کا اظہار نہ کیا۔ اور اسے فضول قرار دے کر ٹالنے کی کوشش کی تو مینے ان کے سامنے ایک اور تجویز بطور اتمام حجت پیش کی اور اس میں لکھا کہ :۔

"اصل بحث ہمارے اور ان کے درمیان یہ ہے کہ آیا حقیقۃ الوحی صنہ ۳۹ کی تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "لیکن جس شخص کو بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے" کے الفاظ میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے الفاظ واذا اکثر ھذا القسم من الکلام مع واحدٍ منھم سمّی محدّثاً کے لفظ محدّث کو نبی سے تبدیل کیا ہے یا اس حوالہ میں نبی کا لفظ استعمال کرتے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کوئی اور تحریر بھی ہے۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اس تحریر میں مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ایک اور تحریر کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی کو اصرار ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجدد الف ثانی کی تحریر سمّی محدّثاً کے علاوہ کسی اور تحریر کو مدنظر نہیں رکھا۔ ان کے چیلنج کی روح یہی ہے کہ انہیں دوسرا حوالہ دکھایا جائے جو اس تحریر کے مفہوم کا متحمل ہو۔ اور ہم یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحریر میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تحریر سمی محدثا کے لفظ محدث

کو نبی کے لفظ سے تبدیل نہیں کیا ان کے چیلنج کی اسی رُوح کے پیش نظر میں نے ان کے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ مگر اب وہ بلاوجہ اپنے خود ساختہ الفاظ کے دکھانے پر زور دیتے ہیں پس اگر انہیں واقعی احقاق سے غرض ہے تو اب وہ اپنے چیلنج کی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے بحث کے لئے تیار ہو جائیں۔"

انعامی رقم سے دست کشی

مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ انہیں یہ تجویز منظور ہے۔ مگر وہ ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ اُن کے پانصد روپیہ کا انعامی چیلنج ختم ہو گیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ میرے مقابلہ میں مولوی عمرالدین صاحب اب اپنے انعامی چیلنج پر قائم نہیں رہے۔ مگر مولوی عمرالدین صاحب اس کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ میں نے ان کے اصل مطالبہ کو پورا کرنے سے عجز کا اعتراف کر لیا ہے اس کے جواب میں واضح رہے کہ میں نے ہرگز ان کے مطالبہ کے مقابلہ میں عجز کا اعتراف نہیں کیا۔ بلکہ میں نے تو ان کے مطالبہ کی ایک غلطی کو واضح کرنے کے لئے ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیر بحث عبارت کے معنوں کے متعلق ثالثوں کے ذریعہ تصفیہ کرانے کی تجویز پیش کی تھی جسے انہوں نے فضول کہہ کر ٹال دیا۔ پس اپنے چیلنج کے الفاظ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے مطابق ثابت کرنے کا تصفیہ کرانے سے انکار کر کے اپنے عجز کا اعتراف تو وہ خود کر چکے ہیں۔ ہاں اُلٹا انعامی چیلنج کو ختم کرنے کے لئے وہ ایک کمزور بہانہ تلاش کر رہے ہیں۔

میں نے لکھا تھا کہ مجھے امید نہیں کہ مولوی عمرالدین صاحب اس تجویز کو بھی قبول کرنے کو تیار ہوں۔ اس کے جواب میں مولوی عمرالدین صاحب لکھتے ہیں:

"مجھے قاضی صاحب کی تجویز منظور ہے۔"

مگر یہ منظوری عجیب ہے کہ ساتھ ہی انعامی چیلنج کو جس پر بحث کی خاطر میں نے یہ دوسری تجویز پیش کی تھی ختم قرار دے رہے ہیں۔ میری اس تجویز کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ میں نے یہ تجویز مولوی عمرالدین صاحب کے چیلنج کی رُوح کو قبول کرتے ہوئے پیش کی ہے۔ ان کے چیلنج کی اصل رُوح بجز اس کے کچھ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت سمّی محدثًا کے لفظ محدث کو نبی سے تبدیل کیا ہے

اور اس سے وہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ محض محدثیت کا تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک محدث کو مجازاً نبی کہنا جائز ہے۔ اور میں انہیں لکھ چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت "لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے" میں جس شخص کا لفظ عام ہے۔ امتی اور غیر امتی کی قید سے مقید نہیں۔ لہٰذا اس عبارت کا یہ مفہوم قرار دیکر کہ مجدد الف ثانی نے امتی کو کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی وجہ سے نبی کہا ہے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا حوالہ ان الفاظ میں دکھانے کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ مولوی عمر الدین صاحب کو حق صرف ایسے حوالہ کے مطالبہ کا پہنچتا ہے جس میں امتی یا غیر امتی کی کوئی قید موجود نہ ہو۔ اس صورت میں اس حوالہ کو جس طرح غیر امتی نبی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ویسے ہی امتی نبی کے متعلق اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر مندرجہ حقیقۃ الوحی ص۳۹۰ کی بناء پر مولوی عمر الدین صاحب کا چیلنج ان الفاظ میں درست ہوسکتا ہے کہ وہ ہم سے یہ مطالبہ کریں۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت امور غیبیہ سے مشرف کئے جانے والے کو کہاں مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ نے نبی قرار دیا ہے۔

پس میں نے بحث کے لئے اپنی آخری تجویز بطور اتمام حجت مولوی عمر الدین صاحب کے چیلنج کی تہ میں جو اصل رُوح کام کر رہی ہے اس کو مدنظر رکھ کر پیش کی ہے اور مجھے اس بحث میں یہ بھی دکھانا مطلوب ہے کہ انہوں نے چیلنج میں امتی کی قید لگانے میں غلطی کی ہے۔ اب اگر مولوی عمر الدین صاحب میرے مقابلہ میں اس بحث میں اپنے انعامی چیلنج کو ختم قرار دیں تو یہ اس بات کا صریح ثبوت ہوگا کہ ان کا یہ چیلنج محض نمائشی تھا پس جب مولوی عمر الدین صاحب نے پانصد روپیہ کا انعامی چیلنج اس تجویز کی صورت میں قائم نہیں رکھا تو پھر ان کا یہ لکھنا کہ مجھے قاضی صاحب کی تجویز منظور ہے کچھ معنی نہیں رکھتا۔ مولوی عمر الدین صاحب لکھتے ہیں۔ ان کے چیلنج کی رُوح وہ نہیں جو میں پیش کرتا ہوں۔ یہ بھی انہوں نے انعامی چیلنج کو ختم کرنے کے لئے ایک حیلہ بنایا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے چیلنج کی تہ میں اصل رُوح تو صرف یہی ہے جو میں نے بیان کی ہے۔ اور امتی کا لفظ انہوں نے چیلنج میں محض نمائشی طور پر رکھا ہے تاکہ بزعم خود

انہیں انعام نہ دینا پڑ جائے۔ اور یہ کہتے رہیں کہ دیکھو میرا چیلنج میرے لفظوں میں قبول نہیں کیا گیا۔ پس اصل بات یہی ہے کہ مولوی عمرالدین صاحب کو یہ وہم لاحق ہو گیا ہے کہ انعام قائم رکھ کر اگر انہوں نے میری آخری تجویز کے مطابق بحث کی تو شاید بحث میں دو مہر مول لینے کے علاوہ انہیں پانصد روپیہ سے بھی مفت میں ہاتھ دھونا پڑے۔ پس چونکہ مولوی عمرالدین صاحب انعام کو قائم رکھنے سے اس حیلہ کی بناء پر گریز کر رہے ہیں کہ ان کے چیلنج کی روح وہ نہیں جو میں نے پیش کی ہے۔ اور اس کے مقابل میرے مدنظر اس تجویز میں ان کے چیلنج کی رُوح کے متعلق بحث کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان کے چیلنج کی لفظی غلطی بھی ان پر واضح کروں۔ اس لئے میں نے اس تجویز کے آخر میں مولوی عمرالدین صاحب کو یہ لکھا تھا کہ اگر مولوی عمرالدین صاحب عنوان کے تصفیہ کے لئے اب بھی تیار نہ ہوں تو پھر میں نے ان کے سامنے بحث کی دوسری تجویز پیش کر دی ہے۔ اب اس بحث میں وہ اس حوالہ کا مفہوم ثابت کرنے کے لئے دلائل بھی دے سکیں گے کہ مجھے وہ حوالہ دکھانا چاہیئے جس میں امتی کو مجدد صاحب سرہندی نے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے کی وجہ سے نبی کہا ہو۔ اور میں اسکی تردید کر سکوں گا۔

اب دیکھ لیجئے اگر میں نے اس تجویز بحث میں مولوی عمرالدین صاحب کے انعامی چیلنج کو مدنظر نہ رکھا ہوتا۔ تو پھر اسی بحث کے دوران میں میں انہیں اُن کے مطالبہ کے متعلق دلائل دے سکنے کی کیوں اجازت دیتا۔

بحث سے پہلے چند امور کا تصفیہ

پس حق بات یہ ہے کہ مولوی عمرالدین صاحب نے میری تجویز کو ہرگز پورے طور پر قبول نہیں کیا۔ کیونکہ انہوں نے اس بحث میں میرے لئے انعامی چیلنج کو ختم کر دیا ہے۔ مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اب وہ حیلوں بہانوں سے اس چیلنج کو میرے مقابل ختم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ میں ان کے حیلوں کی حقیقت کو طشت از بام کرانے کے لئے اُن کے سامنے ایک اور تجویز قبل از بحث پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ تجویز یہ ہے کہ اس بحث سے پہلے اب ثالثوں سے ذیل کے امور کا تصفیہ کرانا ضروری ہو گیا ہے۔

اوّل۔ یہ کہ مولوی عمرالدین صاحب کے چیلنج کی تہ میں جو رُوح میں نے کام کرتی ہوئی بتائی ہے آیا یہ میرا بیان درست ہے یا نہیں۔

دوم۔ تجویز بحث میں جس دعوٰی کا ثابت کرنا میں نے اپنے ذمہ لیا ہے اگر میں اسے ثابت کر دوں تو اس سے مولوی عمرالدین صاحب کے چیلنج کی رُوح بالکل کچلی جاتی ہے یا نہیں۔

سوم۔ میری بحث والی تجویز مولوی عمرالدین صاحب کے چیلنج انعامی سے متعلق ہے یا نہیں۔

چہارم۔ کیا میں نے اس تجویز بحث کو پیش کر کے ان کے چیلنج کے مقابلہ میں اپنے عجز کا اعتراف کیا ہے

پنجم۔ کیا اس تجویز بحث کے ذریعہ میرے مدنظر ان کے چیلنج کے مطالبہ میں امتی کی قید کو غلط ثابت کرنا نہیں۔

اگر ثالث یہ فیصلہ دیں کہ ان کے چیلنج کی تہ میں جو روح میں نے کام کرتی بتائی ہے یہ میرا بیان درست نہیں۔ اور اگر میں اپنے دعوٰی کو ثابت کر دوں تو مولوی عمرالدین صاحب کے چیلنج کے مطالبہ کی روح کچلی نہیں جاتی۔ نیز یہ کہ میری بحث والی تجویز ان کے انعامی چیلنج سے متعلق نہیں۔ اور یہ کہ میں نے یہ تجویز پیش کر کے ان کے چیلنج کے مقابلہ میں اپنے عجز کا اعتراف کر لیا ہے۔ اور نیز میرے مدنظر ان کے چیلنج کے مطالبہ میں امتی کی قید کو غلط ثابت کرنا نہیں تو میں مان لونگا کہ مولوی عمرالدین صاحب کا انعامی چیلنج میرے مقابل میں ختم ہے۔ اس صورت میں میں بغیر انعام کے بھی اپنی تجویز کے مطابق ان سے بحث کر لونگا۔ مگر پھر ثالثوں کی اس بحث میں کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جب انعام قائم نہ رہا۔ تو ثالثوں سے فیصلہ لینے کی کیا ضرورت۔

اب اگر مولوی عمرالدین صاحب مندرجہ بالا امور کا ثالثوں سے تصفیہ کرانے کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر مجھے بھی ان سے بحث کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں مولوی عمرالدین صاحب کے یہ موقعہ ہرگز دینے کے لئے تیار نہیں کہ وہ بحث بھی کر لیں اور یہ تعلّی بھی کرتے رہیں کہ انکے چیلنج کو کسی نے قبول نہیں کیا۔ پس ثالثوں کے ذریعہ ان امور کا تصفیہ بدیں وجہ از بس ضروری ہے چونکہ میری بحث والی تجویز اب ثالثوں کے فیصلہ سے معلق ہو کر رہ گئی ہے اس لئے میں ابھی مولوی عمرالدین صاحب کی اس بحث کے متعلق پیشکردہ شرائط کے متعلق بجز اسکے اور کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ ان میں سے بعض شرائط بالکل لغو ہیں۔ بہرحال ان شرائط کے متعلق میں انشاء اللہ ثالثوں کے فیصلہ کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کرونگا۔

ثالث اب آخر میں ثالثوں کے متعلق میں یہ بات کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے مولوی عمرالدین صاحب کے وہ تینوں ثالث منظور ہیں جنھیں وہ مولوی ابوالعطاء صاحب سے "تبدیلی تعریف نبوت" کی بحث میں منظور کر چکے ہوئے ہیں۔ اب اگر مولوی عمرالدین صاحب گا یہ فیصلہ کرانے کیلئے تیار نہ ہوتے تو اس سے ایک دفعہ پھر واضح ہو جائیگا کہ ان کا چیلنج محض ایک نمائش اور ڈھونگ سے بڑھکر کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس صورت میں میں ان سے اس بارہ میں کسی قسم کی گفتگو محض تضیع

ہمارے معاونین!

رسالہ فرقان ایک خاصی تعداد میں غیر مبایعین اور بہائیوں کے نام مفت بھیجا جاتا ہے اس بات کے پیش نظر مندرجہ ذیل احباب نے رسالہ "فرقان" کی اعانت فرمائی ہے۔ جو نہایت شکریہ کے ساتھ درج ذیل کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ کئی احباب نے وعدے فرمائے ہیں۔ اُن کے نام انشاء اللہ جون کے رسالہ میں شائع کئے جائیں گے۔ جماعت کے دیگر مخیر حضرات سے بھی درخواست ہے، کہ وہ رسالہ "فرقان" کی مدد فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں تاکہ وہ کام جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے آسانی سے ہو سکے۔

نام	رقم
۱۔ جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب جج فیڈرل کورٹ دہلی ۔	50—۰—۰
۲۔ جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد دکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	12—۰—۰
۳۔ جناب محمد یوسف صاحب احمدی کلکتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	10—۰—۰
۴۔ جناب سیٹھ محمد معین الدین صاحب سالار جنگ بلڈنگ حیدر آباد دکن	10—۰—۰
۵۔ جناب خلیفہ عبدالرحیم صاحب اسسٹنٹ ہوم سکرٹری جموں ۔ ۔	5—۰—۰
۶۔ جناب چوہدری محمد دین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ شہر	10—۰—۰
۷۔ جناب خلیفہ عبدالمنان صاحب بارہ مولا کشمیر ۔ ۔ ۔ ۔	5—۰—۰
۸۔ جناب جمعدار رحیم بخش صاحب منماڈ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5—۰—۰
۹۔ جناب سیٹھ اسماعیل آدم صاحب بمبئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5—۰—۰
۱۰۔ جناب بابو محمد اسماعیل صاحب ونجوانی اوورسیر خوشاب سرگودہا	5—۰—۰
۱۱۔ جناب کپتان اے۔ یو۔ زیڈ احمد صاحب دوالمیال ۔ ۔	10—۰—۰
۱۲۔ جناب سید صادق علی صاحب پنشنر دارالعلوم قادیان ۔	3—۰—۰
۱۳۔ جناب خواجہ محمد امین صاحب دارالیسر قادیان ۔ ۔ ۔	4—۰—۰
۱۴۔ جناب محمد خان صاحب باندھی (سندھ) ۔ ۔ ۔	3—۰—۰
۱۵۔ جناب ملک عمر علی صاحب کھوکھر بی۔ اے دارالانوار قادیان	7—۰—۰

خاکسار سعید احمد فاروقی مینیجر رسالہ "فرقان" قادیان

عبداللطیف شہید پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر رسالہ فرقان سے شائع کیا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

قادیان

فرقان

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

مدیر: عبدالمنان عمر ایم۔ اے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فرقان

قادیان

بابت ماہ مئی ۱۹۴۷ء

نمبر ۵	ہجرہ ش ۱۳۲۶	جلد ۵

ترتیب عنوانات

شذرات

(ابو المنیر نور الحق نائب مدیر)

۱۔ مسئلہ قتل انبیاء کے متعلق جناب مولوی محمد علی صاحب کے بیان کی ضرورت

مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے اخبار "پیغام صلح" ۲۸ اگست ۴۶ء میں لکھا تھا کہ کوئی سچا نبی قتل نہیں ہوا۔ اور اس پر تورات اور قرآن مجید دونوں گواہ ہیں۔ ان کے اس مضمون کے جواب میں مکرم سید احمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی واضح تحریرات پیش کیں جن سے شملوی صاحب کے خیال کی پوری طرح تردید ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں سید صاحب موصوف نے جناب مولوی محمد علی صاحب کی بھی متعدد تحریرات پیش کیں۔ جن سے واضح ہوتا تھا کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ عقیدہ ہے کہ بعض انبیاء قتل ہو سکتے ہیں۔ شملوی صاحب نے مولوی سید احمد علی صاحب کے مضمون کے جواب میں چھ اقساط پر مشتمل ایک مضمون "پیغام صلح" میں شائع کروایا ہے ہماری طرف سے اس کا جواب اس شمارہ میں درج کیا جا رہا ہے۔ لیکن میں اس مضمون کے علاوہ ایک بات مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ شملوی صاحب نے اپنے جوابی مضامین میں لکھا ہے کہ جناب مولوی صاحب موصوف کا بھی وہی عقیدہ ہے جو شملوی صاحب بیان کرتے ہیں اور انہوں نے مولوی صاحب کی ان واضح تحریرات کی تاویل کی ہے جو شملوی صاحب کے خیال کی تردید کرتی تھیں۔ ان حالات میں میں جناب مولوی صاحب موصوف کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ قتل انبیاء کے متعلق جس قدر انکی تحریرات اب تک طبع ہو چکی ہیں ان پر غور فرما کر بیان جاری کریں کہ کیا شملوی صاحب کی تاویل درست ہے؟ یا حقیقتاً ان کی تحریرات کا یہی مطلب ہے کہ بعض انبیاء قتل ہو سکتے ہیں۔ اپنے بیان کو جاری کرتے وقت اپنی اس درج ذیل تحریر کو جو بیان القرآن جلد سوم سورۃ احقاف کی تفسیر سے لی گئی ہے بھی مدنظر رکھیں۔ آپ آیت قل ما کنت بدعًا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الّا ما یوحیٰ الیّ وما انا الّا نذیر مبین کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حسن سے روایت ہے کہ اس سے مراد آخرت نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ مجھے

علم نہیں کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا مجھ سے یا تم سے کیا معاملہ ہوگا۔ بلکہ دنیا کا معاملہ مراد ہے۔ یعنی آیا میں بھی نکالا جاؤنگا۔ جس طرح مجھ سے پہلے نبی نکالے گئے یا قتل کیا جاؤنگا جسطرح مجھ سے پہلے نبی قتل کئے گئے۔ اور سیاق عبارت اسی کو صحیح ٹھہراتا ہے۔"

اِس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ انبیاء قتل ہو سکتے ہیں۔ پس اُن کو فوراً اپنا بیان جاری کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ شملوی صاحب یونہی خلاف واقعہ بات مولوی صاحب کی طرف منسوب کر رہے ہیں یا انہوں نے اپنی سابقہ تحریرات کے خلاف اپنے عقیدہ میں شملوی صاحب کے خیال کے مطابق تجدید کرنی ہے۔

۲۔ ہماری تعداد:

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۱/ اپریل ۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت کو وقفِ جائیداد کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ

"واقفین جائیداد کی تعداد بہت کم ہے۔ یعنی لاکھوں کی جماعت میں سے کُل ۱۸ سو ہے۔ اور ہمارے پوری شرح سے چندہ ماہوار ادا کرنے والوں کی تعداد پچیس ہزار ہے۔ اگر پورے طور پر اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو ہو سکتا ہے کہ چالیس ہزار نکل آئیں۔ اور بہت سا حصہ بے کاروں کا بھی ہوتا ہے اور ان کا بھی جو کہ کبھی کبھی چندہ دیتے ہیں۔ اگر اس حصّہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو ساٹھ ہزار کے قریب یہ تعداد بن جاتی ہے۔ لیکن ساٹھ ہزار میں سے صرف ۱۸۰۰ نے جائیداد وقف کی ہے۔"

اِس پر "پیغام صلح" ۲۳/ اپریل لکھتا ہے کہ:۔

"اوپر فرمایا لاکھوں کی جماعت میں واقفین کی تعداد اٹھارہ سو ہے۔ نیچے ساٹھ ہزار میں سے ۱۸۰۰ بتائی ہے۔ اور غالباً یہ ساٹھ ہزار کا عدد ہی کسی حد تک صحیح ہے۔ اگرچہ یہ بھی مبالغہ سے خالی نہیں۔ لیکن خلیفہ صاحب نے چندہ دینے اور نہ دینے والوں کی تعداد کا اندازہ کر کے خود ہی بتا دیا کہ اُن کی جماعت کی تعداد ساٹھ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ لاکھوں کا خیال خیال خام سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔"

"پیغام صلح" نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیان کردہ تعداد میں جو تضاد بیان کیا ہے اور پھر دوسری تعداد کو صحیح قرار دیا ہے یہ محض اس کی عقل اور فہم کا قصور ہے۔ اور کچھ نہیں۔ ایک موٹی عقل رکھنے والا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی جماعت میں صرف مرد ہی نہیں ہوتے بلکہ عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جب یہ فرمایا ہے کہ لاکھوں کی جماعت میں سے کل اٹھارہ سو واقفین ہیں تو اُس میں حضور نے مرد عورتیں اور بچے سب تعداد کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور پھر دوسری تعداد جو حضور نے ساٹھ ہزار بیان فرمائی ہے وہ صرف مردوں کی ہے جن پر چندہ ماہوار واجب ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ چندہ ماہوار انہی پر واجب ہوتا ہے جن کی ماہوار آمد ہے اور وہ کماتے ہیں۔ پس اس سے عورتیں اور بچے مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ اگر فی گھر چار بچے اور ایک عورت بھی شمار کی جائے تو بھی ساری تعداد ساٹھ ہزار مردوں کے لحاظ سے تین لاکھ بن جاتی ہے۔ پس حضور کے بیان میں کوئی تضاد نہیں اور "پیغام صلح" کا یہ کہنا کہ ساٹھ ہزار کی ہی تعداد درست ہے اور لاکھوں کی تعداد غلط ہے۔ یہ بھی اس کے حساب سے کورے ہونے کی دلیل ہے۔ وگرنہ وہ سمجھ لیتے کہ ساٹھ ہزار تعداد مان کر لاکھوں کی تعداد میں جماعت ماننی پڑتی ہے۔

پھر ہم "پیغام صلح" کے ایڈیٹر صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر مبائعین کی تعداد صرف ساٹھ ہزار ہی ہے تو وہ احمدی کہاں گئے جن کی تعداد انہوں نے قادیان سے جانے کے بعد پانچ لاکھ بتائی تھی اور لکھا تھا کہ مبائعین میں صرف بیسواں حصہ جماعت شامل ہے (پیغام ۲۸ اپریل ۱۹۱۴ء) کیونکہ اسوقت وہ سب تعداد غیر مبائعین میں نہیں کیونکہ اب انکی تعداد زیادہ سے زیادہ دو اڑھائی ہزار ہے۔ پس یہ بات واضح ہے کہ سب پانچ لاکھ احمدی مبائعین میں شامل ہو گئے۔ تو کیا ایڈیٹر صاحب "پیغام" کا مبائعین کی تعداد کا ساٹھ ہزار قرار دینا خلاف واقعہ نہیں۔ پھر کاش وہ یہی سمجھ لیتے کہ انہوں نے جو مبائعین کی تعداد ۱۹۱۴ء میں پچیس ہزار قرار دی تھی اور اب اس پر تینتیس سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ اس کے بعد نہ صرف یہ کہ مبائعین کی جماعت ہندوستان میں پہلے کی نسبت سینکڑوں گنا بڑھ گئی بلکہ بیرونی ممالک میں بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ شامل ہوئے اور ہمارے مشنوں کا ایک جال دنیا میں بچھ گیا۔ اور اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جو تعداد ہمارے ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" بیان کرتے ہیں۔ وہ تو صرف ہندوستان سے باہر ممالک میں ہی ہے۔ پس ایڈیٹر صاحب "پیغام" کا مبائعین کی تعداد

ساٹھ ہزار قرار دینا محض خیال خام اور حساب سے کورا ہونا اور واقعات سے آنکھیں بند کرنے کے نتیجہ میں ہے۔

۳۔ وقفِ جائیداد:

مبائعین کی جماعت جس ایثار کے ساتھ مالی اور جانی قربانی کر رہی ہے اسکو دیکھ کر ہر غیر مبایع یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ آئندہ زمانے میں کونسی جماعت دنیا پر چھا جائیگی۔ کیا وہ جماعت جس کا امیر تحریکوں پر تحریکیں کرتا ہے اور لوگوں پر اثر نہیں ہوتا یا وہ جماعت جو اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی اپنی جانوں اور مالوں کو پیش کر دیتی ہے۔ مولوی محمد علی صاحب نے وقف کی تحریک کی لیکن اس کا جو انجام ہوا اس کا ہم متعدد بار "فرقان" میں ذکر کر چکے ہیں۔ اسکے مقابل پر دیکھئے کہ ہمارے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نوجوانوں کو دین کیلئے جانیں وقف کرنیکا ارشاد فرمایا اور ہزاروں کی تعداد میں پروانے شمع پر آگرے۔ پھر حضور نے جماعت میں مالی تحریکیں کثرت سے کیں اور وہ سب کامیاب ہوئیں۔ چنانچہ حال ہی میں حضور نے وقف جائیداد اور وقف آمد ایک ماہ کا اعلان کیا ہے۔ اس پر جماعت نے جو نمونہ دکھایا ہے وہ یہ ہے کہ اب تک دو کروڑ دس لاکھ کی جائیداد اور تین لاکھ ۱۹ ہزار کی آمد وقف ہو چکی ہے اور ابھی جماعتوں کے وعدے آ رہے ہیں۔ حضور کا پانچ لاکھ کا مطالبہ تھا وہ جماعت نے پورا کر دیا ہے لیکن اب حضور کے مطلوبہ وعدے سے کئی گنا زیادہ آمد کی امید ہے۔ اسکے مقابل پر غیر مبایعین اپنی جماعت کے حال پر غور کریں کہ ان کا امیر تحریک کرتا ہے۔ غیر احمدیوں سے چندے لینے کے ارشاد ہوتے ہیں لیکن مطلوبہ رقم کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا۔ پس غیر مبایعین کو فعال جماعت کا جزو بن کر دنیا میں کچھ کام کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ صحیح معنوں میں کچھ کام کر سکیں۔

۴۔ ایک غلطی کے ازالہ پر دستخط کرنے سے انکار:

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۴۴ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب کے سامنے چند فیصلہ کن تجاویز رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک تجویز یہ تھی کہ:۔

> "ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری زمانہ میں نبوّت کی جو تشریح فرمائی وہ حضور کے رسالہ ایک غلطی کے ازالہ میں موجود ہے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ اس رسالہ میں بھی وہی بیان ہے اور وہی تشریح ہے جو حضرت

مسیح موعود پہلے زمانہ میں نبوت کی کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس رسالہ پر ہم دونوں دستخط کر دیں اور لکھدیں کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔"

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ تجویز نہایت ہی مناسب اور فیصلہ کن ہے۔ اب اس اعلان پر آج تین سال گزر گئے ہیں لیکن جناب مولوی محمد علی صاحب اس کے منظور کرنے سے انکاری ہیں اور جب بھی کسی مبایع نے ان کے سامنے اس تجویز کو پیش کیا تو مولوی صاحب نے ٹلانے کی کوشش کی چنانچہ وہ خود اسباب کا ذکر اپنے اخبار "پیغام صلح" ۲۳ اپریل میں یوں کرتے ہیں:۔

"گذشتہ سال جولائی اگست کے مہینہ میں ڈلہوزی میں میرے پاس بعض قادیانی آجاتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک غلطی کے ازالہ پر کیوں دستخط نہیں کر دیتے میں نے کہا۔ ایک غلطی کا ازالہ کیوں پیش کرتے ہو۔ کیا حضرت مسیح موعود کے دستخط اسپر کافی نہیں کہ مجھ سے دستخط مانگتے ہو۔ پھر میں نے کہا کہ اگر دستخطوں ہی سے شائع کرنا ہے تو آؤ حقیقۃ الوحی کے دو تین فقروں کو لے لیں اور اسپر دونوں فریق دستخط کر کے شائع کر دیں۔ وہ کیا ہیں۔ النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین وسمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔"

مذکورہ عبارت میں جناب مولوی محمد علی صاحب نے جو دو عذرات ایک غلطی کے ازالہ پر دستخط کرنے کے ضمن میں کئے ہیں وہ دونوں درست نہیں کیونکہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستخط اس پر کافی ہیں تو حقیقۃ الوحی کے فقرات پر دستخط کرنے کے کیا معنی؟ وہاں بھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستخط موجود ہیں۔ پھر یہ کہنا بھی درست نہیں کہ حقیقۃ الوحی کے مذکورہ فقرات پر دستخط کراؤ۔ کیونکہ یہ بات صاف ہے کہ یہ فقرات قابل تشریح ہیں چنانچہ ہم اس کی تشریح اسی شمارہ میں شائع کر رہے ہیں۔ پس جب ان کی تشریح کی ضرورت ہے، تو ان کو دستخطوں کے لئے پیش کرنے کے کیا معنے؟ کیونکہ جب کسی کے سامنے یہ فقرات پیش ہونگے تو اُس کے سامنے تشریح بھی کرنی پڑیگی۔ اور پھر جھگڑا ہوگا کہ اسکی یہ تشریح درست ہے اور وہ تشریح غلط ہے کیوں نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی عبارت کو لے کر اس پر دستخط کئے جائیں جس کی تشریح کی ضرورت نہ ہو۔ چنانچہ "ایک غلطی کا ازالہ" ایسا ہی رسالہ ہے کہ اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ پس مولوی صاحب کی تجویز

کوئی معقول تجویز نہیں۔ لیکن اگر وہ اس پر اصرار کریں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ چلیئے ایک غلطی کے ازالہ پر دستخط فرماویں اور مولوی صاحب نے جو حقیقۃ الوحی کے فقرات لکھے ہیں اُن کے ساتھ ہی حقیقۃ الوحی کی درج ذیل عبارت لکھدیں۔ اور "ایک غلطی کا ازالہ" اور "حقیقۃ الوحی" دونوں کتابوں کی عبارتوں کو ملا کر اکٹھا شائع کر دیں۔ حضور علیہ السلام کی "حقیقۃ الوحی" کی تحریرات یہ ہیں :-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام "حقیقۃ الوحی" کے صہ ۳۹۱ پر فرماتے ہیں :-

"جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔"

پھر فرماتے ہیں :-

"ولیس مُرادہ من النبوۃ الّا کثرۃ مکالمۃ اللہ وکثرۃ انباء من اللہ وکثرۃ ما یُوحٰی + ویقول ما نعنی من النبوّۃ ما یُعنٰی فی الصحف الاولیٰ بل ھی درجۃ لا تُعطٰی الّا من اتباع نبیّنا خیر الوریٰ +"

پھر حضورؑ لکھتے ہیں :-

"ثم معذالک ذکرتُ غیر مرّۃٍ ان اللہ ما اراد من نبوّتی الّا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلّم عند اکابر اھل السنۃ فالنزاع لیس الا نزاعًا لفظیًا فلا تستعجلوا یا اھل العقل والفطنۃ ولعنۃ اللہ علی من ادعٰی خلاف ذالک مثقال ذرۃٍ ومعھا لعنۃ الناس والملائکۃ۔" (حاشیہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۶)

الغرض مولوی محمد علی صاحب "حقیقۃ الوحی" کے پیش کردہ فقرات کے ساتھ مذکورہ بالا عبارات بھی لکھدیں اور پھر "ایک غلطی کا ازالہ" پر اور ان عبارات پر دستخط ہو جائیں۔ اور یہ سب تحریرات اکٹھی شائع ہو جائیں۔ کیا مولوی صاحب اس کو منظور کریں گے ؟

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

ایک کشف

کھیٰعص میں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ذکر کیا گیا ہے

(مکرم جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

۱۹۴۴ء کے شروع میں جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً بتایا گیا کہ حضور ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں تو ایک دن جبکہ حضور مجلس عرفان میں رونق افروز تھے۔ حضور نے اس عاجز سے فرمایا کہ مجھے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا تھا کہ کھیٰعص میں میرا ذکر بھی آتا ہے۔ اور یہ کشف غالباً "الفضل" میں شائع ہو چکا ہے۔ "الفضل" کے فائلوں میں سے یہ کشف تلاش کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔ مَیں نے حضور کے اس ارشاد پر "الفضل" کے گذشتہ فائل دیکھے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ یہ کشف مجھے نہ ملا۔ آخر مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے حضور نے یہ کشف کسی ایسے موقعہ پر بیان فرمایا ہو۔ جب "الفضل" کا کوئی نمائندہ موجود نہ ہو۔ مجھے چاہیئے کہ بزرگان سلسلہ سے یہ امر دریافت کروں۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا اور مجھے خوشی ہے کہ اس سلسلہ میں مجھے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی ایک روایت مل گئی۔

اس دفعہ جب حضور سندھ تشریف لے گئے۔ تو ایک دن مَیں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب سے عرض کیا کہ آپ اس بارہ میں اپنی شہادت قلمبند فرمائیں۔ مَیں اُسے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کر دونگا۔ اور پھر حضور کے ملاحظہ اور نظر ثانی کے بعد اُسے "الفضل" میں شائع کرا دیا جائیگا۔ تاکہ سلسلہ کے لٹریچر میں یہ کشف محفوظ ہو جائے۔ میری درخواست پر حضرت مولوی شیر علی صاحب نے حسب ذیل روایت مجھے بصورت تحریر بھجوا دی:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مکرمی مولوی محمد یعقوب صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا کشف کھیٰعص کے متعلق جسقدر مجھے یاد ہے لکھدیتا ہوں۔ امید ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو خود یہ کشف یاد ہوگا اور حضور خود اس کی تصحیح اور تکمیل فرما دیں گے۔

حضور ایک دفعہ جب سندھ کے سفر سے واپس تشریف لائے اور جماعت کے دوست حضور کے استقبال کے لئے موٹر کی طرف گئے۔ اور حضور موٹر سے اُترے۔ اس وقت حضور نے فرمایا کہ مَیں نے راستہ میں ریل میں کھیٰعص کے متعلق ایک نظارہ دیکھا جس میں بتایا گیا۔

کہ کٓھٰیٰعٓصٓ میرا نام ہے میرے سامنے فرشتوں یا آدمیوں کے گروپ آئے۔ پہلا گروپ حرف کٓ کا تھا۔ دوسرا ھا کا۔ اس طرح باری باری تمام حروف گروپس (Groups) کی شکل میں میرے سامنے نمودار ہوئے اور مجھے بتایا گیا کہ یہ میرا نام ہے۔

اسقدر اس کے متعلق مجھے یاد ہے۔ پورے طور پر یاد نہیں رہا۔ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب بھی وہاں تھے شائد انہیں یاد ہو۔ والسلام

خاکسار شیر علی عفی عنہ ۱۱ر تبلیغ ۱۳۲۶ ہش

حضرت مولوی شیر علی صاحب نے چونکہ اس روایت میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کا بھی ذکر کیا تھا اور اس خیال کا اظہار فرمایا تھا کہ ممکن ہے یہ کشف انہیں بھی یاد ہو۔ اس لئے میں نے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب سے بھی اس بارہ میں استفسار کیا تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ کشف بہت پرانا ہے اور غالباً سفر یورپ سے واپسی کے بعد حضور نے جو سفر سندھ اختیار فرمایا اس میں حضور کو یہ کشف دکھایا گیا تھا۔

چند دن ہوئے میں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ:۔ "حضور کو ایک دفعہ کشفی حالت میں یہ بتایا گیا تھا کہ کٓھٰیٰعٓصٓ میں حضور کا نام بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہ کشف سلسلہ کے لٹریچر میں تاحال شائع نہیں ہوا۔ میں نے "الفضل" کے گذشتہ فائل دیکھ لئے ہیں۔ ان میں مجھے یہ کشف کہیں دکھائی نہیں دیا۔ چونکہ یہ کشف نہایت اہم ہے۔ اسلئے میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں جنہوں نے حضور کی زبان سے یہ کشف سُنا عرض کیا تھا۔ کہ وہ اسبارہ میں اپنی شہادت تحریر فرمادیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے میری درخواست پر جو کچھ تحریر فرمایا وہ حضور کے ملاحظہ کے لئے ارسال خدمت ہے۔ میری گذارش ہے کہ حضور اس پر نظر ثانی فرمادیں تاکہ یہ کشف "الفضل" میں شائع کرا دیا جائے اور سلسلہ کے لٹریچر میں محفوظ رہے۔"

میرے اس عریضہ پر حضور نے تحریر فرمایا:۔

"میرے ایک خطبہ میں یہ موجود ہے۔ جو سندھ سے واپسی پر دیا گیا ہے۔ مجھے اس وقت صرف اتنا یاد رہا ہے کہ کٓھٰیٰعٓصٓ میں میرا بھی ذکر ہے۔"

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد مبارک اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کی روائت دونوں کو اسلئے شائع کیا جا رہا ہے تاکہ یہ کشف سلسلہ کے لٹریچر میں محفوظ ہو جائے۔

اگر یہ کشف "الفضل" میں شائع ہو چکا ہے اور سہواً میری نظر سے نہیں گذرا۔ تب بھی اسکی اشاعت کسی نقصان کا موجب نہیں۔ اور اگر یہ کشف اب تک شائع نہیں ہوا تو اس صورت میں اس کشف کا احباب کے علم میں آنا نہایت ضروری تھا۔ اور اسی لئے یہ چند سطور لکھی گئی ہیں۔

مولوی عمرالدین صاحب شملوی اور مسئلہ قتلِ انبیاء

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ)

مولوی عمرالدین صاحب شملوی کا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی نبی قتل نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے کہ عام انبیاء میں سے کسی نبی کا قتل ہو جانا منافی نبوت نہیں اور محض کسی نبی کے قتل ہو جانے سے اسکی شانِ نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ہاں جس نبی کے متعلق خدا کی طرف سے خاص حفاظت کا وعدہ ہو وہ ضرور قتل سے بچایا جاتا ہے اور عام انبیاء میں سے بھی کوئی نبی ناکامی کی حالت میں قتل نہیں کیا جاتا۔

"فرقان" بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۴۶ء کے رسالہ میں مولوی سید احمد علی صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک بھی بعض انبیاء کا قتل ہو جانا ممکن ہے اور نبی کے قتل ہو جانے سے نبی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ہاں سلسلہ کا اوّل نبی اور آخری نبی ضرور قتل سے بچایا جاتا ہے۔ سیّد صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ جات اس لئے پیش کئے کہ مولوی عمرالدین صاحب شاید ان کو پڑھ کر اپنے عقیدہ کی اصلاح کر لیں گے۔ مگر اس مضمون کے شائع ہونے پر مولوی عمرالدین صاحب بجائے ہدایت پانے کے الٹا جوش میں آگئے اور ایک لمبا مضمون لکھ مارا جو "پیغام صلح" کی چھ قسطوں میں شائع ہوا ہے اسکے شروع میں انہوں نے حسب عادت حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کر کے اپنے غیظ و غضب اور بغض و حسد کا مظاہرہ کیا ہے اور بعد ازاں مولوی سید احمد علی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔

مسئلہ قتلِ انبیاء کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض حوالہ جات

مولوی احمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کا ایک حوالہ پیش کیا تھا کہ حضور تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں یہ بات داخل ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، اور پھر قتل کیا جاؤں۔ تو پھر یہ بات قبول کرنے کے لائق ہے کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷)

اب یہ تحریر صاف ہے اور اس میں نبی کے قتل کا امکان قبول کئے جانے کے لائق قرار دیا گیا ہے اور علی الاطلاق نبی کے قتل ہو جانے میں اس کی کوئی ہتک عزت محسوس نہیں کی گئی مگر اس کے جواب میں مولوی عمر الدین صاحب شملوی لکھتے ہیں:-

"یہ سچ ہے کہ قتل فی نفسہٖ کوئی ایسی بات نہیں جس سے کسی مقتول کی شان میں فرق آ جائے۔ آپ محض قتل کے الفاظ پر غور کریں۔ بات یوں ہے کہ قتل تو مومن کیلئے شہادت ہے۔ اس لئے مجرد قتل کو ناقص شان نہیں کہہ سکتے۔ مگر چونکہ ایک رسول یا نبی خدا کی خاص حفاظت میں ہوتا ہے اور اس کا کام پیغام الٰہی پہنچانا ہو لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم۔ اس لئے اگر وہ قتل ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے وعدۂ حفاظت پر زد پڑتی ہے اور پیغام الٰہی کی عدم تکمیل ہوتی ہے۔ اس لئے انکے لئے مصلحت الٰہی کا یہی تقاضا ہے کہ وہ قتل نہ ہوں۔ بلکہ جو مدعی نبوت قتل ہو جائے وہ ہرگز مقرب بارگاہ الٰہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ جھوٹا قرار پاتا ہے۔"

(پیغام صلح ۲۶ فروری ۴۷ء کالم ۴)

پھر لکھتے ہیں:-

"میں کہتا ہوں کوئی نبی بھی قتل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انبیاء و رسل کا کسی حالت میں قتل ہو جانا ناکامی و نامرادی اور لعنت کے مترادف ہے جیسا کہ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین سے ظاہر ہے۔" (پیغام صلح ۵ مارچ ۴۷ء کالم ۲)

مولوی عمر الدین صاحب کی ان دونوں تحریروں سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی جو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حکم و عدل ہیں حکم بننا چاہتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو مندرجہ بالا تحریر میں فرماتے ہیں کہ: "محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں

کوئی فرق نہیں آتا۔" نیز اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ بات قبول کرنے کے لائق ہے قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں۔" اور سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ اس میں عام مومنوں کا قتل زیر بحث نہیں جیسا کہ مولوی عمرالدین صاحب خیال کرتے ہیں بلکہ انبیاء کا قتل زیر بحث ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کے قتل ہو جانے کو منافی شانِ نبوت قرار نہیں دیتے اور نہ موجب ہتک سمجھتے ہیں۔ مگر مولوی عمرالدین صاحب شملوی اس کے خلاف واضح الفاظ میں لکھتے ہیں کہ جو مدعیٔ نبوت قتل ہو جائے وہ ہرگز مقرب بارگاہِ الٰہی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ جھوٹا قرار پاتا ہے۔ گویا بقول مولوی عمرالدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ غلط لکھا ہے کہ "محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔" کیونکہ مولوی عمرالدین صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ نبی کا قتل ہو جانا اُسے جھوٹا ثابت کرتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کے قتل ہو جانے میں کوئی ہتک عزت قرار نہیں دیتے مگر اس کے مقابلہ میں مولوی عمرالدین صاحب یہ فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ انبیاء کا کسی بھی حالت میں قتل ہو جانا ناکامی و نامرادی اور لعنت کے مترادف ہے۔ اب ناکامی و نامرادی اور لعنت سے بڑھ کر کسی کی کیا ہتک ہو سکتی ہے۔ مولوی عمرالدین صاحب نبی کے قتل کو اس کی ناکامی نامرادی اور لعنت قرار دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ بات قبول کرنے کے لائق ہے کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں!"

مولوی عمرالدین صاحب شملوی یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے یہ بات قرآن مجید کی روشنی میں پیش کی ہے کیونکہ اس میں انبیاء کی حفاظت کا خاص وعدہ ہے اس لئے اگر وہ پورا نہ ہو، تو تبلیغ رسالت میں فرق آجاتا ہے۔ کیونکہ اگر تمام انبیاء کے متعلق قتل سے حفاظت کا کوئی خاص وعدہ ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تو آخر اس سے واقف ہوتے۔ پھر اگر قرآن مجید میں ہر نبی کے قتل سے بچائے جانے کا کوئی خاص وعدہ مذکور ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کے متعلق یہ بات کیوں تحریر فرماتے کہ "محض قتل ہو جانے سے نبی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا . . . اور یہ بات قبول کرنے کے لائق ہے کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر کی تشریح

مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے محض قتل ہو جانے کے لفظ محض پر توجہ دلائی ہے اور اس سے یہ انوکھا استدلال کیا ہے کہ اس جگہ عام مومن کا قتل ہونا مراد ہے

جو مومن کے لئے شہادت ہے۔ مگر ہم اپنی سمجھ اور عقل کو کیسے جواب دے دیں۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام محض قتل کا ذکر ان الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ "محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔"

ہاں مولوی عمر الدین صاحب کو یہ پوچھنے کا ضرور حق تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ محض کا لفظ کیوں استعمال فرمایا ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک قتل ہوتا ہے ناکامی اور نامرادی کی حالت میں۔ اور دوسرا قتل ہوتا ہے اپنے مشن یعنی رسالت کی تبلیغ کے بعد۔ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ کوئی سچا نبی تبلیغ رسالت سے پہلے قتل نہیں ہو سکتا اس پر لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم دال ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ کوئی نبی ناکامی کی حالت میں قتل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ قتل تو کجا وہ ناکامی کی حالت میں مرتا بھی نہیں۔ ہاں کامیابی کی حالت میں کسی نبی کا قتل ہو جانا نہ اس کی شانِ نبوت کے منافی ہے اور نہ ہتک عزت کا موجب۔

عدم قتلِ انبیاء کے متعلق پیشکردہ دلائل اور انکی تردید

مولوی عمر الدین صاحب نے اپنے خیال کی تائید میں وہ آیات بھی پیش کی ہیں جن میں انبیاء سے خدا تعالیٰ کا نصرت کا وعدہ ہے مگر نصرت کا وعدہ منافی قتل نہیں۔ کیونکہ نصرت کے وعدہ سے مراد یہ ہے کہ اس نبی کا مشن قوم میں کامیاب ہوگا۔ اس کی قبولیت لوگوں میں پھیلا دی جائیگی اور آخر اس کے مخالفوں کا زور ٹوٹ جائیگا۔ یا تو انہیں عذاب کے ذریعہ ہلاک و برباد کر کے یا اس نبی کو قبول کر لینے کی وجہ سے۔ ورنہ مطلق نصرت کا وعدہ منافی قتل نہیں۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ انّا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا معہ کہ ہم انبیاء کو بھی نصرت دیتے ہیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بھی نصرت دیتے ہیں مگر کیا اس نصرت کے وعدہ کے باوجود سارے سچے مومن قتل سے بچائے جاتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر کسی نبی کا محض قتل ہو جانا منافی وعدۂ نصرت کیسے ہوا؟ پس قرآن مجید میں انبیاء کی حفاظت کا جو عام وعدہ ہے اس کے ہوتے ہوئے بھی کسی نبی کا قتل ہو جانا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک نہ منافی نبوت ہے اور نہ ہی موجب ہتک عزت۔

تبلیغ رسالت سے مراد مولوی عمر الدین صاحب کا قتل سے بچایا جانے کا وعدہ نکالنا عجیب منطق ہے جو میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر یہ منطق درست ہوتی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کبھی یہ تحریر نہ فرماتے کہ "محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا...... اور یہ بات قبول کرنے کے لائق ہے کہ قتل ہونے میں (یعنی نبی کے قتل ہونے میں۔ ناقل) کوئی ہتک عزت نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص۱۵)

سید احمد علی صاحب نے اپنے مضمون میں اس بات کے اثبات میں کہ بعض انبیاء قتل ہو سکتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک اور عبارت بھی تحفہ گولڑویہ کے ص۱۵ سے پیش کی تھی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے استفہام اقراری کے طور پر لکھا ہے "کیا یحیٰی نبی بھی قتل نہیں ہوا؟" مولوی عمر الدین صاحب اس حوالہ کو الزام خصم کے طور پر قرار دیتے ہیں نہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ کے طور پر۔ مگر عبارت میں ہرگز اس بات کی صراحت نہیں کہ یہ قول مسلمات خصم کی بنا پر ہے۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ یہ قول مسلمات خصم کی بنا پر نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کو ایک حقیقت ثابتہ مانتے ہیں کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام ضرور قتل ہوئے۔ چنانچہ اس بات کا قطعی ثبوت یہ ہے کہ حضور تحفہ گولڑویہ ص۱۱۳ پر فرماتے ہیں:-

"یاد رہے کہ اسلام کا بارھواں خلیفہ جو تیرھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیئے وہ یحیٰی نبی کے مقابل پر ہے جس کا ایک پلید قوم کے لئے سر کاٹا گیا۔"

یہ عبارت روز روشن کی طرح ثابت کر رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بات کو ایک امر واقعہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت یحیٰی نبی علیہ السلام ضرور قتل کئے گئے۔ پس مولوی عمر الدین صاحب کا یہ عذر بھی لنگ ہے کہ "کیا یحیٰی نبی بھی قتل نہیں ہوا؟" کا فقرہ حضور نے مسلمات خصم کی بنا پر لکھا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ فقرہ بطور استفہام اقراری کے ہے۔

مسئلہ قتل انبیاء پر روشنی ڈالنے والی ایک اور عبارت

مولوی سید احمد علی صاحب نے ایک عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "تذکرۃ الشہادتین" ص۶۷ و ۶۸ سے ان الفاظ میں پیش کی تھی:-

"اگرچہ قتل ہونا مومن کے لئے شہادت ہے لیکن عادت اللہ اسی طرح ہے کہ دو قسم کے مرسل من اللہ قتل نہیں ہوا کرتے۔ (۱) ایک وہ نبی جو سلسلہ کے اول میں آتے ہیں۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ میں حضرت موسیٰ اور سلسلہ محمدیہ میں ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) دوسرے وہ نبی اور مامورین اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں۔ جیسے سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سلسلہ محمدیہ میں یہ عاجز۔"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک عادت اللہ کے مطابق صرف سلسلہ کے اول اور آخری نبی کا قتل سے بچایا جانا ضروری ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ سلسلہ کے درمیانی انبیاء کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس عادت اللہ کے قائل نہیں بلکہ ان میں سے کسی کے قتل کا امکان تسلیم فرماتے ہیں۔ اب یہ بات تو بالکل صاف ہے مگر مولوی عمر الدین صاحب اس کے متعلق بھی لکھتے ہیں:-

"یہ ٹھیک ہے مگر اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ درمیانی نبی یا رسول قتل ہو سکتے ہیں۔

کیا تذکرۃ الشہادتین میں ایک جگہ بھی درمیانی انبیاء کے قتل کا اقرار ہے۔ اگر نہیں تو کسی کا کیا حق ہے کہ ان الفاظ سے وہ یہ نتیجہ نکالے کہ اوّل اور آخر سلسلہ کے سوا درمیانی مرسلان الٰہی قتل ہو سکتے ہیں۔" (پیغام صلح ۲۶ فروری ۴۷ء کالم اوّل)

اس کے جواب میں واضح ہو کہ ہمیں اس حوالہ سے ایسا استدلال کرنیکا حق ہے کہ کوئی درمیانی نبی قتل ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسجگہ حتمی طور پر دو قسم کے مرسلین کے متعلق یہ عادت الٰہی بیان فرمائی ہے کہ وہ قتل نہیں ہوا کرتے۔ اگر حضور کے نزدیک یہ عادت اللہ صرف دو قسم کے نبیوں کے متعلق نہ ہوتی تو پھر علی الاطلاق سب انبیاء کے متعلق اسی عادت اللہ کا ذکر فرماتے۔ دو قسم کے نبیوں کے متعلق اس عادت کا ذکر اور تیسری قسم کے انبیاء کے متعلق اس عادت اللہ کا ذکر نہ کرنا ہمیں حق دیتا ہے کہ ہم یہ استدلال کریں کہ تیسری قسم کے انبیاء کے متعلق خدا تعالےٰ کی یہ عادت نہیں۔ کیونکہ ہمارے اس حق کی تائید اس دوسرے حوالہ سے بھی ہو جاتی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تسلیم کیا ہے کہ نبی کا محض قتل ہو جانا اس کی شان کے منافی نہیں اور نہ اس کی ہتک عزت کا موجب ہے پس جب دو قسم کے انبیاء کے متعلق یہ عادت اللہ بیان فرما دی کہ وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ تو ان کا قتل ہونا تو ناممکن ہوا۔ اب تیسری قسم کے انبیاء یعنی سلسلہ کے اوّل نبی اور آخری نبی کے درمیانی انبیاء ہی رہ جاتے ہیں جن کا قتل ہو جانا ممکن ہے اور حضور کے نزدیک ان کا محض قتل نہ منافی شانِ نبوّت ہے اور نہ موجب ہتک عزت۔

مولوی عمرالدین صاحب کے پیش کردہ حوالہ کا صحیح مطلب

مولوی عمرالدین صاحب شملوی تذکرۃ الشہادتین" سے ایک حوالہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:- "والذین صدقوا و جاءوا من ربھم من ذالذی یقتلھم و یجعلھم ذلیلاً"

اس کو پیش کر کے مولوی عمرالدین صاحب کہتے ہیں اسمیں اعتراف ہے کہ سچے مرسل الٰہی کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے نہ ذلیل۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی عمرالدین صاحب نے اس حوالہ کو پیش کرتے ہوئے ایک محقّق انسان کا فرض ادا نہیں کیا۔ جب تذکرۃ الشہادتین کے دوسرے حوالہ سے ظاہر ہے کہ قتل سے بچانے کی عادت اللہ اُن نبیوں کے متعلق ہے جو سلسلہ کے اوّل اور آخر میں آئیں۔ تو مولوی عمرالدین صاحب کو اس حوالہ کو ملحوظ رکھ کر اس کے معنے کرنے چاہئیں۔ پس اس حوالہ میں جو اصول بیان کیا ہے وہ تذکرۃ الشہادتین کے دوسرے حوالہ میں

پیشکردہ اصول سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان ہر دو عبارتوں میں تناقض پیدا ہو جائیگا۔ پس اس حوالہ کے ایسے معنے لینے پڑیں گے جن سے اس کا دوسرے حوالہ سے متضاد ہونا لازم نہ آئے۔

میرے نزدیک اس حوالہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کوئی سچا نبی اپنے مقصد میں کامیابی سے پہلے قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسے قتل میں نبی کی ہتک اور ذلت ہے۔ ہاں اگر اپنے مشن میں کامیاب ہوتا ہوا کوئی نبی قتل ہو جائے تو پھر اس قتل سے اُس کی شانِ نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لیکن سلسلہ کا اوّل اور آخری نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے مطابق بہر حال قتل سے بچایا جاتا ہے۔

میری یہ توجیہ غیر مبایعین کے مسلمات کے بھی خلاف نہیں۔ کیونکہ "پیغام صلح" مجریہ ۱۱ نومبر ۱۹۱۷ء میں قتل انبیاء کے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے:۔

"بہر حال یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ نبی کی شان میں خلل انداز ہو کیونکہ قتل بھی شہادت ہوتی ہے مگر ہاں ناکام قتل ہو جانا انبیاء کی علامات میں سے نہیں۔ یہ مصالح پر موقوف ہے ایک شخص کے قتل سے فتنہ برپا ہو جاتا ہے تو مصلحتِ الٰہی نہیں چاہتی کہ اس کو قتل کرا کر فتنہ برپا کیا جائے جس کے قتل سے ایسا اندیشہ نہ ہو تو اس میں ہرج نہیں"۔

بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے عدم قتلِ انبیاءؑ پر استدلال اور اس کا جواب

مولوی عمر الدین صاحب کی قتلِ انبیاء کے خلاف سب سے بڑی دلیل جسے انہوں نے متعدد بار اپنے مضمون میں پیش کیا ہے یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آیا ہے ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ۔

مولوی عمر الدین صاحب اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں بَل اضرابیہ ابطالیہ ہے اور اس طرح رفع کو قتل کی ضد قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ آیت میں قتل کا ابطال ہے اور رفع کا اثبات ہے۔ پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کوئی نبی مقتول ہو گیا تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ مرفوع الی اللّٰہ نہیں ہوا۔ اور یہ بات منافی شانِ نبوت ہے۔

یہ سوال آپنے مولوی ثناء اللّٰہ صاحب امرتسری سے بھی کیا ہے اور اس کیلئے پچاس روپے انعام بھی رکھا ہے۔ مولوی ثناء اللّٰہ صاحب نے خدا جانے اس کا کچھ جواب دیا ہے یا نہیں۔ بہر حال مولوی عمر الدین صاحب میرا جواب سن لیں۔

مولوی عمر الدین صاحب پر یہ بات واضح رہے کہ اس آیت سے پہلے یہود کے اِس دعویٰ میں کہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللّٰہ میں دو باتیں مذکور ہیں۔ ایک تو واقعہ قتل عمد دوسری بات جو اس قتل کے ضمن میں وہ کہنا چاہتے ہیں وہ ناکامی کی موت ہے جس پر قوی قرینہ ان کا رسول اللہ کا لفظ طنزاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے استعمال کرنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان دونوں باتوں کی تردید فرمائی ہے۔ یعنی نفس قتل کی بھی کیونکہ ان کا مسیح علیہ السلام کے قتل کا دعویٰ کرنا خلاف واقعہ تھا۔ اِس کیلئے فرمایا۔ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ نیز آگے چلکر فرمایا وما قتلوہ یقیناً۔ اِس سے گو یہودیوں کے تمام باطل خیال کا قلع قمع ہو جاتا تھا مگر خدا تعالےٰ نے اُن کے اندرونی خیال کو زیادہ نمایاں طور پر پیش کرنے کے لئے ان کی تردید میں مزید یہ امر بیان فرمایا بل رفعہ اللّٰہ الیہ۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرفوع الی اللہ ہوئے ہیں یعنی وہ ناکام نہیں رہے بلکہ اپنے مشن میں کامیاب رہے ہیں۔ پس محض کسی نبی کا قتل اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس کے مرفوع الی اللہ ہونے کے خلاف نہیں بلکہ اگر کوئی نبی کامیابی کی حالت میں قتل بھی ہو جائے تو پھر بھی وہ مرفوع الی اللہ ہی ہوگا۔ کیونکہ محض قتل کو ہرگز ذلّت کا موجب قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ذلّت کا موجب وہ قتل ہے جو ناکامی کی حالت میں ہو۔ پس اگر کوئی نبی اپنے مشن میں کامیاب ہوتے ہوئے قتل ہو جائے تو اس کا قتل ہو جانا ہرگز رفع الی اللہ کے خلاف نہیں لہٰذا مولوی عمر الدین صاحب کی یہ غلط فہمی ہے کہ وہ قتل کو رفع الی اللہ کی ضد سمجھتے ہیں اور ان دونوں میں منافات کا خیال رکھتے ہیں۔ محض قتل اور رفع الی اللہ میں ہرگز کوئی منافات نہیں ہاں نبی کے ناکامی کی حالت میں قتل اور رفع الی اللہ میں ضرور منافات ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی نبی ناکامی کی حالت میں قتل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

> "محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا ...... پھر یہ بات قبول کرنے کے لائق ہے کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں۔"
>
> (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷)

پس محض قتل ہونے اور رفع الی اللہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک کوئی منافات نہیں۔ اگر محض قتل اور رفع الی اللہ میں منافات ہوتی تو حضور کبھی نبی کے ذکر میں

یہ تحریر فرماتے "کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں"۔

الغرض حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے مقتول ہونا ایسی صورت میں رفع الی اللہ کے منافی ہوسکتا تھا کہ ان کے متعلق یہود کا یہ دعویٰ تسلیم کیا جائے کہ وہ ناکامی اور نامرادی کی حالت میں مقتول ہوئے ہیں نہ مرفوع الی اللہ ہونے کی حالت میں۔

مولوی عمرالدین صاحب کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ اس آیت میں بل ابطالیہ ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بل انتقال من امرٍ الی امرٍ کے لئے ہے جو اپنے اندر ترقی کا مفہوم رکھتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ کا فرمانا ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ یہ معنے رکھتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ مزید برآں یہ امر بھی ہے کہ ان کو ناکامی کی حالت میں قتل نہیں کیا وہ قتل سے بھی بچائے گئے اور کامیاب بھی ہوئے ہیں اور اُن کی کامیابی اُن کے مرفوع الی اللہ ہونے پر دال ہے۔

بل ابطالیہ کے تو اسجگہ کوئی معنے ہی نہیں بنتے۔ چنانچہ ماقتلوہ یقیناً کے جملہ کے بعد جب بل ابطالیہ تسلیم کیا جاوے تو معنے آیت کے یہ ہونگے کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے قتل نہ ہونے کا ابطال تسلیم کیا جائے اور قتل نہ ہونے کا ابطال تو قتل ہی ہوسکتا ہے اور قتل نہ ہونے کا ابطال مولوی عمرالدین صاحب کو بھی مسلّم نہیں۔ پس اسجگہ بل کے ابطالیہ ہونے کے کوئی معنے نہیں بلکہ درحقیقت جیسا کہ میں نے بتایا ہے اسجگہ بل ترقی کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ پس مولوی عمرالدین صاحب کا بل ابطالیہ سے یہ استدلال کہ رفع الی اللہ قتل محض کی ضد ہے بالکل باطل ہے۔

مولوی عمرالدین صاحب کی پیشکردہ ایک اور آیت

قرآن مجید کی آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سے بھی قتل انبیاء کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے اس کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی سے فتویٰ پوچھا۔ اور ان دونوں نے مولوی عمرالدین صاحب کو یہ جواب دیا کہ قضیہ شرطیہ میں مقدّم کا امکان بھی ضروری نہیں بلکہ شرط اور جزا کا تلازم ضروری ہے جیسے ان کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العابدین۔ اس لئے افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سے نبی کے قتل کا ثبوت دینا صحیح نہیں۔

مولوی عمر الدین صاحب شملوی یہی جواب ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ دعوٰی نہیں کہ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سے امکانِ قتل انبیاء ثابت ہے۔ بلکہ ہمارا استدلال تو یہ ہے کہ قد خلت من قبلہ الرسل کی آیت کی افان مات او قتل سے تفسیر ہوتی ہے یعنی انبیاء کا دنیا سے گذرنا دو طریق پر ممکن ہو سکتا ہے ایک موت سے اور دوسرا قتل سے۔

مولوی عمر الدین صاحب شملوی ہمارے استدلال کو سمجھتے تو ہیں مگر پھر خواہ مخواہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی پناہ لیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عمر الدین صاحب لکھتے ہیں۔ خلت کی تفسیر مات او قتل کو شرطی طور پر بیان کیا گیا ہے اور شرطی طور پر بیان سے مقدم کا امکان ضروری نہیں۔ مولوی عمر الدین صاحب کی ایچا پیچی ملاحظہ ہو۔ کہ خلت کی تفسیر میں موت اور قتل کو شرطی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا خلت کی تفسیر میں قتل انبیاء کا امکان ضروری نہ ہوا۔ مگر مولوی عمر الدین صاحب ذرا غور فرمائیں۔ اسجگہ خلت کی تفسیر میں موت کو بھی شرطی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کیا اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کے وفات پانے کا امکان ثابت کرنا بھی اس آیت سے ضروری نہ ہوا کیونکہ شرطی طور پر بیان سے اُنکے نزدیک مقدم کا امکان ضروری نہیں۔ امید ہے مولوی صاحب اب ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں گے۔ کیونکہ خلت کی تفسیر میں اگر قتل شرطی ہے تو موت بھی شرطی ہے۔ اور اگر مولوی عمر الدین صاحب کے استدلال کو درست مان لیا جائے تو آیت قد خلت من قبلہ الرسل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کی وفات بھی ثابت نہ ہو گی حالانکہ اس آیت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کی ممات کے ثبوت میں پیش فرمایا ہے اور اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ممات کا استدلال فرمایا ہے۔

بہائیوں سے بلاوجہ خطرہ

مولوی صاحب کو بہائیوں سے بلاوجہ خطرہ ہے۔ حالانکہ اگر قتل انبیاء کا امکان تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بہائیت کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ کیونکہ باب کا ناکامی میں قتل ہونا جو اس سلسلہ کا پہلا مدعی تھا اور اسکی شریعت کا جاری نہ ہو سکنا جو اس کی ناکامی پر صریح دال ہے اس کے مفتری ہونے کی قطعی دلیل ہے پس ہمارے قتل انبیاء کے امکان کو تسلیم کرنے سے بہائی قطعاً کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

باب آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین کا پورا پورا مصداق ثابت ہوا ہے۔ اس کی شریعت کا عدم نفاذ اس کے ماخوذ بالیمین ہونے اور اس کا اسطرح ناکام قتل ہونا اُسے قطع الوتین کا مصداق ثابت کرتا ہے باقی رہا سچے نبی کا قتل ہوجانا جبکہ وہ کامیاب ہو۔ اُسے اِس آیت کی ذیل میں نہیں لاتا کیونکہ اس کی کامیابی دلیل ہوگی کہ ماخوذ بالیمین ہونے کے بغیر قتل ہوا ہے۔ پس اس کی کامیابی اُسے صادق ثابت کریگی۔ اس آیت میں صرف جھوٹے مدعی وحی کی سزا بیان کی گئی ہے۔ کہ اگر کوئی مدعی نبوّت ماخوذ بالیمین اور مقتول نہ ہو تو اُس کے صدق دعویٰ پر اسے بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس میں اس پہلو کا ہرگز ذکر نہیں کہ سچا نبی کسی حالت میں قتل نہیں ہوسکتا۔ پس مولوی عمر الدین صاحب کا اِس سے ہر حالت اور ہر قسم کے سچے نبی کے عدم قتل کا استدلال کرنا محض تحکم ہے +

مولوی محمد علی صاحب پر آخری اتمام حجّت!

مولوی محمد علی صاحب پانچ سال سے ہمارا مطلوبہ حلف اٹھانے سے گریز کرتے ہیں۔ گو ان کو پچپن ہزار روپیہ نقد انعام دیا جاتا ہے جس کی تفصیل ہمارے شائع کردہ انگریزی و اردو رسالے میں موجود ہے جو مفت مل سکتا ہے۔ اب ان پر آخری حجّت پوری کرنے کیلئے ہم انکو یہ بھی اختیار دیتے ہیں کہ اگر اس حلف میں کوئی ایسی بات درج ہو جو اُنکے عقائد میں داخل نہیں تو وہ ہم کو بتادیں۔ ہم اسکو اس حلف سے خارج کردیں گے + جو صاحب انکو حلف اٹھانے کے لئے طیار کرینگے انکو بھی پانچہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ اسی طرح جملہ ساٹھ ہزار روپیہ ہم اُن کی حسب خواہش جناب خان بہادر عبد الکریم خانصاحب مجسٹریٹ سکندر آباد کے پاس جمع کردیتے ہیں۔ اسپر بھی اگر وہ گریز کریں گے تو اے زمین و آسمان تم گواہ رہو کہ ہم نے اس دورنگی انسان پر جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے بفضل خدا تعالےٰ ہر طرح سے حجت پوری کردی ہے اس طرح خلافت سلسلہ احمدیہ کی صداقت بفضل خدا تعالےٰ ہر ایک بار دنیا میں آشکار ہوگئی الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

خاکسار عبد اللہ الہ دین

ایک حوالہ کی تشریح

(مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس)

غیر مبایعین اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اکثر حضور کا یہ حوالہ پیش کرتے ہیں کہ سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ میرا نام نبی اللہ کی طرف سے مجازی طور پر رکھا گیا ہے نہ حقیقی طور پر۔ چنانچہ اسی حوالہ کا ذکر امیر غیر مبایعین نے ۲۳ اپریل ۴۷ء کے اخبار "پیغام صلح" صٓ پر کیا ہے۔ لہذا اس حوالہ پر چند سطور لکھی جاتی ہیں۔ تاکہ سعید لوگوں کو فائدہ پہنچ سکے۔ سو جاننا چاہیئے کہ حوالہ پیش کردہ کی اگلی پچھلی عبارت کا سارا ترجمہ یہ ہے ڈوئی کو مخاطب کر کے حضور فرماتے ہیں :-

"بخدا میں ہی وہ موعود مسیح ہوں جس کا آخری زمانہ اور گمراہی کے پھیلنے کے ایام میں آنے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور یقیناً حضرت عیسیٰ وفات پا گئے ہیں اور تثلیث کا مذہب باطل ہے اور تو دعوئے نبوت میں خدا پر افترا کرتا ہے اور نبوت تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی اور قرآن کے بعد جو سب سابقہ صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت نہیں البتہ خیر الخلق یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر میرا نام نبی رکھا گیا ہے۔ اور یہ ایک ظلّی امر ہے جو آپ کی متابعت کی برکات سے ہے۔ میں اپنے آپ میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا۔ میں نے جو کچھ پایا اُسی مقدس وجود سے پایا ہے اور خدا نے میری نبوت سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ مراد لی ہے۔ اور جو اس سے زائد (یعنی مستقل یا شرعی نبوت جس قسم کی نبوت کا ڈوئی مدعی تھا) مراد لے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن (محمدی جوئے سے) باہر نکالے اُس پر خدا کی لعنت ہے۔ یقیناً ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور آپ پر مرسلوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس کسی کا حق نہیں کہ وہ ہمارے رسولؐ پاک کے بعد مستقل طریق پر نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور آپ کے بعد کثرت مکالمہ باقی رہ گیا ہے۔ جو آپ کی اتباع سے مشروط ہے اور

خیر البریہ کی پیروی کے بغیر کسی کو نہیں مل سکتا۔ اور خدا کی قسم مجھے یہ مقام محض مصطفوی انوار کی اتباع سے حاصل ہوا ہے اور خدا کی طرف سے میرا نام مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ علیٰ وجہ الحقیقۃ نہیں۔ پس اسجگہ خدا اور اس کے رسول کی غیرت نہیں بھڑکتی کیونکہ مَیں نبی کے بازو کے نیچے پرورش پاتا ہوں اور میرا یہ قدم نبوی اقدام کے نیچے ہے۔ علاوہ ازیں مَیں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ بل اتبعت ما اوحی الیّ من ربی وما اخاف بعد ھٰذا تھدید الخلیقۃ "بلکہ جو میرے خدا کی طرف سے مجھے وحی کی گئی مَیں نے اس کی پیروی کی اور مَیں اسکے بعد مخلوق کی دھمکی سے نہیں ڈرتا۔ اور ہر کوئی اپنے عمل کے متعلق قیامت کے روز پوچھا جائیگا اور خدا سے کوئی پوشیدہ چیز مخفی نہیں۔" (استفتاء ص ۶۴۔۶۵)

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :۔

۱۔ ڈوئی نے جس قسم کی نبوّت کا دعویٰ کیا وہ باطل ہے۔

۲۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام نبی رکھا ہے۔

۳۔ مستقل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

۴۔ میرا نام مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا ہے۔

۵۔ مَیں اس وحی کے اظہار میں جس میں مجھے نبی قرار دیا گیا ہے مخلوق کی دھمکی سے نہیں ڈرتا۔

غیر مبایعین اس حوالہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی ہیں۔ حالانکہ اس میں آپنے اپنے آپکو نبی قرار دیا ہے۔ ہاں یہ کہا ہے کہ مستقل طور پر اور علیٰ وجہ الحقیقت اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا اس لئے ہمیں اس حوالہ کا حقیقی مفہوم معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے "مستقل طور پر" اور "علیٰ وجہ الحقیقت" کا مفہوم معلوم کریں۔

مستقل طور سے مراد براہ راست نبوّت حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :۔

"بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت سے نبی آئے مگر ان کی نبوّت موسیٰؑ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ نبوّتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰؑ کی

پیروی کا اس میں ایک ذرہ بھی دخل نہ تھا۔ اس وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا۔ کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے اور براہ راست انکو منصب نبوت ملا۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۹۷ حاشیہ)

۲۔ "یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوے کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔" (خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۳۔ "جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ صہ ۴)

پس مستقل طور سے مراد یہ ہے کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست نبوت کا دعویٰ کرے۔

اور علی وجہ الحقیقۃ سے بھی ایسی نبوت مراد ہے جو براہ راست ہو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انہ نبی او رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القراٰن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعوے کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائیگا اور عبادت میں نئی طرز پیدا کریگا۔ اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دیگا۔"

(انجام آتھم حاشیہ صہ ۲۶)

پس علی وجہ الحقیقۃ نبوت کا مدعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک وہ شخص ہے

جو براہ راست نبی ہونے کا مدعی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کوئی الگ دین بنائے اور اس کے مقابلہ میں جو نبوّت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور متابعت کی برکت سے حاصل ہو وہ علیٰ طریق المجاز ہو گی۔ پس طریق المجاز اور وجہ الحقیقت ہونا صرف طریق حصول نبوت کے مختلف ہونے کے لحاظ سے ہے نہ اس وجہ سے کہ جس شخص کو علیٰ طریق المجاز یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے نبوّت ملیگی۔ وہ نبی نہیں ہوگا۔

اور اس حوالہ کا آخری فقرہ بھی ہمارے مدّعا کی تائید کرتا ہے نہ کہ پیغامیوں کی۔ کیونکہ اگر علیٰ طریق المجاز سے یہ مراد ہو کہ ایسا نبی نبی نہیں تو آخری فقرہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں اس کے یہ معنے ہونگے کہ مَیں مخلوق کی دھمکی سے اس لئے نہیں ڈرتا کہ مَیں نبی نہیں ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر لوگ آپ کو دھمکی دیتے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ اس جگہ آپ نے اس نبوّت کا دعویٰ کیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے اور اپنی وحی کا حوالہ دیا تھا جس میں آپ کو نبی اور رسول کرکے پکارا گیا ہے۔ اور یہ بات چونکہ مسلمانوں کے مروّجہ عقیدہ کے مخالف تھی اور وہ مدعیٔ نبوت کو واجب القتل سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ چونکہ خدا تعالےٰ مجھے نبی قرار دیتا ہے اور یہ نبوّت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے مجھے ملی ہے اور یہ نبوت علیٰ وجہ الحقیقۃ نہیں یعنی ایسی نہیں کہ جس سے شریعت محمدیہ کا نسخ لازم آوے یا احکام شریعت کی تبدیلی یا نئے کلمہ کو مستلزم ہو اس لئے میں اس قسم کی نبوت کے دعوے کو مخلوق کی دھمکیوں کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا اور نہ چھپا سکتا ہوں۔ پس غیر مبایعین کا اس حوالہ سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں ہیں قطعًا غلط ہے۔

بہائی تعلیم کا نقطۂ مرکزی

جھوٹ نفاق اور تقیہ

(مکرم مولٰنا جلال الدین صاحب شمس رئیس التبشیر للغرب)

دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جو اپنے اتباع کو سچ بولنے اور جھوٹ سے اجتناب کا حکم نہ دیتا ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ فرماتا ہے۔ لعنة اللّٰه علی الکاذبین ۔ اسی طرح جھوٹ سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ اجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔ پھر سچ بولنے کا حکم دیا اور فرمایا کونوا مع الصادقین۔ پھر جو لوگ نفاق رکھتے اور اس طرح جھوٹ کے مرتکب ہوسکتے تھے ان کے متعلق فرمایا کہ انّ المنافقین فی الدّرک الاسفل من النّار یعنی منافقین کی جزا جہنّم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہوگا۔

جس طرح قرآن مجید نے سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اسیطرح موسوی مذہب بھی یہی کہتا ہے۔ چنانچہ وہ دس احکام جو ان کو دئے گئے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جھوٹ نہ بولو۔ عیسائی مذہب میں بھی جھوٹ بولنے کو بُرا قرار دیا گیا ہے چنانچہ مسیح علیہ السلام نے اپنے حواری پطرس کے متعلق پیشگوئی کی کہ وہ مُرغ کے بانگ دینے سے پہلے تین بار آپ کا انکار کریگا۔ یہ سنکر اس کو سخت تعجّب ہؤا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت سلیمہ اس درجہ صفائی پر پہنچی ہوئی تھی کہ اُس نے خیال کیا کہ اُمپر کبھی ایسا وقت نہیں آسکتا جب وہ اپنے عقیدے کے خلاف کچھ بیان کرے لیکن جیسا کہ انجیل میں بیان ہؤا ہے آخر وہ پیشگوئی پوری ہوئی اور پطرس نے تین بار مسیحؑ کا انکار کیا۔ اور جب اُسے مسیحؑ کی پیشگوئی یاد آئی تو سخت رویا (متی باب ۲۶)

الغرض ہر سلیم الفطرت انسان کذب اور نفاق کو ناپسند کرتا ہے۔ ہاں وہ لوگ

جن کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور اُن کے دلوں اور دماغوں کی حسّیں اور جذبات مُردہ ہو چکے ہیں وہی خلاف واقعہ باتیں کرنے اور جھوٹ بولنے کو پسند کر سکتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ اپنے مذہبی عقائد کو بیان کرنے میں بھی جھوٹ سے کام لیتے ہیں اور پھر مذہبی تعلیم کی آڑ لیتے اور اسپر فخر کرتے ہیں کہ ان کے مذہب میں یہ دھوکا دہی جائز ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے بہائیت کا بانی اور اس کے مخلص مریدا ور متبعین ہیں۔

باب نے اپنی موت سے پہلے جو وصیّت اپنے متبعین کو کی وہی اس بات کے لئے کافی دلیل ہے کہ لوگ بہائیوں کے ڈھکوسلوں سے بچیں کیونکہ اس میں جھوٹ سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور ہر عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ جن لوگوں کے دین کا مدار جھوٹ پہ ہو اُن پر کسی قسم کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ باب کی مذکورہ وصیّت حسب ذیل ہے۔ لکھا ہے:۔

"اے اصحاب فردا کہ از شما سوال نمایند از حقیقت من تقیہ نمائید۔ و انکار نمائید و لعن کنید" (نقطۃ الکاف مؤلفہ حاجی مرزا جانی کاشانی بابی صفحہ ۲۴۷)

یعنی اے دوستو! اور میری پیروی کرنے والو! جب تم سے میرے متعلق آئندہ کسی وقت سوال ہو۔ تو تم تقیہ کرنا اور حقیقت کو چھپانا اور مجھے جھوٹا قرار دینا۔ اور مجھ پر لعنت کرنا تاکہ تم کو کوئی گرفت نہ ہو۔

پس باب نے اپنے متبعین کو جھوٹ بولنے کی تلقین کر کے خود اپنے کاذب ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔

پھر صرف یہ وصیّت ہی نہیں جس میں جھوٹ بولنے کی تلقین کی گئی ہے بلکہ مختلف مواقع پر ایسی ہی اپنے متبعین کو تعلیم دی۔ چنانچہ باب نے اپنی کتاب "فروع" میں نماز جمعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن اپنے حکم کے خلاف اپنے ایک متبع ملّا محمد علی آنجہانی کو اسکے بابی ہو جانے کے بعد لکھا کہ چونکہ تم اپنی مسجد کے امام ہو اسلیئے تمہارا جمعہ کی نماز کو چھوڑنا مناسب نہیں۔ بلکہ جس طرح تم پہلے نماز جمعہ پڑھاتے تھے ویسے ہی اب بھی لوگوں کو امامت کراؤ (نقطۃ الکاف صفحہ ۲۳۰)

باب کے اس قسم کے احکام کو دیکھ کر ہر عقلمند یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی تھا کیونکہ آجتک جتنے سچے رسول مبعوث ہوئے ہیں اُن میں سے کوئی ایسا نہیں جو اپنے متبعین کو اپنی شریعت کی مخالفت کی اجازت دے جس طرح کہ باب نے مذکورہ بالا واقعہ میں اپنے متبع کو نماز جمعہ کے ادا کرنے کا اپنی شریعت کے خلاف اجازت نامہ دیا۔ اور پھر جب ہم

یہ دیکھتے ہیں کہ اس اجازت نامے کا مقصد یہ تھا کہ تا لوگوں کو دھوکا دیا جا سکے تو یہ بات اور بھی قابل افسوس ہو جاتی ہے۔

باب کی وصیت کی طرح بہاء اللہ کی بھی ایک وصیت ہے۔جس میں انہوں نے مرزا حیدر علی اصفہانی کو جو بابیوں کا مشہور مبلغ تھا اور تبلیغ کے لئے ادرنہ بھیجا گیا تھا۔جھوٹ بولنے اور تقیہ کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ وصیت کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

"بحکمت صحبت کن و مشرف شدن ادرنہ را برائے سیاحت و اطلاع هر جائے اظهار دار استر ذهبک و ذهابک و مذهبک را همواره ملاحظه نما"

یعنی لوگوں کے ساتھ نہایت ہوشیاری سے پیش آنا۔ اور جب تم ادرنہ پہنچو۔ تو لوگوں پر یہی ظاہر کرنا کہ تمہارا وہاں آنا صرف سیاحت کی غرض سے ہے نہ کہ کسی تبلیغی غرض سے اور ہمیشہ اپنے سامنے بہائیت کا یہ اصول رکھو کہ اپنا سونا اور اپنا سفر اور اپنا مذہب مخفی رکھنا ہے۔

چنانچہ اس وصیت پر مرزا حیدر علی نے خوب عمل کیا۔ اور اس نے ادرنہ پہنچ کر خوب جھوٹ بولا۔ پھر اپنی کتاب بہجۃ الصدور میں اس قسم کے واقعات درج کئے جن میں اُسنے اپنے جھوٹ بولنے کا ذکر کیا۔ان واقعات میں سے بعض ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

وہ اپنی کتاب کے صلا پر لکھتا ہے۔ کہ مصر میں اُس پر ایک دفعہ الزام لگایا گیا۔ کہ وہ دین اسلام سے نکل کر ایک جدید دین یعنی بہائیت کو قبول کر چکا ہے۔تب اس نے پولیس افسر کو لکھا کہ یہ الزام اس پر محض عداوت کی بنا پر لگایا گیا ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ حالانکہ صحیح بات وہی تھی جو اُس کے متعلق بیان کی گئی تھی کہ وہ بہائی ہو چکا ہے اور اس مذہب کا مبلغ ہے۔ اور اس بات کا وہ خود بھی مقر ہے کہ وہ بہائیت کی تبلیغ کرتا تھا (بہجۃ الصدور صلا ۱۸۴)

دوسرا واقعہ جس میں اُس نے بہاء اللہ کی وصیت پر عمل کرنے کا ذکر کیا ہے۔ وہ اس کی کتاب کے صلا ۱۶۹ پر یوں آتا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے حاکم کے سامنے بہائیوں کے خلاف شکایات کیں۔ تو یہ خود اُس حاکم سے ملا۔ اور اپنے آپ کو سیاح بتایا اور عکا کے حالات سُنائے اور کہا کہ "اذیں طائفہ نیستم الا بے غرضانہ مشرف شدم و بے غرضانہ آنچہ دانستہ و دیدہ ہمت عرض میکنند۔ یعنی میں بہائی نہیں اور میں صرف غیر جانبدار ہو کر آپ کے سامنے حالات

بیان کرتا ہوں۔ تب حاکم اس کی طرزِ کلام کو دیکھ کر تاڑ گیا کہ یہ ممکن نہیں کہ اس قسم کی گفتگو کرنے والا بہائی نہ ہو۔ اس پر حاکم نے اسے کہا کہ تمہاری گفتگو سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تم بہائی ہو اور حقیقت کے خلاف یہ کہتے ہو کہ تم بہائی نہیں۔ اس پر بجائے اقرار کرنے کے اس نے اس قسم کا جواب دیا جس سے یہ مقصد تھا کہ اگر وہ تقیہ کر رہا ہے تو یہ بہاء اللہ کی تعلیم کے عین موافق ہے۔ لیکن اس بات کو اس طرز پر بیان کیا کہ حاکم حقیقت کو سمجھ نہ سکے۔

اسی طرح وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷ پر لکھتے ہیں کہ وہ اور میرزا حسین شیرازی اور درویش حسن اکٹھے ایک دفعہ دار قنصل میں گئے اور باوجود اسکے کہ وہ بہائیت کا پروپیگنڈا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید کے بعد نئی شریعت آسکتی ہے لیکن اسلامی شعار کو انہوں نے ترک نہ کیا۔ اور جس طرح عام مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی نمازیں پڑھتے رہے اور اسطرح انہوں نے اپنے آپ کو بہائی ظاہر کرنے سے بچائے رکھا۔ اس واقعہ کا ذکر اپنے الفاظ میں انہوں نے یوں کیا ہے۔ " ونزد او وآخرین دہم در ظاہر آداب اسلام را حفظ مے نمودیم "

پھر ایک اور واقعہ حقیقت کو چھپائے رکھنے کا اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۵ پر یہ لکھتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ آستانہ سے عکا آرہے تھے راستے میں جہاز میں انہیں ایک عکا کا شخص ملا جس نے غیر جانبدار ہو کر عبد البہاء کی بہت تعریف کی۔ تب انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایرانی لوگ ایک کثیر تعداد میں بہائی ہیں۔ اور میں تو اُن کے حالات سے ذاتی طور پر واقف نہیں اور نہ ان کے عقائد اور تعلیمات سے آگاہ ہوں۔ تب عکا کے رہنے والے نے جواب دیا کہ عبد البہاء ایک یکتا زمان شخص ہے اور بہت کمالات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک ایسا شخص ہے کہ اس کی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ پھر مرزا حیدر علی لکھتے ہیں کہ وہ اور عکا کے رہنے والے نوجوان اکٹھے جہاز میں سفر کرتے رہے۔ اور ہر روز عکا کا شخص اُن کے سامنے عبد البہاء کی غیر جانبدار ہو کر تعریف کرتا رہا حتّٰی کہ انہوں نے اُسے کہا کہ وہ تو مصر جا رہے تھے لیکن عبد البہاء کی اسقدر تعریف کی وجہ سے میں اپنے مقصود کو چھوڑ انکی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب عکا پہنچے تو وہ شخص جو غیر جانبدار ہو کر عبد البہاء کی تعریف کر رہا تھا وہ عبد البہاء کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بتایا کہ وہ تین عجمیوں کو بہائیت کا شوق دلا کر عکا لایا ہے۔

اس واقعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ ہر دو اشخاص جو بہائی تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے پر اپنے بہائی ہونے کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اور عکا کا رہنے والا شخص بہائی تھا۔ لیکن اُس نے غیر جانبدار

اپنے آپ کو قرار دیکر عبد البہاء کی تعریف کی تا کہ وہ دوسروں کو اپنے پھندے میں پھنسا سکے۔
یہ وہ طریق ہے جو بہائی لوگ دوسروں کو پھنسانے کی خاطر اختیار کرتے ہیں۔

پانچواں واقعہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر یہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ طہران گئے۔ وہاں پر ایک بہت بزرگ شخص تھے جن کا نام غلام رضا تھا اور لوگ انکے معتقد تھے۔ مرزا حیدر علی کہتے ہیں۔ کہ وہ بھی انکے معتقدین میں شامل ہو گئے اور ان کی غرض صرف اس سے یہ تھی کہ تا اس شیخ عالم کو اس طریقہ سے شکار کیا جا سکے۔ اور ان کے معتقدین میں شامل ہو کر ان کو دھوکا دیا جا سکے۔

چھٹا واقعہ جو انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایکدفعہ وہ نجف گئے اور وہاں کے علماء اور صوفیاء سے اور انکے شاگردوں سے ملے تا کہ ان کو بہائیت کی تبلیغ کر سکیں۔ لیکن اپنے اصل بہائی اعتقادات کو چھپائے رکھا اور ان لوگوں کے ساتھ ملکر نمازیں وغیرہ ادا کرتے رہے۔ اور کبھی کبھی ان علماء کے درسوں میں بھی شامل ہو جاتے۔ حالانکہ انکو اسبات کا علم تھا اور انہوں نے اپنی کتاب میں بھی صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے کہ بہاء اللہ نے جماعت کیساتھ نمازیں ادا کرنے سے سوائے نماز جنازہ کے منع کیا ہے لیکن اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے وہ لوگوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے انکے ساتھ نماز میں شامل ہوتے رہے۔

پھر یہ بہائی مبلغین کا ہی حال نہیں کہ وہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے خلاف واقعہ امور کا اظہار کرتے ہیں بلکہ عباس آفندی جو بہاء اللہ کے خلیفہ تھے اور انکی شریعت کے مفسر اعظم تھے وہ بھی بہاء اللہ کے حکم کے خلاف لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے مسلمانوں کے ساتھ ملکر مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے رہے۔

الغرض یہ وہ اخلاق اور اقوال ہیں جن پر بہائیت قائم ہے اور جن کو لے کر انکے مبلغ دنیا میں تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ جھوٹ بولنے اور ریا کاری کرنے اور نفاق میں کوئی عار۔ شرم اور عیب خیال نہیں کرتے۔ اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے خلاف واقعہ باتیں کہنے میں ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مسلمان رہ کر بہائی ہو سکتا ہے اور اسی طرح مسیحی رہ کر بہائی ہو سکتا ہے اور یہودی رہ کر بہائی ہو سکتا ہے۔ اور اسطرح کہنے کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے جملہ مذاہب والوں کے لئے جمع ہونیکا راستہ کھولدیا ہے۔ حالانکہ ہر عقلمند شخص اس بات کا فیصلہ کر سکتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا یہودی کہ بہائیت تو نفاق۔ جھوٹ۔ ریا کاری اور تقیہ کی تعلیم دیتی ہے لیکن دوسرے سب مذاہب سچ بولنے کی تعلیم دیتے ہیں پس یہ کیسطرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ان تعلیمات کو مانتے ہوئے بہائیت کا متبع ہو سکے الغرض جب بہائیت کا یہ حال ہے کہ اس کو مان کر فطرت سلیمہ اور عقل صحیحہ کو جواب دینا پڑتا ہے تو کون عقلمند اسکو مان سکتا ہے،

قرآنی شریعت غیر منسوخ شریعت ہے

(مکرّم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

بہائی لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اب منسوخ ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہی شریعت منسوخ ہو سکتی ہے جو مختص الزمان یا مختص القوم ہو۔ یا اس میں کوئی تحریف ہو چکی ہو۔ یا یہ کہ وہ زمانے کی ضرورتوں کو پورا نہ کر سکتی ہو۔ لیکن اگر کوئی شریعت مختص القوم یا مختص الزمان نہ ہو۔ بلکہ دنیا کی سب اقوام کے لئے یکساں طور پر قابلِ عمل ہو۔ دوم وہ شریعت ہر قسم کی تحریف اور تغیّر و تبدل سے مبّرا اور منزہ ہو اور ہمیشہ اس کے تغیّر و تبدل سے پاک رہنے کا وعدہ ہو۔ سوم اُس کی تعلیم ہر زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو کے لئے کوئی ضابطہ اور لائحہ عمل پیش کرنے والی ہو۔ تو وہ ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتی متذکرہ بالا امور کے پیشِ نظر جب ہم قرآنی شریعت پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ہمیں تینوں امور ایک عمدہ شکل میں نظر آتے ہیں۔ پھر یہ کہ قرآن مجید ان میں سے ہر ایک امر کے اپنے اندر موجود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور واقعات زمانہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ

شریعت اسلامیہ مختصّ القوم یا مختصّ الزمان نہیں۔

قرآن مجید یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مختصّ القوم اور مختص الزمان نہیں۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ان ھو الّا ذکرٌ للعٰلمین ولتعلمنّ نبأہ بعد حین

(ص ۶) کہ یہ قرآن مجید سب جہانوں اور سب زمانوں کے لئے ذکر ہے تمہیں اُس کی اس پیشگوئی کی صداقت آئندہ آنے والے زمانہ میں معلوم ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ سب زمانوں کی ضروریات کو پورا کریگا اور دنیا اس کا ملاحظہ کریگی۔

آنحضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سب دنیا کیلئے رسول ہیں۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں فرماتا ہے کہ وہ ایک قوم اور ایک زمانہ کے لئے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ سب دنیا کیلئے اور سب زمانوں کیلئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:-

(۱) قل یاایہا الناس إنی رسول اللّٰہ علیکم جمیعًا (اعراف)

(۲) وما ارسلنٰک الا رحمة للعالمین (انبیاء)

کہ اے محمد مصطفےٰ صلعم یہ اعلان کر دو۔ کہ میں سب لوگوں کے لئے رسول بن کر آیا ہوں اور میں ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں۔

اسلامی شریعت کے تاقیامت ہونیکا ثبوت

پھر مذہب اسلام کے بارہ میں فرمایا:۔

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام (آل عمران آیت ۱۹)

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرة من الخاسرین (آل عمران آیت ۸۵)

کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اب صرف پسندیدہ اور کامل مذہب مذہب اسلام ہے۔ اور جو کوئی شخص اسلام کے سوا کسی اور مذہب کو بطور دین کے اختیار کریگا۔ اُسے قبول نہیں کیا جائیگا۔ اور وہ آئندہ زندگی میں ناکام لوگوں میں سے ہوگا۔

پس اسلام مختص القوم اور مختص الزمان مذہب نہیں۔ بلکہ یہ سب قوموں کے لئے اور تاقیامت رہنے والا ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ یہ کبھی منسوخ بھی ہو سکتا ہے خیال خام ہے۔

شریعت اسلامیہ کا تحریف سے مبرا رہنے کا وعدہ

جب قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ ایک ایسی شریعت ہے جو کسی زمانہ اور قوم سے مختص نہیں تو ضروری تھا کہ اس کے ہر زمانہ میں محفوظ رہنے کا سامان کیا جاتا۔ کیونکہ وہی شریعت قیامت تک جا سکتی ہے جو تحریف و تبدل سے محفوظ رہے۔ چنانچہ شریعت اسلامیہ حسب وعدہ الٰہی اب تک تحریف سے پاک رہی ہے اور آئندہ بھی پاک ہی رہے گی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ:۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (الحجرات ۹)، کہ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

چنانچہ دنیا گواہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے اس وعدہ کو ہر زمانہ میں پورا کیا۔ اور یہ قرآن مجید ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ سے بعینہٖ اُسی شکل و صورت میں موجود ہے جس شکل میں شارع علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ مسلمانوں میں اختلاف ہوا اور وہ مختلف فرقوں میں بھی بٹ گئے مگر قرآن شریف اپنے متن کے اعتبار سے ہر قسم کی تحریف اور تغیر و تبدل سے محفوظ رہا۔

چنانچہ اسلام کے ایک زبردست مخالف عیسائی مؤرخ سر ولیم میور اس بارہ میں اپنی شہادت یُوں پیش کرتے ہیں :-

There is otherwise every security internal and external that we possess that text which Mohammad himself gave forth and used.

(لائف آف محمدؐ)

ترجمہ :- اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے وہی ہے جو خود محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔

غرض اسلام کے دشمنوں کی شہادات موجود ہیں کہ قرآن مجید کے اندر لفظی طور پر کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ اور خدائی حفاظت کا وعدہ اپنی پوری شان سے پورا ہُوا اور ہو رہا ہے اور ہو گا۔ انشاءاللہ العزیز۔ اب رہا یہ سوال کہ قرآن مجید کے ماننے والے اسپر صحیح طور عمل نہ کریں۔ تو اس غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ :-

ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

(ابوداؤد) دین اسلام کی تجدید کے لئے اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث فرماتا رہیگا چنانچہ یہ مجددین گذشتہ صدیوں میں بھی آتے رہے ہیں۔ اور اسلامی تعلیم کی معنوی طور پر بھی حفاظت کرتے رہے اور اس پیشگوئی کے مطابق اس صدی کے سر پر بھی اللہ تعالےٰ نے اسلام کے باغ کی حفاظت کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو مبعوث فرمایا جنہوں نے آکر اسلام کا روشن چہرہ پھر سے دنیا کے سامنے پیش کیا اور اسلامی تعلیم کا غلبہ دیگر ادیان پر ثابت کیا ہے۔

شریعت اسلامیہ کی تعلیم ہر زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنیوالی ہے

ان امور کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیم ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے اور وہ ہر زمانے کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(ل) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا (المائدہ ع) یعنی قرآن مجید کو نازل کرکے آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے

اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔ پھر فرمایا:-

(ب) ونزلنا علیک الکتٰب تبیانًا لکل شیءٍ وھدی وبشریٰ للمسلمین۔

(کہف آیت ۸۹) کہ ہم نے تجھ پر یہ شریعت ہر ضروری حکم اور تعلیم کو بیان کرنے کے لئے۔ اور ہدایت اور رحمت بنا کر مسلمانوں کے لئے بطور بشارت نازل کی ہے۔ پھر فرمایا:-

(ج) ولقد ضربنا للناس فی ھٰذا القراٰن من کل مثل لعلھم یتذکرون قراٰنًا عربیًا غیر ذی عوجٍ لعلھم یتقون (الزمر ۳) کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی عمدہ تعلیم اور سب دلائل بیان کر دئے ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اور یہ کہ ہم نے اس قرآن کو فصیح زبان والا اور ایسا بنایا ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں ہے تاکہ لوگ تقویٰ اختیار کریں۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:-

(د) فیھا کتب قیمہ (البینہ) کہ یہ قرآن قائم رہنے والی اور ضروری تعالیم کا مجموعہ ہے۔

پس ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی شریعت ضروری تعالیم کی جامع اور ہر کجی اور عیب سے پاک اور مبرا ہے۔

قرآنی شریعت منسوخ نہ ہونے والی ہے

جب قرآن مجید کی شریعت نے کامل اور جامع ہونیکا دعویٰ کیا تو ساتھ ہی یہ بھی یقین دلایا کہ یہ عالمگیر شریعت دائمی ہے کبھی منسوخ ہونے والی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلماتہ ولن تجد من دونہ ملتحدًا (کہف ۴) تو اپنے رب کی اس کتاب کی تلاوت کیا کر جو تجھ پر وحی ہوئی ہے۔ اس کے کلمات و احکام کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور تجھے اسکے سوا کوئی جائے پناہ نہ ملیگی۔ پھر فرمایا:-

ان الذین کفروا بالذکر لما جاءھم وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔

جن لوگوں نے اس ذکر کا انکار کر دیا جب وہ ان کے پاس آیا۔ وہ سخت گمراہ ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن ایک غالب کتاب ہے کہ باطل اس کے آگے پیچھے سے راہ نہیں پاسکتا وہ حکیم مجید خدا کا نازل کردہ کلام ہے۔

پھر فرمایا:-

انہ لقول فصل وما ھو بالھزل (الطارق) یہ ایک مضبوط اور منسوخ نہ ہونیوالا کلام ہے۔ اس میں کسی قسم کی غیر سنجیدگی نہیں۔

الغرض ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صراحت سے بتلایا ہے کہ قرآن مجید کے احکام میں کسی تبدیلی یا تنسیخ کا امکان نہیں۔ اور نہ تو گذشتہ علوم و واقعات اس کو غلط ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی آئندہ کوئی تعلیم اس کو باطل یا منسوخ ثابت کر سکتی ہے۔ یہ تو قول فصل ہے۔ یعنی ایسا کلام ہے جس میں رجوع کرنے یا اُسے منسوخ کرنے کی گنجائش نہ ہو۔

پس قرآن مجید کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ روحانی۔ اخلاقی اور تمدنی تعالیم کے لحاظ سے ہر زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے۔ اور یہ کہ تحریف و تبدل سے سب زمانوں میں پاک رہیگا۔ اور پھر جب واقعات نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے تو اب بہائیوں کا یہ اعلان کرنا کہ

"شریعت فرقان بظہور مبارکش منسوخ شد" (الدروس الدیانیہ ص۱۱)

کسی لحاظ سے درست نہیں۔ کیونکہ جب شریعت اسلامیہ کامل اور عالمگیر ہے۔ اور سب زمانوں کے لئے ہے اور اس میں کوئی وجہ نسخ موجود نہیں۔ تو پھر بابی شریعت کی کونسی ضرورت پیش آئی۔

الغرض یا تو بابی حضرات کوئی ایسی تعلیم پیش کریں جو اسلامی شریعت میں موجود نہ ہو اور اگر کوئی ایسی بات ان کے پاس موجود نہیں تو پھر اکمل شریعت کی موجودگی میں بابی شریعت یا کسی اور شریعت کی کیا ضرورت ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال

ہمارے معاونین!

رسالہ "فرقان" ایک خاصی تعداد میں غیر مبایعین اور بہائیوں کے نام مفت بھیجا جاتا ہے اس بات کے پیش نظر مندرجہ ذیل احباب نے رسالہ "فرقان" کی اعانت فرمائی ہے۔ جو نہایت شکریہ کے ساتھ درج ذیل کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ کئی احباب نے وعدے فرمائے ہیں۔ اُن کے نام انشاء اللہ جون کے رسالہ میں شائع کئے جائیں گے۔ جماعت کے دیگر مخیر حضرات سے بھی درخواست ہے، کہ وہ رسالہ "فرقان" کی مدد فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں تاکہ وہ کام جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے آسانی سے ہو سکے۔

نام	رقم
۱۔ جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب جج فیڈرل کورٹ دہلی۔	50 — ۰ — ۰
۲۔ جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد دکن	12 — ۰ — ۰
۳۔ جناب محمد یوسف صاحب احمدی کلکتہ	10 — ۰ — ۰
۴۔ جناب سیٹھ محمد معین الدین صاحب سالار جنگ بلڈنگ حیدر آباد دکن	10 — ۰ — ۰
۵۔ جناب خلیفہ عبد الرحیم صاحب اسسٹنٹ ہوم سکرٹری جموں..	5 — ۰ — ۰
۶۔ جناب چوہدری محمد دین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ شہر	10 — ۰ — ۰
۷۔ جناب خلیفہ عبد المنان صاحب بارہ مولا کشمیر	5 — ۰ — ۰
۸۔ جناب جمعدار رحیم بخش صاحب منماڑ	5 — ۰ — ۰
۹۔ جناب سیٹھ اسماعیل آدم صاحب بمبئی	5 — ۰ — ۰
۱۰۔ جناب بابو محمد اسماعیل صاحب دنجوانی اوورسیر خوشاب سرگودہا	5 — ۰ — ۰
۱۱۔ جناب کپتان اے۔ یو۔ زیڈ احمد صاحب دوالمیال..	10 — ۰ — ۰
۱۲۔ جناب سید صادق علی صاحب پنشنر دار العلوم قادیان۔	3 — ۰ — ۰
۱۳۔ جناب خواجہ محمد امین صاحب دار الیسر قادیان ...	4 — ۰ — ۰
۱۴۔ جناب محمد خان صاحب باندھی (سندھ) ...	3 — ۰ — ۰
۱۵۔ جناب ملک عمر علی صاحب کھوکھر بی۔ اے دار الانوار قادیان	7 — ۰ — ۰

خاکسار سعید احمد فاروقی منیجر رسالہ "فرقان" قادیان

عبد اللطیف شہید پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر رسالہ فرقان سے شائع کیا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

قادیان

فرقان

مدیر:- عبدالمنان عمر ایم اے

مجلس رفقاءِ احمد قادیان کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفرقان قادیان

بابت ماہ جون ۱۹۴۷ء

جلد ۵	ترتیب عنوانات	نمبر ۶

کجا آں شورا شوری و کجا ایں بے نمکی

مولوی عمر الدین صاحب شملوی کا انعامی چیلنج کدھر گیا؟

(از مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰ پر اپنی نبوت کی حقیقت بتانے کیلئے لکھا۔

بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے

مولوی عمر الدین صاحب کا چیلنج

مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے گذشتہ سال ۷ ماہ اگست کے پیغام صلح میں ہمیں پانصد روپیہ کا انعامی چیلنج دیا کہ ہم وہ حوالہ دکھائیں جس میں مجدد صاحب سرہندی نے امتی کو کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی وجہ سے نبی کہا ہو۔ مولوی عمر الدین صاحب کے نزدیک یہ تحریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اس مکتوب کی بنا پر لکھی ہے جس میں مجدد صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں واذ کثر ھذا القسم مع واحدٍ منھم سمّی محدّثاً۔ مولوی عمر الدین صاحب کی غرض اس چیلنج اور مباحثہ سے یہ دکھانا تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں بلکہ محض محدث ہیں۔

میری طرف سے چیلنج کی منظوری

میں نے ان کے چیلنج کی روح کے پیش نظر ان کا چیلنج منظور کر لیا۔ اور جواب میں لکھا کہ " حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰ پر ازروئے قرآن مجید اظہار علی الغیب کو نبوت کی شرط سمجھتے ہیں اور اسی امر کا قائل آپ نے مجدد صاحب سرہندی کو قرار دیا ہے۔ سو یہ امر میں مجدد صاحب سرہندی کے کلام سے دکھانے کو تیار ہوں مولوی صاحب پانصد روپیہ کی رقم کسی امین کے پاس جمع کرا دیں اور فیصلہ کے لئے ثالث اور دیگر امور کا تصفیہ کر لیں۔

اس کا جواب مولوی عمر الدین صاحب نے چار ماہ کے بعد مجھے یوں دیا کہ شرائط مناظرہ پیش کرتے ہوئے مجھے اس بات کا مدعی قرار دے دیا۔ کہ میں بحث میں یہ دکھاؤں گا کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک امتی جو کثرت مکالمہ مخاطبہ الہیہ اور کثرت امور غیبیہ سے مشرف کیا جائے وہ نبی کہلاتا ہے۔

میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ میں اپنے دعوٰی کے مطابق صرف یہ دکھانے کا ذمہ وار ہوں کہ مجدد الف ثانی کے نزدیک اظہار علی الغیب نبوت کی شرط ہے۔ اس بات سے مجھے کوئی سروکار نہیں کہ مجدد صاحب موصوف امتی کے نبی بننے کے قائل ہیں یا نہیں۔ اور میں نے مولوی عمر الدین صاحب کے پیش کردہ موضوع بحث کی غلطی کو واضح کرنے کے لئے لکھا کہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا عبارات دو باتوں پر مشتمل ہے

اوّل۔ یہ کہ مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے نزدیک امت محمدیہ کے کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں :۔

دوم۔ یہ کہ جس شخص سے خدا ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو اظہار علی الغیب پر مشتمل ہو۔ وہ نبی کہلاتا ہے۔

میں نے لکھا کہ یہ دونوں باتیں میں مجدد صاحب سرہندی علیہ الرحمۃ کے کلام سے دکھانے کو تیار ہوں جس شخص کا لفظ اس عبارت میں چونکہ عام ہے اس کو امتی کی قید سے مقید نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مولوی عمر الدین صاحب کو میرے معنوں سے انکار ہو تو وہ پہلے ثالثوں کے ذریعہ اس عبارت کے معنوں کا تصفیہ کرا لیں۔ تا عنوان بحث معین ہو جائے۔

ایک تجویز بطور اتمام حجت

مولوی عمر الدین صاحب نے میری اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اسے فضول کہہ کر ٹال دیا۔ جس پر میں نے انکے سامنے ایک دوسری تجویز بطور اتمام حجت رکھی۔

اور یہ بھی لکھا کہ مجھے امید نہیں کہ مولوی عمر الدین صاحب اس تجویز کو بھی قبول کرنے کو تیار ہوں وہ تجویز یہ تھی کہ :۔

"اصل بحث ہمارے اور ان کے درمیان یہ ہے کہ آیا حقیقۃ الوحی ص ۳۹ کی تحریر

ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "لیکن جس شخص کو بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے" کے الفاظ میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے الفاظ واذا اکثر ھذا القسم من الکلام مع واحد سمّی محدثاً کے لفظ محدث کو نبی سے تبدیل کیا ہے۔ یا اس حوالہ میں نبی کا لفظ استعمال کرنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کوئی اور تحریر بھی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحریر میں مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ایک اور تحریر کو بھی مدنظر رکھا ہے مولوی عمر الدین صاحب شملوی کو اصرار ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجدد الف ثانی کی تحریر سمّی محدثاً کے علاوہ کسی اور تحریر کو مدنظر نہیں رکھا۔ ان کے چیلنج کی رُوح یہی ہے کہ انہیں دوسرا حوالہ دکھایا جائے جو اس تحریر کے مفہوم کا متحمل ہو۔ اور ہم یہ ثابت کردیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحریر میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تحریر سمّی محدثاً کے لفظ محدّث کو نبی کے لفظ سے تبدیل نہیں کیا۔ ان کے چیلنج کی اسی رُوح کے پیش نظر میں نے انکے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ مگر اب وہ بلاوجہ اپنے خود ساختہ الفاظ دکھانے پر زور دیتے ہیں۔ پس اگر انہیں واقعی احقاق حق سے غرض ہے تو اب وہ اپنے چیلنج کی رُوح کو مدنظر رکھتے ہوئے بحث کے لئے تیار ہو جائیں۔

مولوی عمر الدین صاحب کی نمائشی منظوری

اس کے جواب میں مولوی عمر الدین صاحب نے لکھا "مجھے قاضی صاحب کی تجویز منظور ہے" مگر یہ منظوری عجیب تھی کہ ساتھ ہی انہوں نے انعامی چیلنج کو جس پر بحث کی خاطر میں نے یہ دوسری تجویز پیش کی تھی ختم قرار دے دیا۔ پس جب انہوں نے انعامی چیلنج کو ختم کر دیا۔ تو پھر میری تجویز کو منظور کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیونکہ میں نے انکے چیلنج کے پیش نظر ہی انکے سامنے یہ آخری تجویز بطور اتمام حجت رکھی تھی۔

مولوی عمر الدین صاحب کے حیلے

مولوی عمر الدین صاحب نے انعامی چیلنج کو ختم قرار دینے کے لئے دو حیلے بنائے۔

اوّل۔ یہ کہ میں نے انکے اصل مطالبہ کو پورا کرنے سے عجز کا اعتراف کرلیا ہے۔

دوم۔ یہ کہ ان کے چیلنج کی وہ رُوح نہیں جو میں پیش کر رہا ہوں۔

میری طرف سے بحث کے لئے تصفیہ کی تجویز

اس پر مینے فرقان بابت ماہ اپریل ۴۷ء میں لکھا۔ مولوی عمر الدین صاحب نے میری تجویز کو ہرگز پورے طور پر قبول نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس بحث میں میرے لئے انعامی چیلنج کو ختم کر دیا ہے مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اب وہ حیلوں بہانوں سے اس چیلنج کو میرے مقابل ختم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ میں انکے حیلوں کی حقیقت کو طشت از بام کرانے کے لئے ان کے سامنے ایک اور تجویز قبل از بحث رکھنا چاہتا ہوں وہ تجویز یہ ہے کہ اس بحث سے پہلے اب ثالثوں سے ذیل کے امور کا تصفیہ کرانا ضروری ہو گیا ہے۔

اوّل یہ کہ مولوی عمر الدین صاحب کے چیلنج کی تہ میں جو رُوح مینے کام کرتی ہوئی بتائی ہے آیا میرا یہ بیان درست ہے یا نہیں۔

دوم۔ تجویز بحث میں جس دعوٰی کا ثابت کرنا مینے اپنے ذمہ لیا ہے اگر میں اسے ثابت کر دوں تو اس سے مولوی عمر الدین صاحب کے چیلنج کی رُوح کچلی جاتی ہے یا نہیں۔

سوم۔ میری بحث والی تجویز مولوی عمر الدین صاحب کے انعامی چیلنج کے متعلق ہے یا نہیں۔

چہارم۔ کیا مینے اس تجویز بحث کو پیش کر کے انکے چیلنج کے مقابلہ میں اپنے عجز کا اعتراف کر لیا ہے۔

پنجم۔ کیا اس تجویز بحث کے ذریعہ میرے مدنظر انکے چیلنج کے مطالبہ میں امتی کی قید کو غلط ثابت کرنا ہے۔

مولوی عمر الدین صاحب کی لمبی خاموشی

مینے اس تصفیہ کے لئے مولوی عمر الدین صاحب کے وہ تینوں ثالث بھی منظور کر لئے۔ جنہیں وہ مولوی ابو العطاء صاحب سے "تبدیلی تعریف نبوت" کی بحث میں منظور کر چکے ہوئے ہیں۔ اب مولوی عمر الدین صاحب کی سابقہ خط و کتابت پیغام صلح میں شائع ہونا شروع ہوئی ہے۔ اور میرے اس جواب پر دو ماہ گذر رہے ہیں۔ مگر مولوی عمر الدین صاحب میری تجویز کے بارہ میں اب بالکل خاموش ہیں۔ غالبًا پچھتا رہے ہونگے کہ کیوں چیلنج دیا۔ یا فرار کے لئے کسی نئے حیلہ کی تلاش میں ہونگے جو ابھی تک انہیں نہیں سوجھا۔ کجا آں شوراشوری و کجا ایں بے نمکی۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

ایک غیر مبائع دوست کے مکتوب کا جواب

اذا لم تستح فاصنع ما شئت

(مکرم مولٰنا جلال الدین صاحب شمس)

فرقان بابت ماہ مئی ۴۷ء میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قول سمّیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ کی تشریح کی تھی۔ اس کے متعلق ایک غیر مبائع دوست عبد الحمید صاحب کا ایک خط مجھے ملا ہے جس کو ذیل میں من وعن درج کرنے کے بعد اس کے جواب میں چند سطور لکھوں گا اس خط کے درج کرنے کا یہ مقصد ہے کہ تا احباب پر یہ بات واضح کی جائے کہ بعض غیر مبائعین بجائے دیانتداری سے تحقیق حق کرنے کے بالکل ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ تحقیق حق اور اطمینان قلب کے لئے اس قسم کا طریق اختیار کرنا نامناسب ہوتا ہے۔ شیخ عبد الحمید صاحب غیر مبائع میرے مضمون کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کہ رسالہ فرقان ماہ مئی صفحہ ۲۲ پر مولوی جلال الدین نے ایک حوالہ کی تشریح کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بارہ میں حقیقۃ الوحی کے ایک فقرہ کی تشریح کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جسے پڑھ کر آپ کی علمی اور ایمانی لیاقت کا نقشہ سامنے آ گیا۔ کہ کس قدر غلط تشریح کر کے بندگانِ خدا کو چند پیسوں کے لالچ میں دھوکے میں ڈالا جا رہا ہے۔ اور اپنے ایمانوں کو جو بڑی سے بڑی دولت دینے سے بھی ہاتھ نہیں آتے۔ اور پھر مسیح موعود کے تخت کی جگہ پر اس قدر مسیح موعود کے خلاف تحریریں لکھی جا رہی ہیں اور ان بے جا من گھڑت تاویلیں کی جا رہی ہیں کہ عیسائیوں کے لئے بھی شرم کی حد ہو گئی ہے جنہوں نے مسیح ناصری کی تعلیم کی تحریف کی تھی۔ اس لئے یہ چند مولویان نے قادیان کو مسلمانانِ ہند کے دل میں ایک آگ کا انگار ڈال رکھا ہے

کاش اب بھی خدارا کچھ احساس کریں۔ اور پھر اتنی جرأت کہ جس رسالے کا نام فرقان رکھا ہے جس میں سراسر بہتان اور خلاف واقعہ باتیں بیان ہیں گویا فرقان سے بھی آپ لوگ باز نہیں آتے۔ کس قدر آپ مولویان نے فرقان کی بے ادبی کیں ہیں۔ مولوی صاحب نے فقرہ سمیتُ نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقت کی تشریح کے پانچ ائٹم کے نمبر تو لکھ دیئے۔ اور چار آئیٹموں کی تشریح بطور من گھڑت تاویلوں کے ساتھ آئیں بائیں شائیں جیسے کہ ہمیشہ سے عادت قبیحہ ہو چکی ہے۔ لیکن اس میں بھی نصف فقرہ علی طریقۃ المجاز کو بالکل کھا گئے ہیں۔ ہمارے دیکھنے میں یہ آپکی کھلے بندوں شکست آپ کے ہاتھ کی سند ہمارے پاس رہ گئی۔ اور اگر آپ واقعی بھول گئے ہوں۔ تو اس بھول کو صاف کر دیں۔ اور اخبار الفضل میں ہی شائع کر دیں یا یہ کہ آپ واقعی حضرت مسیح موعود کو مجازی نبی سمجھتے ہیں جیسے کہ اس سے پہلے بھی تمام محدثین مجازی نبی تھے۔ آخیر میں ہم اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو غلو سے بچائے۔ اور بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

یہ ہے جواب میری اس تشریح کا۔ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قول سمیتُ نبیّاً من اللہِ علیٰ طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقت کی حضرت اقدس کے اقوال سے کی تھی۔ اس طرزِ تحریر سے قارئین کرام کو حیران نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جو شخص جس ماحول میں پرورش پاتا ہے اسی کے مطابق اس کے اقوال اور افعال ہوتے ہیں۔ راقم خط نے میری تشریح کو باطل ثابت کرنے کے لئے ایک بھی دلیل نہیں دی لیکن اسکے باوجود متمنی ہیں کہ ان کے خط کا ضرور جواب دیا جائے۔ میں نے اس حوالہ کی تشریح اسی لئے کی تھی کہ یہ فقرہ ہر پیغامی کے زبان زد ہوتا ہے خواہ وہ عربی جانتا ہو یا نہ۔ جن میں سے ایک مذکورہ بالا خط لکھنے والے بھی ہیں معلوم ہوتا ہے انہوں نے خود استفتاء نہیں پڑھا لیکن یہ فقرہ ضرور یاد کیا ہوا ہے مگر انہیں مشکل یہ پیش آئی ہے کہ وہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ طریق المجاز یا علیٰ طریقۃِ المجاز۔ اسی لئے پہلی دفعہ جو انہوں نے اسے لکھا تو نا کو طریق سے علیحدہ کر کے لکھا۔ لیکن دوسری دفعہ طریقۃٌ لکھ دیا۔ حالانکہ اصل لفظ علی طریق المجاز ہے۔

راقم خط نے لکھا ہے کہ نصف فقرہ علیٰ طریقۃِ المجاز بالکل کھا گئے۔ حالانکہ میرے

مضمون میں مجاز کے طور پر نبی نام رکھے جانے کی تشریح موجود ہے جو ان الفاظ میں ہے۔
”پس علیٰ وجہ الحقیقت نبوت کا مدعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک وہ شخص ہے جو براہ راست نبی ہونے کا مدعی ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کوئی الگ دین بنائے اور اس کے مقابلہ میں جو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیروی اور متابعت کی برکت سے حاصل ہو وہ علی طریق المجاز ہوگی پس طریق المجاز او ر وجہ الحقیقت ہونا صرف طریق حصولِ نبوت کے مختلف ہونے کے لحاظ سے ہے نہ اس وجہ سے کہ جس شخص کو علی طریق المجاز یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے نبوت ملے گی وہ نبی نہیں ہوگا۔“

اس عبارت کی موجودگی میں راقم مکتوب کا یہ کہنا کہ نصف فقرہ علی طریقۃ المجاز کو کھا گئے۔ کیونکر درست ہو سکتا ہے اور اگر اس واضح بیان کو بھی راقم خط نہیں سمجھ سکے تو اس میں میرا کیا قصور۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

راقم خط نے اپنے خط کے آخر میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجازی نبی ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ دوسرے محدثین کی طرح تھے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقۃ الوحی ط ۳۹۱ پر فرماتے ہیں:۔
”غرض اس حصۂ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔“

اگر دوسرے محدثین بھی حضرت مسیح موعود کی طرح نبی تھے جیسے کہ راقم خط نے لکھا ہے تو وہ اس عبارت کا کوئی صحیح اور معقول مفہوم بتا دیں۔ میں نے جو استفتاء کے حوالہ کی تشریح کی تھی وہ خود استفتاء کی دوسری عبارتوں سے ثابت ہے:۔

حضور فرماتے ہیں۔ "وان نبیّنا خاتم الانبیاء لا نبی بعدہٗ الا الذی ینور بنورہٖ ویکون ظہورہ ظل ظہورہٖ" کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو آپ کے نور سے منور ہو۔ اور اس کا ظہور آپ کے ظہور کا ظل ہو۔ صفحہ ۲۲۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں:۔ انّ اللہ سمّانی نبیاً بوحیہ وکذالک سُمّیت من قبل علیٰ لسانِ رسولنا المصطفٰے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی طرح پہلے سے ہمارے رسول اکرم محمد مصطفٰے صلعم کی زبان پر میرا نام نبی رکھا گیا۔

نیز فرمایا:۔ انی احد من الامۃ النبویۃ ثم مع ذالک سمانی اللہ نبیًا تحت فیض النبوّۃ المحمدیہ واوحی الیّ ما اوحیٰ فلیست نبوتی الّا نبوتہ ولیس فی جبتی الا انوارہٗ واشعتہٗ یعنے میں امت نبویہ کا ایک فرد ہوں لیکن باوجود اسکے میرا نام اللہ نے نبوت محمدیہ کے فیض کے ماتحت نبی رکھا ہے۔ اور میری طرف اس نے ایک شاندار وحی کی ہے پس میری نبوت تو اسی کی نبوت ہے اور میرے جسم میں اسی کے انوار اور اسی کی نورانی شعاعیں ہیں۔

ان حوالوں کی موجودگی میں کیا کوئی عقلمند اور دیانتدار انسان یہ کہنے کی جراءت کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قول سمیت نبیًا من اللہ علیٰ طریق المجاز میں اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔

راقم خط نے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی ماننا غلو ہے۔ اور اس غلو سے بچنے کے لئے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا کی ہے۔ سو ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو نبی ماننا غلو نہیں۔ خود مولوی محمد علی صاحب نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تقریر میں جو ۱۲ جون ۱۹۰۸ء کو یونیورسٹی ہال لاہور میں ہوئی بیان کیا۔ کہ

"ہمیں بھی اس وسیع دعا کرنے کا حکم ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ اور اسکی قبولیت یقینی۔ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا صدیق بنا سکتا ہے۔ اور شہید اور صالح کا مرتبہ دے سکتا ہے۔"

پس ان سب تصریحات کے باوجود اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت مسیح موعود کو نبی کہنا غلط ہے اور حق سے اعراض کرے۔ تو ہمارے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اسے ارشاد نبوی یاد دلا کر اس سے اعراض کریں۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔

زعیم بہائیت اور سچ

(مکرم چوہدری محمد شریف صاحب مبلغ بلاد عربیہ)

ہمارے پاک مذہب اسلام نے ہر شعبۂ زندگی کے متعلق مفصل ہدایات دی ہیں اور ہر فعل میں ہر قول میں۔ الحق، الصدق اور سداد (سچائی اور راست گفتاری) کی تعلیم دی ہے۔ چونکہ انسان اس وقت ترقی کی منازل طے کر کے غاروں اور جنگلوں سے نکل کر شہروں اور بستیوں میں آباد ہو گیا ہے۔ اور باوجود شہروں میں اجتماعی زندگی بسر کرنے کے انفرادی زندگی کو بھی قائم رکھتا ہے۔ اور اپنے لئے ایک گھر تعمیر کر کے اسے اپنے لئے خاص کر لیتا ہے، اور بوقت ضرورت اس میں آرام کرتا اور اپنے کام سرانجام دیتا ہے، اس لئے اسلام اسکی اس آزادی میں بھی خلل انداز نہیں ہوتا۔ بلکہ اسے قائم رکھتا ہے۔ اور حکم دیتا ہے۔ کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں ہر شخص کو اس کے گھر میں پوری آزادی حاصل ہے۔ اس وقت حتی الوسع کسی شخص کو اسکی آزادی میں خلل انداز نہیں ہونا چاہیئے خواہ قریبی سے قریبی رشتہ دار یا ہر وقت ساتھ رہنے والا خادم یا خادمہ ہی کیوں نہ ہو۔

ان ہر سہ اوقات کے علاوہ بھی اگر کوئی کسی کے پاس جائے۔ تو اجازت لیکر جائے لیکن اگر اجازت نہ ملے۔ تو پھر واپس چلا آئے۔ (ان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ذالک ازکیٰ لکم) الغرض ہر شخص کو اس کے گھر میں پوری آزادی گئی ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو اس میں خلل انداز ہونے سے روکا گیا ہے۔ پس اس قانون کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص گھر بیٹھے ہی بجائے اس کے کہ کسی اجازت طلب کرنے والے کو یہ کہے کہ میں

اس وقت مل نہیں سکتا یا اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ کہلا بھیجے کہ وہ گھر میں نہیں۔ تو یقیناً وہ شخص سخت گنہگار اور سیاہ دل ہے۔ کہ وہ باوجود اپنے حق کو استعمال کرنے کا اختیار رکھنے کے جھوٹ سے تو کام لیتا ہے مگر اپنے حق کو استعمال نہیں کرتا۔

اس حکم کی موجودگی میں ہم یہ خیال ہی نہیں کر سکتے کہ اگر کسی شخص کو جو کسی سے اس کے گھر میں ملنا چاہتا ہے۔ اجازت نہ ملے۔ تو وہ ناراض ہو جائے۔ کیونکہ جب یہ حق صاحب خانہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ تو پھر اگر صاحب خانہ اسے استعمال کرے تو اسپر ناراضگی کیسی؟

لیکن قرآن مجید کی اس صریح تعلیم کے مقابلہ میں بہائیوں کے زعیم کی جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اب ان کی خود ساختہ شریعت پر عمل کرنے کا زمانہ ہے۔ حالت کا نقشہ میں یہاں کھینچتا ہوں جس سے انکی اخلاقی حالت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے

۴ اپریل ۱۹۴۷ء کو چار بجے کے قریب خاکسار اور برادرم مولوی رشید احمد صاحب چغتائی مجاہد فلسطین اور برادرم کیپٹن چوہدری غلام محمد صاحب ایم اے کھوکھر نزیل فلسطین زعیم بہائیت شوقی صاحب کے مکان پر ان کی ملاقات کے لئے گئے۔ ان کے مکان کے دروازہ پر مروجہ قاعدہ کے مطابق بجلی کی گھنٹی بجائی گئی۔ اسپر ایک خادمہ باہر آئی۔ اس سے دریافت کیا گیا۔ کہ کیا شوقی صاحب گھر میں ہی ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں! اسپر ہم نے کہا۔ کہ ان سے کہیں۔ کہ ہم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اسپر وہ اندر چلی گئی۔ اور اس کے چند منٹ بعد مکان کے نچلے حصہ سے ایک نوجوان ایرانی آیا۔ اور اس نے ہمیں آکر کہا۔ کہ آپ میرے ساتھ تشریف لائیں۔ اور یہاں کچھ انتظار کریں۔ ہم اس کے ساتھ گئے۔ اور اس نے ہمیں اس کمرہ میں بٹھلا دیا جس میں میز کرسیاں وغیرہ موجود تھیں۔ ہم چند منٹ اس کے ساتھ بیٹھ کر انتظار کرتے رہے اس کے بعد ایک اور نوجوان ایرانی آیا۔ اور دریافت احوال کے بعد کہنے لگا کہ کیا آپ شوقی صاحب سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ ایک کاغذ پر رقعہ لکھ دیں۔ میں شوقی صاحب کو دے دیتا ہوں۔ اسپر مکرم چوہدری صاحب نے انگریزی رقعہ لکھ دیا۔ کہ میں بیت المقدس سے آیا ہوں۔ اور کل ملک شام کو جانا چاہتا ہوں۔ اس لئے ہم آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ اس عرصہ میں اس نے ہم سے دریافت کر لیا کہ

ہم "قادیانی" ہیں۔ جب مکرم چوہدری صاحب رقعہ مکمل کر چکے۔ تو اس ایرانی "درشتی" جوان نے کہا۔ کہ آپ یہ رقعہ مجھے دے دیں۔ میں جب شوقی صاحب آئیں گے۔ ان کو دے دوں گا۔ ہم نے کہا۔ تو کیا وہ گھر میں نہیں؟ اس نے کہا نہیں وہ گھر میں نہیں ہم نے کہا عجیب! ابھی تو ہمیں خادمہ نے بتلایا ہے۔ اور آپ نے بھی بتلایا ہے کہ وہ گھر میں ہیں۔ اس نے کہا نہیں وہ اس وقت گھر میں نہیں۔ آپ یہ رقعہ مجھے دے دیں جب وہ تشریف لائینگے۔ میں ان کو دے دوں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مکرم چوہدری صاحب نے کہا۔ کہ جب شوقی صاحب اس وقت گھر میں نہیں۔ تو پھر رقعہ سے کیا فائدہ۔ ہم پھر آ نہیں سکتے۔ ایرانی صاحب بولے۔ اچھا آپ کی مرضی۔ اس کے بعد میں نے کہا۔ کہ اگر ہم آپ کی کتابیں خریدنا چاہیں۔ تو کہاں سے خرید سکتے ہیں۔ ایرانی صاحب نے جواب دیا۔ کہ یہاں تو کوئی کتب فروش نہیں۔ ہندوستان میں ہیں۔ میں نے کہا۔ میں بہاء اللہ والعصر الجدید۔ خریدنا چاہتا ہوں۔ ایرانی صاحب نے جواب دیا۔ کہ میں آپ کو ہدیۃً دیتا ہوں۔ میرے پاس ایک نسخہ ہے۔ جو میں مصر سے لایا ہوں۔ میں نے کہا۔ شکریہ۔ اسپر وہ ایقان اور بہاء اللہ والعصر الجدید کسی دوسرے کمرے سے لائے۔ اور ایقان کی تعریف کرنے لگے۔ کہ اس کی عربی بہت اچھی ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ الخ

اس کے بعد ہم وہاں سے چل پڑے۔ اور وہ نوجوان ہمارے ساتھ مشایعت کے لئے نکلا۔ ابھی ہم شوقی صاحب کے گھر کے بیرونی دروازہ کے پاس پہنچے ہی تھے کہ جناب شوقی صاحب جو پست قد کے آدمی اور داڑھی مونچھ صفاچٹ۔ اور سیاہ کالی ایرانی ٹوپی پہنتے ہیں۔ اپنے گھر کے اندر سے تشریف لا رہے ہیں۔ وہ ایرانی نوجوان اس منظر کو مشاہدہ کر کے نہایت شرمندہ ہوا۔ اور اس نے کہا کہ لائیے اپنا خط میں ابھی آنجناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ابھی وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ شوقی صاحب ہمارے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اور یوں گویا ہوئے

You speak English

شریف: Yes

شوقی صاحب: Who are you?

شریف Mohammad Sharif

شوقی صاحب You belong to Ahmadayya

شریف Yes

شوقی صاحب I have no time

پس اتنی بات کہتے ہی آپ بیرونی دروازہ کی طرف بڑھے۔ وہاں ایک کار دروازہ پر کھڑی تھی۔ اسپر سوار ہوتے ہی یکایک بسوئے شہر روانہ ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ ہی مسیح کا جنازہ بھی روانہ ہو گیا۔

اس منظر سے ایرانی جوان جو جھوٹ بول کر ان کا پیچھا چھڑا رہا تھا۔ نہایت شرمندہ ہوا۔ اسپر ایک رنگ جاتا تھا۔ اور ایک آتا تھا۔ اس نے شرمندگی کے لہجہ میں ہمیں مخاطب ہو کر کہا۔ خیال نہ فرمائیے۔ آپ کی مفت ہی زیارت ہو گئی۔ لوگ انکی زیارت کے لئے کئی پونڈ خرچ کر کے آتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ بات تو معمولی تھی۔ اگر آپ جھوٹ نہ بولتے۔ اور صاف کہہ دیتے۔ کہ شوقی صاحب اس وقت گھر میں تو ہیں مگر مل نہیں سکتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

اس واقعہ سے (جو میرے ساتھ بوجہ مبلغ احمدیت ہونیکے تین چار مرتبہ شوقی صاحب کر چکے ہیں) ہر عقلمند شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ زعیم صاحب بہائیت کی اخلاقی حالت کیسی ہے کہ باوجود گھر میں ہونے کے اور اخلاقی طور پر یہ جواب دینے کا حق رکھنے کے کہ میں مل نہیں سکتا۔ مسیح کا جنازہ اپنے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ اور جھوٹ پر جھوٹ بولکر اپنی جان چھڑاتے ہیں۔ اور باوجود اسکے اپنا لقب "ولی امر اللہ" رکھتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ٭

قرآن کی تعلیم دربارۂ جہاد منسوخ نہیں

مسئلہ جہاد کے متعلق ایک بہائی کے شکوک کا ازالہ

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مجلس عرفان میں فرمایا تھا کہ قرآن مجید کے تمام احکام واجب العمل ہیں۔ اور اس کا کوئی حکم منسوخ نہیں۔ اسپر ایک بہائی محمد حسین صاحب صابری نے رسالہ پیامبر میں لکھا کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاد بالسیف کو منسوخ کر دیا ہے میں نے اس کے جواب میں تحریر کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہاد بالسیف کے حقیقی طور پر منسوخ ہونے کے ہرگز قائل نہیں۔ بلکہ صرف عارضی نسخ کے قائل ہیں۔ کیونکہ حضور نے تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جہاد بالسیف مشروط بشرائط ہے اور اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاد کی وجوہ معدوم ہیں۔

صابری صاحب کا استدلال میرے اس مضمون کے جواب میں یہی صابری صاحب پیامبر دہلی کے مئی کے شمارہ میں لکھتے ہیں:۔

"جہاد بالسیف کا حکم اسلام میں ایسا اہم اور ضروری ہے کہ اسے کوئی شخص جو شریعت اسلام کے زندہ اور پائندہ ہونے کا معتقد ہو۔ ایک لمحہ کے لئے منسوخ قرار نہیں دے سکتا کیونکہ یہ خدا کا حکم ہے اور ایسا تاکیدی حکم ہے کہ فرمایا۔ اے نبی مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کا شوق دلایا کیجیے۔ (پ انفال) پھر یہ حکم بلا تعطل ہمیشہ جاری رہنے والا ہے جیسے کہ ارشاد ہے۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتّٰی یردّوکم عن دینکم ان استطاعوا"

صابری صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ وہ قرآن مجید میں جہاد بالسیف کو مشروط بشرائط تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

یہ نص صریح اس امر کے لئے ہے کہ نہ کافر دین اسلام سے مرتد کرنے کے لئے مسلمانوں سے لڑنا چھوڑ سکتے ہیں۔ نہ جہاد بالسیف کا حکم کسی وقت بھی منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے نبی کریمؐ نے صاف لفظوں میں فرمایا۔ امرتُ ان اقاتل الناس حتّٰی یقولوا لا الٰہ الّا اللہ (بخاری و مسلم) مجھ کو لوگوں سے لڑنے کا حکم ہُوا یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الّا اللہ کہیں۔

صابری صاحب کے استدلال پر بعض اعتراضات

اب اگر صابری صاحب کا بیان درست ہے تو پھر وہ مندرجہ ذیل باتوں کا جواب دیں:۔

اوّل۔ اللہ تعالےٰ سورۃ انفال رکوع ۵ میں فرماتا ہے:۔

"قاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدّین کلّہٗ للّٰہ فان انتھوا فان اللہ بما یعملون بصیر"۔ صابری صاحب۔ دیکھیں کہ ان انتھوا کے الفاظ میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ کافر لڑائی چھوڑ سکتے ہیں۔ اگر چھوڑ سکتے ہیں۔ تو جنگ کو بلا تعطل جاری رہنے والی قرار دینا کیونکر درست ہُوا

دوم اللہ تعالےٰ سورۃ انفال رکوع ۸ میں فرماتا ہے۔

ان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکّل علی اللہ انّہٗ ھو السّمیع العلیم۔ صابری صاحب بتائیں کہ اس آیت میں کافروں کی طرف سے مسلمانوں سے صلح کا امکان تسلیم کر کے مسلمانوں کو صلح کر لینے کا حکم دیا گیا ہے یا نہیں۔ اگر دیا گیا ہے۔ پھر جہاد بالسیف کیوں مشروط بشرائط نہ ہُوا۔ اور اس کے متعلق کیسے کہا جا سکتا کہ وہ ہر وقت جاری رہنے والا ہے۔

سوم۔ قرآن مجید سورہ توبہ رکوع ۱ میں فرماتا ہے:۔

وان احدٌ من المشرکین استجارک فاجرہ حتّٰی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہٗ مأمنہ ذالک بانھم قومٌ لا یعلمون۔ صابری صاحب بتائیں جب اس آیت میں مسلمانوں کو مشرک کے ان سے پناہ طلب کرنے پر پناہ دینے کا

صریح حکم موجود ہے۔ اور کلام اللہ سُنا کر اس کو اسکی حفاظت کی جگہ میں پہنچانے کا واضح حکم موجود ہے۔ تو پھر جہاد بالسیف مشروط بشرائط ہُوا یا نہیں۔ کیونکہ جو لڑائی کرنے والا مشرک پناہ میں آئے اس سے لڑائی چھوڑنا پڑے گی۔

چہارم :- پھر توبہ رکوع ۲ میں فرماتا ہے :-

الّا الّذین عاھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحبّ المُتّقین ۔ کہ جن مشرکوں سے تمہارا مسجد الحرام کے نزدیک عہد ہو چکا ہے۔ ان سے عہد پورا کرو۔ جب تک کہ وہ عہد پر قائم رہیں بے شک اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

صابری صاحب بتائیں کہ اس میں معاہد کافروں سے لڑائی کرنے سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے یا نہیں۔ اگر روکا گیا ہے تو جہاد بالسیف مشروط بشرائط کیوں نہ ہُوا۔

پنجم :- پھر سورہ بقرہ رکوع ۲۴ میں فرماتا ہے :-

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ کیا اس آیت میں صرف ان لوگوں سے لڑائی کا حکم نہیں جو مسلمانوں سے لڑائی کرتے ہوں۔ اور جو مسلمانوں سے لڑائی نہ کریں۔ ان سے لڑائی کرنے کو زیادتی قرار دیا گیا ہے یا نہیں۔ اب صابری صاحب بتائیں کہ جہاد بالسیف مشروط بشرائط ہُوا یا نہیں۔ اور اگر کافر مذہبی لڑائی چھوڑ دیں تو اس وقت مسلمانوں کو لڑائی چھوڑ دینے کی ہدایت اس میں موجود ہے یا نہیں۔

ششم :- پھر اسی سورۃ میں آگے چل کر فرماتا ہے۔

ولا تُقتلوھم عند المسجد الحرام حتّٰی یقتلوکم فیہ۔ کہ مسجد حرام کے پاس کافروں سے لڑائی نہ کرو۔ جب تک وہ مشرک لوگ تم سے اس میں لڑائی نہ کریں۔

صابری صاحب بتائیں کہ جہاد بالسیف اس آیت کی روشنی میں بھی مشروط بالشرائط ہے یا نہیں۔

ہفتم :- اس سے آگے چل کر اسی سورۃ میں فرماتا ہے۔ وقاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان

اِلّا علی الظّٰلمین۔ کہ کافروں سے (جن سے لڑائی شروع ہو چکی ہے) اس وقت تک لڑائی کرو کہ فساد نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے یعنی دینی آزادی ہو جائے پس اگر کافر جنگ سے باز آجائیں تو پھر زیادتی جائز نہیں مگر ظالموں پر یعنی جنگ کرنے والوں پر۔ اس آیت میں صریح طور پر بتا دیا ہے کہ کافر لڑائی سے باز آجائیں تو پھر مسلمانوں کو ان سے لڑائی چھوڑ دینی چاہیئے پس اگر کافروں کی طرف سے لڑائی چھوڑ دینے کا امکان نہ ہوتا۔ اور جنگ کے ہمیشہ جاری رہنے کا ہی امکان ہوتا اور اس طرح جہاد بالسیف مشروط بشرائط نہ ہوتا تو پھر خدا تعالیٰ ایسا کیوں فرماتا صابری صاحب سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

صابری صاحب کی پیشکردہ آیات۔ اور ان کا جواب

ہمارے نزدیک مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ جہاد بالسیف کی اسلام میں صرف مدافعانہ صورت میں اجازت دی گئی ہے۔ اور جب کافر لڑائی چھوڑ دیں تو پھر مسلمانوں کا لڑائی نہ چھوڑنا خلاف تقوٰے ہے اور خدا تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا۔

اب میں ان آیتوں اور حدیث کو لیتا ہوں جنہیں صابری صاحب نے پیش کیا ہے

(۱) سورۃ انفال کی آیت میں بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کو جنگ کے لئے اُبھاریں۔ مگر اس حکم سے یہ کیسے لازم آیا کہ جہاد بالسیف نے ہر وقت جاری رہنا تھا۔ کیا اگر لڑائی وقتی ہوتی تو پھر اس صورت میں مسلمانوں کو جنگ کے لئے اُبھارنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

(۲) لایزال الذین یقاتلونکم حتّٰی یردّوکم عن دینکم ان استطاعوا کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جنگ ہمیشہ ہمیش کے لئے جاری رہے گی۔ کیونکہ ان استطاعوا کے الفاظ اسے مشروط قرار دے رہے ہیں۔ اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر کافر استطاعت رکھیں کہ تمہیں دین سے پھیر دیں تو اس وقت تک جنگ کو جاری رکھیں گے کہ تمہیں مرتد کر دیں لیکن چونکہ کافروں کو اس بات کی استطاعت نہیں ہے کہ تمہیں دین سے پھیر دیں۔ لہٰذا وہ ہمیشہ کے لئے تم سے جنگ جاری نہیں رکھ سکتے۔ پس یہ آیت تو اس کے خلاف نتیجہ پیش کر رہی ہے جو صابری صاحب اس سے نکالنا چاہتے ہیں۔ علاوہ

ازیں دوسری اصولی آیت جو اس سے پہلے پیش کی جاچکی ہے اس سے ظاہر ہے کہ جہاد بالسیف اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ جبکہ کافر مسلمانوں سے لڑائی کریں۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو پھر مسلمانوں کو ان پر زیادتی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ پس لا یزالون یقاتلونکم الخ الآیہ سے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ لڑائی ہر وقت جاری رہے گی۔

(۳) حدیث امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الّا اللہ کا کوئی ایسا مفہوم تو ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا جو قرآن مجید کے خلاف ہو۔ میرے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن محارب کافروں سے جنگ کا حکم دیا گیا۔ ان کے متعلق یہ بھی کہا گیا کہ جب وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں یعنی مسلمان ہو جائیں تو ان سے جنگ بند کر دو۔ کیونکہ اب تو وہ دینی بھائی بن گئے۔ اور اس طرح انہوں نے خود لڑائی چھوڑ دی ہوگی۔ ہاں اس حدیث میں جنگ بند کرنے کی ایک شرط مذکور ہے۔ دوسری شرائط قرآن مجید میں اور بھی مذکور ہیں۔ اور اس حدیث میں کسی اور شرط کے عدم ذکر سے یہ لازم نہیں اور کوئی شرط مسلم نہیں۔ جبکہ دوسری جگہ قرآن مجید میں وہ شرائط بالتصریح موجود ہیں۔ حدیث کے ذریعہ قرآن مجید کے نسخ کا کوئی مسلمان قائل نہیں اور نہ قائل ہو سکتا ہے۔

(۴) صابری صاحب نے سورۃ محمدؐ کی آیت فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب، حتی اذا اثخنتموھم فشدّوا الوثاق فامّا منّاً بعد و امّا فداءً حتّٰی تضع الحرب اوزارھا کو پیش کر کے یہ استدلال کیا ہے کہ جنگ اس وقت تک بند نہیں ہو سکتی جب تک دشمن مطیع فرمان ہو کر اسلامی خلیفہ کو جزیہ دینا شروع نہ کر دے۔

مگر اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو حربی کافروں سے اس وقت جنگ جاری رکھنی چاہیے کہ لڑائی کے ہتھیار نہ رکھ دے یعنی وہ حربی کافر لڑائی چھوڑ نہ دیں خواہ معاہدہ صلح کے ذریعہ خواہ شکست کھا کر۔ پس حتی تضع الحرب اوزارھا کو محض ایک حالت سے محدود قرار دینا درست نہیں۔ پس یہ آیت بھی لڑائی کو مشروط قرار دیتی ہے۔ اور اس کا ہمیشہ جاری رہنا ضروری قرار نہیں دیتی۔ ماسوا اس کے یہ آیت حربی کافروں سے متعلق ہے نہ کہ غیر حربی کفار سے۔ غیر حربی کافروں کے متعلق

خدا فرماتا ہے لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبرّوھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحبّ المقسطین (سورہ ممتحنہ ع ۲) یعنی خدا تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نیکی کا معاملہ کرنے اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دینی لڑائی نہیں کی اور نہ ہی تمہیں گھروں سے نکالا۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

آیت قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ماحرّم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحقّ حتی یعطوا الجزیۃ عن یّد وھم صاغرون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے محارب اہل کتاب کا ذکر ہے۔ اور بے شک ان کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک وہ جزیہ نہ دیں۔ ان سے جنگ جاری رکھی گئی تھی۔ ایسے اہل کتاب جو محارب نہ ہوں۔ ان کے بارہ میں یہ آیت نہیں ہے۔

پھر صابری صاحب لکھتے ہیں :۔

اس زمانے میں غیر مسلم فرقے ہندو۔ آریہ۔ اور عیسائی وغیرہ ہیں۔ ان سب سے لڑنا فرض اور واجب قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی نازل ہوا۔ و ان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر۔

صابری صاحب کا یہ استدلال بھی درست نہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کرنے کے بعد بدعہدی کی ہے۔ پس اس آیت میں عام غیر مسلم فرقوں اور ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں سے جنگ کو فرض اور واجب قرار نہیں دیا گیا۔

علاوہ ازیں اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لعلھم ینتھون۔ کہ یہ مقابلہ صرف اس غرض سے ہے کہ وہ بدعہدی سے باز آجائیں۔ لیکن چونکہ یہ الفاظ صابری صاحب کے مقصد کے خلاف تھے اس لئے انہوں نے درج نہ کئے۔ تا اس سے مقاتلہ کے ختم ہونے کا امکان واضح نہ ہو جائے۔

صابری صاحب نے غیر مبایعین اور غیر احمدی اصحاب کے ہم سے اختلاف عقائد

کا ذکر کیا ہے۔ اور ہمارے لئے جہاد کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور ہمارے ان سے جہاد بالسیف نہ کرنے کو بے غیرتی ٹھیرایا ہے۔ مگر ہم تو ان سے جہاد بالسیف جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ جہاد بالسیف کے حکم میں قرآن مجید نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ صرف انہیں لوگوں سے دینی لڑائی لڑی جا سکتی ہے جو مسلمانوں سے جنگ کریں۔ پس ہمارا عمل تو اپنے عقیدہ کے مطابق ہے۔ اس میں بے غیرتی کی کونسی بات ہے۔

صابری صاحب لکھتے ہیں :-

عارضی منسوخیت تو ایک بہانہ ہے حقیقت یہی ہے کہ اس زمانے میں قدرت ہی کی طرف سے جہاد کا مسئلہ ناقابل عمل ہو چکا ہے۔

پھر اس کے بعد بہائی تعلیم پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"پہلی بشارت جو اس ظہور اعظم میں ام الکتاب سے جملہ اہل عالم کو عنایت ہوئی۔ کتاب سے حکم جہاد کی تنسیخ ہے۔

گویا صابری صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ اس زمانہ میں جہاد کا مسئلہ ناقابلِ عمل ہو چکا ہے لہذا بہاء اللہ صاحب نے اسے منسوخ کر دیا۔

لیکن میں صابری صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ اور ان کے بہاء اللہ صاحب مسٹر گاندھی کی طرح عدم تشدد کے حامی ہیں۔ اور اگر بہائیوں پر انکی دینی آزادی کو چھیننے کے لئے کوئی حملہ کرے تو وہ اس کے سامنے گردن ڈال دینے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر بہاء اللہ صاحب نے ایسی تعلیم دی ہے تو یہ تعلیم قرآن مجید کے مقابلہ میں بالکل ناقص ہے۔ اور غیرت ایمانی کے خلاف تعلیم ہے۔ پس اگر اس زمانہ میں جہاد بالسیف شرائط ضروریہ نہ پائے جانے کی وجہ سے عارضی طور پر منسوخ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ امر ہمیشہ کے لئے ناقابلِ عمل ہو گیا۔ بلکہ جب بھی دنیا میں اسکی ضرورت پیش آئے اسپر عمل اسلامی تعلیم کے لحاظ سے ضروری ہے۔ صابری صاحب کے پاس اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ ایسے حالات پیش نہیں آ سکتے۔ جن میں جہاد بالسیف پر عمل کرنا ضروری ہو۔ پس حق بات یہ ہے کہ جہاد کا عارضی نسخ بہانہ نہیں۔ بلکہ صابری صاحب جہاد کو حقیقی منسوخ قرار دینے کے لئے یہ کہہ کر محض بہانہ سازی سے کام لے رہے ہیں کہ یہ امر ناقابل عمل ہے۔ حالانکہ کسی امر

کا ایک خاص زمانہ میں ناقابل عمل ہونا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ناقابلِ عمل ہے۔ پس بہاء اللہ صاحب کا جہاد کی تعلیم کو ہمیشہ ہمیش کے لئے منسوخ قرار دینا خود ان کی تعلیم کے ناقص ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔

میرے چیلنج کا جواب

میں نے بہائیوں کو اپنے مضمون میں ایک چیلنج دیا تھا کہ وہ بہاء اللہ کی کوئی ایسی تعلیم پیش کریں جو قرآن مجید کی کسی تعلیم کے مقابلہ میں اعلیٰ ہو۔

صابری صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ قادیان کا طریق دعوت یہ ہے کہ پہلے بڑے زور شور سے چیلنج دیا کرتے ہیں۔ جب مخالف بحث پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اِدھر اُدھر کی باتوں میں پڑ کر راہِ فرار اختیار کر لیا کرتے ہیں۔

صابری صاحب نے اس جگہ الزام تو ہمیں دیا ہے مگر نقشہ در اصل اپنی قلبی کیفیت کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے میرے چیلنج کو ٹالنے کے لئے تو حیلہ جوئی سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔

چنانچہ وہ میرے چیلنج کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"اہلِ بہاء قرآن مجید کے اس اصول کے مطابق کہ لا نفرق بین احدٍ من رسلہ۔ نہ تو خدا کے پیغمبروں میں فرق کرتے ہیں۔ اور نہ ہی انہی کی بھیجی ہوئی تعلیمات میں تفریق کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ ہر تعلیم جو وقتاً فوقتاً آسمانِ مشیّت سے نازل ہوئی وہ کامل اور مکمل اور اعلےٰ تھی۔ صرف وقت اور زمانے بدلنے سے اگر بعض احکامات قابلِ عمل نہیں رہے تو اہلِ بہاء انہیں ناقص یا ادنیٰ نہیں کہا کرتے۔

تاہم یہ خاکسار آپ کا چیلنج منظور کرتا ہے۔ اور درخواست کرتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کتب سابقہ کی تعلیمات میں سے کچھ نمونے پیش فرمائیں جن کے مقابلے پر آپ کے نزدیک قرآن مجید کی تعلیمات اعلیٰ ہوں۔ پھر اسی طریق اور نمونے کے مطابق قرآن مجید کی کسی تعلیم پر حضرت بہاء اللہ کی تعلیم کی برتری ثابت کر دی جائے گی۔" (دیبا ممبر دہلی مئی ۱۹۴۷ء ص)

صابری صاحب پہلے تو یہ لکھتے ہیں کہ وہ الہامی تعلیمات میں ہر ایک کو مکمل

اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ اور ایک تعلیم کو دوسری تعلیم کے مقابلہ میں اعلیٰ نہیں کہتے۔
اس عقیدہ کا ماخذ آپ قرآن مجید کی آیت لانفرق بین احدٍ من رسلہٖ
کو قرار دیتے ہیں۔ یہ ہے صابری صاحب کی قرآن دانی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود
قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ماننسخ من اٰیۃٍ او ننسھانات بخیر منہا او مثلہا
اس آئیت کے مفہوم سے ظاہر ہے۔ جو آیت خدا کی طرف سے منسوخ
کی جاتی ہے۔ اس کے بدلہ میں اسکی مثل یا اس سے بہتر بھیجی جاتی ہے۔ پس صابری
صاحب کیسے کہتے ہیں۔ کہ ایک تعلیم الہی دوسری تعلیم الہی سے اعلیٰ نہیں ہو سکتی۔ اس کے
بعد صابری صاحب نے بحث کو ٹالنے کا ایک طریق اختیار کیا ہے کہ اُلٹا مجھ سے مطالبہ
کر دیا ہے کہ میں کتب سابقہ کی تعلیمات سے کچھ نمونے پیش کروں جن کے مقابلہ میں
قرآن مجید کی تعلیمات اعلیٰ ہوں۔ تو پھر وہ بہاء اللہ صاحب کی تعلیم کی برتری اس طریق
سے ثابت کر دیں گے۔ لیکن جب صابری صاحب کے نزدیک کسی ایک تعلیم کو دوسری
تعلیم سے برتری نہیں ہوتی۔ تو پھر وہ بہاء اللہ کی تعلیم کی برتری ثابت کرنے کے لئے
کیسے تیار ہو سکتے ہیں۔ یہ صرف بحث سے بچنے کے لئے انہوں نے ایک حیلہ اختیار
کیا ہے۔ حالانکہ اس وقت کتب سابقہ کے متعلق بحث نہیں تھی۔ بحث تو قرآن مجید
اور بہاء اللہ صاحب کی تعلیم کے متعلق ہے۔ اور جب صابری صاحب قرآن مجید
کی تعلیم کو منسوخ مانتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل بہاء اللہ صاحب کی تعلیم کو اس کا
ناسخ قرار دیتے ہیں تو ان کا فرض تھا کہ وہ بہاء اللہ صاحب کی بعض تعلیمات کی خوبیوں
کو ہمارے سامنے پیش کرتے۔ جن کی وجہ سے قرآن مجید کی اعلیٰ تعلیم کو انہیں منسوخ
قرار دینا پڑا۔

چونکہ میں نہیں چاہتا کہ صابری صاحب کسی طرح سے راہ فرار اختیار کریں۔
اس لئے میں بعض سابقہ کتب کی تعلیمات کے بالمقابل قرآن مجید کی بعض خصوصیات
کو پیش کرنا چاہتا ہوں جنکی بنا پر قرآن مجید کی تعلیم اعلیٰ ہے۔

قرآنی تعلیم بمقابلہ دیگر کتب

(۱) قرآن مجید کے کتب سابقہ سے اعلیٰ ہونے کا ایک بڑا ثبوت میرے نزدیک
یہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ ہے اور جعل و تحریف سے پاک ہے۔ اس امر سے آپ لوگ

بھی انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن کتب سابقہ محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ پس قرآن مجید کے
کتب سابقہ سے اعلیٰ ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے حفاظت حاصل
ہے لیکن کتب سابقہ اس سے محروم ہو چکی ہیں۔

(۲) موجودہ کتب سابقہ میں انبیاء کے واقعات کو نہایت غلط رنگ میں پیش کیا گیا
ہے۔ مثلاً لوط علیہ السلام پر اپنی بیٹیوں سے بدکاری کا الزام۔ ہارون علیہ السلام
پر گوسالہ پرستی کا الزام۔ داؤد علیہ السلام پر اوریہ کی بیوی سے ناجائز فعل کا الزام۔
قرآن مجید ایسے الزامات لگانے سے بری ہے۔

(۳) قرآن مجید میں شراب کو حرام ٹھیرایا گیا ہے۔ اور شراب کی برائیاں ظاہر
ہیں۔ مگر کتب سابقہ میں اسکی حرمت بیان نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا استعمال جائز قرار دیا گیا ہے
اور انجیل میں پانی کے مٹکوں کو شراب بنانے کا یسوع کا ایک معجزہ بیان کیا گیا ہے۔

(۴) انجیل میں یہ تعلیم ہے کہ کسی عورت کو بدنظری سے نہ دیکھو لیکن اس کے مقابلہ میں
اسلام نے تعلیم دی ہے کہ بدنظری چھوڑ اچھی نظر سے بھی نہ دیکھو۔ بلکہ پردہ اور غض بصر کی
تعلیم دی ہے یہ تعلیم لامحالہ انجیل کی تعلیم سے اعلےٰ ہے

(۵) قرآن مجید میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر دعویٰ کی دلیل قرآن مجید میں مذکور
ہے لیکن کتب سابقہ میں یہ امر پورے طور پر ملحوظ نہیں۔ اس سے قرآن مجید کی تعلیم کی برتری ظاہر ہے۔

(۶) قرآن مجید میں فاتوا بسورة من مثله کی تحدی موجود ہے جس کے مقابلہ میں آجتک کوئی
منکر قوم عہدہ برا نہیں ہو سکی لیکن کتب سابقہ میں ایسی کوئی تحدی موجود نہیں۔ قرآن مجید کو کتب سابقہ پر
یہ ایک کمال اور برتری حاصل ہے۔

(۷) قرآن مجید کی تعلیم کا کتب سابقہ سے برتر ہونے کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ قرآن مجید کا
یہ دعویٰ ہے کہ وہ تمام اقوام کے لئے کامل کتاب ہے لیکن کتب سابقہ خاص خاص قوموں کے
لئے مخصوص تھیں۔ ان میں کسی کو تمام اقوام کی اصلاح کے لئے بھیجا جانیکی قابلیت کا دعویٰ
نہیں۔ پس اس وجہ سے اپنی تعلیم کے لحاظ سے جو جامعیت قرآن مجید کو حاصل ہے پہلی کتب
کو یہ بات نصیب نہیں۔ جب قرآن مجید جیسی جامع اور محفوظ کتاب موجود ہو۔ تو پھر کسی اور کتاب
کی دنیا کو کوئی ضرورت نہیں۔

یہ سات باتیں بطور نمونہ لکھ دی گئی ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید ان پہلوؤں میں
کتب سابقہ سے افضل اور برتر ہے۔

اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ صابری صاحب کس طرح ان امور میں بہاء اللہ کی تعلیم

کو قرآن شریف سے برتر ثابت کرتے ہیں۔

میرا غالب خیال یہ ہے کہ وہ اب اس مقابلہ سے بھاگنے کے لئے کوئی اور راہ تلاش کریں گے۔

باب کی شریعت

مکرم مولنا جلال الدین صاحب شمس

فرقان بابت ماہ مئی میں میں یہ بتا چکا ہوں کہ بہائیت کی بنیاد تقیہ اور منافقت پر ہے اور یہ باتیں بہائیوں کے دلوں میں اس قدر راسخ ہو چکی ہیں۔ کہ وہ ان سے چھٹکارا تبھی پا سکتے ہیں جب بہائیت کو ہی ترک کر دیں۔ اور جب تک وہ بہائی مذہب پر قائم ہیں۔ اپنی حقیقت کو ظاہر کرنے سے گریز ہی کرتے رہیں گے۔ چنانچہ جب وہ کسی مسلمان سے ملینگے۔ تو وہ اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرینگے کہ گویا وہ پکے مسلمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن مجید کو منزل من اللہ یقین کرتے ہیں۔ ان کی باتیں سننے والا اس شک میں ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ کیونکہ بہائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا زمانہ اس وقت سے ختم ہو چکا ہے۔ جب سے کہ باب نے دعوٰی کیا۔ اور ایک نئی شریعت پیش کی۔ جو انکے خیال میں اس زمانے کے حالات کے موافق ہے۔ اور ان کا اسلام اور احکام قرآن کیمتعلق عقیدہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ انجیل اور تورات کے متعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ سراسر اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام ایک ایسا کامل مذہب ہے جس کے احکام کامل اور مکمل ہیں اور قیامت تک ان پر عمل جاری رہے گا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔ پھر فرماتا ہے:۔ ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ جس طرح اکمل

کے اوپر کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے ساتھ کسی چیز کی کمالیت سے تعبیر کی جائے۔ اسی طرح اقوم سے اوپر کوئی اقوم نہیں پایا جا سکتا۔ اس لئے اب کسی شریعت کو یہ حق نہیں کہ وہ اسلام پر اپنی فوقیت بتا کر اسے منسوخ کرے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الکتٰب من شیٔ۔ یعنی وہ تمام وسائل اور ذرائع جن کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کو پہنچ سکتا ہے۔ یا اسے ان کی دنیا اور آخرت میں سعادت حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہے۔ وہ تمام کے تمام اس کتاب میں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

پھر فرمایا:۔ یتلوا صحفًا مطھرۃً فیھا کتبٌ قیمہ۔ نیز فرمایا:۔ کل شیٔ فصلنٰہ تفصیلًا۔ پھر کہا نزّل علیک الکتٰب تبیانًا لکل شیٔ وھدًی ورحمۃ وبشرٰی للمحسنین اسی طرح کہا۔ وما کان حدیثًا یفترٰی ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیٔ وھدًی ورحمۃ القوم یؤمنون ان سب آیات میں بتایا گیا ہے کہ کوئی ایسی بات باقی نہیں رہی جس کے متعلق قرآن مجید میں حکم بیان نہ ہو چکا ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا۔ کہ آپ سب زمانوں کے لئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ وما ارسلناک الّا رحمۃ للعٰلمین پھر اس بات کو واضح کیا کہ کوئی اور کتاب قرآن مجید کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ فرمایا۔ اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلمٰتہٖ۔ نیز فرمایا۔ و انہٗ لکتٰب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اسی بات کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانئے جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:۔

”اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیںگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ“ (کشتی نوح)

پھر فرمایا:۔ "حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو۔ اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ الخیر کله فی القرآن۔ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں۔ جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔"

اس تعلیم کے بالکل خلاف باب نے شریعت اسلامیہ کو دوسری شرائع کی طرح منسوخ قرار دے دیا۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر سورۂ یوسف اور دیگر مولفات میں یہ کہتا ہے کہ "انسی افضل من محمد کما ان قرانی افضل من محمد ..... ان محمداً کان بمقام الالف وانا بمقام النقطة۔" میں جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل ہوں۔ اسی طرح میرا قرآن بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرآن سے افضل ہے۔ اور محمد (صلعم) مقام الف میں تھے لیکن میں مقام نقطہ میں ہوں۔ پھر ایسے احکام جدیدہ دنیا کے سامنے پیش کئے۔ جن کے ذریعہ سے اسلامی شریعت کو منسوخ کر دیا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی بہائی یہ بھی کہتے ہیں اور اس روایت کی صحت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حلال محمد حلال الی یوم القیامة وحرام محمد حرام الی یوم القیامة۔ یعنی شریعت اسلامیہ جن چیزوں کو حلال یا حرام قرار دیتی وہ حکم تا قیامت ہے۔ لیکن اس روایت کی تاویل بحر العرفان میں یہ کی گئی ہے کہ قیامت سے مراد امام قائم کا زمانہ ہے (ص ۱۱۵، ۱۱۶)

ان کے نزدیک گویا روایت کا یہ مطلب ہے کہ شریعت اسلامیہ کے احکام امام قائم تک ہیں۔ پھر ص ۱۲۶ پر یہ لکھا ہے "اینکہ جمیع ادیان رایکے مے فرمایند یعنی نسخ مے فرمایند شریعت قبل را" کہ امام قائم تمام ادیان کو منسوخ کر کے ایک مذہب بنا دیگا پھر ابو الفضل بہائی اپنی کتاب فرائد میں لکھتا ہے۔ کہ ظہور مہدی سبب ختم اسلام و فسخ شریعت و دیانت جدیدة باشد" یعنی ظہور مہدی (یعنی باب) اسلامی دور کو ختم کرنے

والا ہوگا۔ اور نئی شریعت اور نئے مذہب کے دور کو کھولنے والا۔

پھر نقطۃ الکاف کا مؤلف اپنی کتاب کے صفحہ ۵ پر لکھتا ہے کہ تمام انبیاء کی شریعتوں کا حکم ان اوامر کی طرح ہے۔ جو کہ مسافر کے ساتھ مختص ہوتے ہیں اور جب وہ اقامت اختیار کر لیتا ہے۔ تو سب احکام اس سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے نسخ کی بھی ضرورت تھی۔ اور وہ دین جو منسوخ نہیں ہو سکتا وہ باب کا دین ہے۔ پھر وہ اس نسخ کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"احکام حضرت احکام باطن است ولابد باطن کہ آمد ظاہر مے رود" یعنی باب کے احکام باطنی احکام ہیں۔ اور دوسرے انبیاء کے ظاہری۔ پس باطن کے ظہور کے وقت ضروری تھا کہ ظاہر کا حکم باطل ہو جاتا۔

بہاء اللہ اپنی کتاب ایقان کے صفحہ ۳۰۵ پر باب کی شان بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "قدر و رتبہ آنحضرت را ملاحظہ فرما کہ قدرش اعظم از کل انبیاء اعلیٰ و ارفع از عرفان و ادراک کل اولیاء است" یعنی باب کا درجہ اور مرتبہ سب انبیاء سے بڑا ہے پھر ادعیہ محبوبہ میں باب کو سلطان الرسل کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ پس ایسے لوگ جو آنحضرت کی شریعت کو منسوخ اور باب کو آپ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ ان کا اسلام سے کیا تعلق۔ یہ لوگ تو اس کے دائرے سے نکل گئے۔

اب ہم باب کی ان تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں جن کے متعلق اس کے اتباع خیال کرتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کے لئے اس جیسی تعلیم کا لانا مشکل تھا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب بیان میں اس عنوان کو لکھتا ہے "الباب الثامن من الواحد التاسع حرمۃ التریاق والمسکرات والدواء مطلقاً" کہ کوئی شخص ایسا شارع حکیم بتا سکتا ہے جو باب کی طرح دوائیوں کے استعمال کو حرام قرار دے دے اور تمام ان لوگوں کو جو علم طب کی تعلیم میں اپنے اوقات صرف کرتے ہیں ان کو مجنون قرار دیتا ہو۔ اسی طرح عبدالحسین بہائی کواکب دریہ صفحہ ۲۲۳، ۲۲۷ میں لکھتا ہے کہ باب نے ادویہ کے استعمال کو روک دیا تھا۔ اور حقے اور افیون کو بھی حرام قرار دیا تھا۔

(۲) پھر ایسی ہی باب کی عجیب و غریب تعلیم یہ ہے۔ جو اس نے بیان میں دی ہے کہ "دوست دارد خداوند کہ درحال اہل بیان را بر فوق سریر یا عرش یا کرسی نشینند کہ آں

وقت از عمر او محسوب نمے گردد"۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اہل بیان باب کے پیرو کرسی پر یا چارپائی پر یا تخت پر بیٹھیں۔ کیونکہ وہ وقت عمر میں شمار نہ ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر اور طبیبوں میں سے کوئی بھی عمر میں زیادتی کروائے جا سکنے کا ایسا نسخہ معلوم نہیں کر سکا۔ جیسا کہ باب نے بیان کیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ باب کو کرسیوں۔ چارپائیوں۔ اور تختوں پر بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ تبھی تو اسکی عمر میں زیادتی نہ ہو سکی۔ اور اپنے دعویٰ کے پانچ سال بعد قتل ہو کر راہیئے ملکِ عدم ہو گیا۔

(۳) باب کی وہ تعلیم جو اس نے امن عامہ کے خلاف دی یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو باب کو یا اس کے بعد ظاہر ہونے والے بابی کو ایذا دے۔ یا ایسی بات کرے جو اس کو غم میں ڈالے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ بیان میں اسکی عبارت یہ ہے:۔

"انّ اللہ قد امر بان تقیموا من مقاعدکم اذا سمعتم اسم من یُظہرہٗ اللہ من بعد یلقب القائم والحکمِ علی اعدام من یحزنہٗ من فوق الارض بما یمکن (باب ۵ واحد ۶) ایسی تعلیم کی وجہ سے ہی باب کے پیرووں کو جہاں جہاں موقعہ ملا۔ انہوں نے لوگوں کو قتل کیا۔ اور حکومت کو پھر انہیں سزا دینی پڑی:۔

(۴) پھر باب نے اپنی تعلیم میں یہ حکم بھی دیا ہے۔ کہ اس کے گھر کے ارد گرد کی جو زمینیں ہیں ان کے بیچنے کا ان مالکوں کو اختیار نہیں ہے۔ اور جو شخص اس گھر کو جس کے حج کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اسکی ہدایت کے مطابق تعمیر کرنا چاہے اس کے لئے جائز ہے۔ کہ بلا مرضی مالکوں کی گھر کے ارد گرد کی زمینیں گھر میں شامل کرے۔ چنانچہ بیان کی عبارت یہ ہے:۔

"حول البیت لا یجوز بیعہٗ ومن اراد ان یرفع ھذا احل علیہ ان یاخذ والو لم یرض صاحبہٗ (باب ۱۷۔ واحد ۷)

علی محمد باب کی تعلیم کے اس قسم کے خود غرضانہ اور ظالمانہ احکام سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس فرقہ کو کچھ بھی اقتدار دنیا میں حاصل ہو جاتا تو یہ لوگ اپنے خود غرضانہ مقاصد کے پورا کرنے کے لئے دنیا میں ایک بہت بڑا فتنہ پیدا کر دیتے۔

(۵) پھر باب نے ایک یہ تعلیم دی کہ بابی حکومت میں کسی غیر بابی کو آنے کی یا رہنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ البیان میں لکھا ہے۔ "قد فرض علی کل ملک یُبعث فی دین البیانُ ان لا یجعل احدٌ علی ارضہ ممن لم یدن بذٰلک الدین وکذٰلک فُرض علی الناس کلھم اجمعون الامن یتجرو تجارتًا کلیۃ ینتفع بہ الناس (باب ۲ واحد)

پھر اس حکم کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ ما اذن اللہ ان یسکن علی قطع الخمس تمیز حروف البیان وان اطال الزمان۔ (باب ۴ واحد ۶)

یعنی خدا نے اذن نہیں دیا۔ کہ ایران کے پانچ صوبوں۔ فارس۔ عراق۔ آذربیجان خراسان۔ مازندان میں سوائے ان لوگوں کے جو علی محمد باب کے پیرو ہیں اور بابی کہلاتے ہیں کوئی دوسرا شخص رہے۔

(۶) پھر باب نے ایک یہ تعلیم دی ہے کہ جو مال غیر بابیوں کا چھینا جائے۔ اس میں سے جو چیز بے مثل بے نظیر اور اعلیٰ درجہ کی ہو۔ وہ باب کی ہوگی۔ اور اگر وہ مر چکا ہو۔ تو بابی لوگ اس کے امین ہونگے۔ جو باب کے بعد کے ظہور میں پیش کرینگے۔ چنانچہ بیان کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"فی حکم اموال التی یوخذ فی ذٰلک الدین ان یکن فیہ من شئ لم یکن لہ عدل لن یملکہ الا نقطۃ البیان و ان غربت الشمس فلیحفظن لمطلعھا" (البیان باب ۵ واحد ۵) پھر لکھا ہے "فی ان کل شئ اعلاہ للنقطۃ واوسطہ للحروف الحی وادناہ للخلق" البیان باب ۱۶ واحد ۸) اس عبارت میں حروف حیّ سے مراد وہ اٹھارہ آدمی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسے قبول کیا۔

(۷) باب کی تعلیمات میں سے ایک یہ تعلیم بھی ہے جو اس نے اپنے متبعین کو دی ہے کہ اسکی تصنیف کردہ کتب کے علاوہ اور کتب نہ پڑھی جاویں۔ بلکہ دوسری کتب کو مٹا دیا جائے۔ چنانچہ بہاء اللہ اس کا ذکر اپنی کتاب اقدس میں یوں کرتے ہیں۔ "قد عفا اللہ عنکم ما نزل فی البیان من محو الکتب و اذنا کم بان تقرؤا من العلوم ما ینفعکم لا ما ینتھی الی المجادلۃ فی الکلام"

قاہرہ کے بہائیوں نے باب کی اس تعلیم کا اپنی کتاب بہائیت میں یہ مطلب بیان کیا

ہے کہ باب نے صرف ان کتب کے مٹانے کا حکم دیا تھا جن میں اوہام وغیرہ پائے جاتے تھے۔ لیکن ان کا یہ ادعا کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ اگر یہی بات ہوتی۔ تو بہاء اللہ آکر پھر اس حکم کو کیوں منسوخ کرتے۔ گیا بہاء اللہ کا یہ کہنا کہ اذنا کم بان تقرؤا من العلوم ما ینفعکم۔ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ باب نے نافع اور غیر نافع سب کتب کو مٹانے کا حکم دے دیا تھا۔

باب کی تعلیم اور اس کے احکام شریعت میں سے جو چند امور اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ باب کیسا تھا۔ کیونکہ بہائی لوگ کہتے ہیں کہ وہ سلطان الرسل تھا۔ اور اس کی تعلیم کی کوئی نظیر نہیں لا سکتا۔ اور نہ پہلی کتب میں ایسی تعلیم موجود ہے۔

باب کی اس تعلیم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بابی لوگوں کو رسوخ حاصل ہو جاتا۔ تو پھر دنیا کی تباہی آجاتی۔ شہر ویرانے ہو جاتے۔ لوگوں کے اموال چھین لئے جاتے۔ اللہ کے بندے قتل کر دیئے جاتے۔ اور تمام علوم کی کتابیں مٹا دی جاتیں۔ چنانچہ ایک حد تک بابیوں نے اسی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش بھی کی۔ اور بادشاہ پر حملہ بھی کیا۔

چونکہ اس تعلیم پر غور کرنے سے ہر عقلمند پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تعلیم قابلِ عمل نہیں چہ جائیکہ اس سے شریعت محمدیہ کو منسوخ کیا جائے۔ اس لئے بابی اس کو چھپاتے ہیں اور اسے کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔ اگر ظاہر کرتے تو ہر عقلمند اس سے نفرت کا اظہار کرتا۔ چنانچہ اس تعلیم کے ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے ہی آخر بہاء اللہ نے باب کی تعلیم کو منسوخ کر دیا۔ اور نئے احکام صادر کئے۔ پس نقطۃ الکاف کے مصنف کا یہ کہنا کہ ان الدین الذی لاینسخ ھو دین حضرۃ الباب کی قلعی کھل جاتی ہے کہ کس طرح اس کا قول جھوٹا ثابت ہوا۔ جبکہ باب کے جانشین نے ہی اس کی تعلیم کو منسوخ کر کے اسے ناقابلِ عمل قرار دے دیا۔

مبارک بادی

بتقریب ختنہ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد سلمہ اللہ الاحد

(مکرم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذریت مبشرہ کے لئے بہت دعائیں کیں ہیں۔ چنانچہ ان دعاؤں میں حضور کی یہ دعا بھی ہے

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں | حق پر نثار ہوویں مولی کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں۔ اک سے ہزار ہوویں | یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس دعا کو اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل کو بڑھایا۔ پس آپ کے خاندان کا ہر فرد آپ کی صداقت کا زندہ نشان ہے۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب جن کے لئے اکمل صاحب نے مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں۔ حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت بائیس سال کی ہے۔ دین کے لئے زندگی وقف کئے ہوئے ہیں۔ اور اس وقت دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اور آپ کی نسل کو اسلام کے جرنیل بنائے۔ آمین

اس نظم میں سہرا کا لفظ محض بطور محاورۂ زبان استعمال ہوا ہے۔ رواجی سہرے سے کوئی تعلق نہیں

سرِ ابنائے امامت پہ ہے یکتا سہرا | حق نے بخشا ہے انہیں مجد و علا کا سہرا
یادگارِ امۃ الحیؓ کا ہے دیکھا سہرا | نور کے سانچے میں ڈھلتا ہوا پایا سہرا
فضلِ حق سے یہ مبارک ہو خلیلِ احمد کو | علمِ دین و عملِ نیک کا زیبا سہرا
خدمتِ دیں کے لئے وقف جوانی جو کرے | کامیابی کا اسی سر پہ بندھے گا سہرا
دیکھ کر شوکتِ اسلام کے دولھا کی برات | احمدی لائے ہیں اخلاص و وفا کا سہرا
خوب تبلیغ و اشاعت سے اسے دیجے فروغ | کہ نہ اس سہرے سے بڑھ کر کوئی ہوگا سہرا
آج اسلام کے حُجّی ہیں رجالِ فارس | لائیے ان کے لئے عقد ثریا سہرا
یا الٰہی ہو مبارک یہ قران السعدین | اقربا[۱] و پدر[۲] و مادرِ[۳] یکتا سہرا

آل و اولادِ مسیحائے محمدؐ کے حضور
پیش اکمل سے ہے گلہائے ثنا کا سہرا

عبداللطیف شہید پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر رسالہ فرقان سے شائع کیا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

فرقان
قادیان

جلد ۲ نمبر ۷ جولائی ۴۲ء

مجلس فقار احمد قادیان کا ماہنامہ

مدیر
عبدالمنان عمر ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان قادیان

بابت ماہ جولائی ۱۹۴۷ء

جلد ۵ | ترتیب عنوانات | نمبر ۷

احمدیت کی صداقت کا زندہ نشان

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو ایک اہم واقعہ کے متعلق الہام

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ۱۵ رمئی ۴۷ء کو مجلس عرفان میں (جسکی حاضری عموماً سات سو سے آٹھ سو تک ہوتی ہے) بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

کوئی دس بارہ دن کی بات ہے. کہ القا ہوا
گیارہ اگست تک یا گیارہ اگست کو

نہ معلوم کس امر کے متعلق ہے. بہرحال ذات یا خاندان یا جماعت یا ملک یا قوم کے کسی اہم تغیر کی طرف اشارہ ہے. اگست میں ہونے والے ایک تغیر کی نسبت اخباروں میں خبریں چھپ رہی ہیں مگر وہ ۱۵ر اگست کے ساتھ وابستہ ہیں اگر اسی کی طرف اشارہ ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ پندرہ اگست سے پہلے ہی وہ تغیر ہو جائے گا اور کوئی معاملہ ہے تو وقت پر انشاء اللہ ظاہر ہو جائے گا.

قرب اور وحی سے مخصوص

"الوصیت" میں بیان شدہ پیشگوئی کے مصداق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ ہی ہیں

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے ۵۔ جولائی کو مجلس عرفان میں ایک دوست نے سوال کیا۔ کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں تحریر فرمایا ہے۔

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا۔ اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا۔ اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے"

اس عبارت کے متعلق حضور ایدہ اللہ نے کئی مواقع پر فرمایا ہے۔ کہ یہ کسی آیندہ آنے والے مامور کے متعلق معلوم ہوتی ہے لیکن جماعت میں عام طور پر اس عبارت کو بھی حضور کی ذات پر ہی چسپاں کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق وضاحت کی جائے۔

فرمایا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی مامور آتا ہے تو وہ اپنے بعد آنے والے مامور کی بھی خبر دیا کرتا ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کی صداقت کے تین ثبوت ہوتے ہیں۔ گو ہر نبی کے ذریعہ ہی پیشگوئیوں اور الہامات کا سلسلہ ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے الہامات کے پورا ہونے کے لئے بھی کچھ نہ کچھ وقت لگتا ہے اس لئے جب تک کہ اس کے اپنے الہامات اور پیشگوئیاں پورا ہو کر دنیا کے لئے حجت نہ ہوں۔ ایک ثبوت نبی کی صداقت کا یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گذشتہ انبیاء کے ذریعہ اس کی آمد کی پیشگوئی فرما دیتا ہے تاکہ کم از کم پہلے انبیاء کو ماننے والے لوگوں کے لئے ابتدائی زمانہ میں ہی اس پر ایمان لے آنے کا موقع پیدا ہو جائے۔ گو انبیاءؑ کی ذات خود اپنے اندر ایسے اہم نشانات اور ایسی صداقتیں رکھتی ہے کہ بغیر

کسی اور دلیل کے ان کی سچائی معلوم کی جا سکتی ہے۔ مثلاً انبیاء کی پہلی زندگی ہی اتنی پاکیزہ ہوتی ہے۔ اور انہیں ایسی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت حاصل ہوتی ہے۔ کہ تمام لوگ اس کے معترف ہوتے ہیں۔ اور یہ امر کبھی عقل میں آ ہی نہیں سکتا کہ ایک ایسا شخص جسے ساری قوم اعلےٰ درجے کا راستباز اور مقدس ترین انسان تسلیم کرتی ہو۔ وہ ایک رات سوئے اور صبح کو وہ دنیا کا بدترین انسان بن جائے اور خدا کے متعلق جھوٹ بولنے لگ جائے۔ یہ ایک ایسی کھلی بات ہے کہ کوئی شخص اس دلیل سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ دلیل صرف ان لوگوں کے لئے پورے طور پر حجت ہو سکتی ہے جنہوں نے نبی کی پہلی زندگی کو دیکھا ہو۔ باقی لوگوں کے لئے حجت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے باقی لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ یہ سامان پیدا کر دیتا ہے کہ گذشتہ انبیاء سے اس کے متعلق پیشگوئیاں کرا دیتا ہے۔ جو اس کی ذات میں پوری ہو جاتی ہیں۔ لیکن یہ دلیل قطعی اور لازمی نہیں ہے۔ عیسائی غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر نبی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے متعلق کسی پہلے نبی کی پیشگوئی موجود ہو۔ حالانکہ اگر یہ بات ٹھیک ہو۔ تو پھر آدمؑ کی صداقت تو یقیناً مشتبہ ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے متعلق کوئی پیشگوئی کرنے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہ دلیل صرف مزید سہولت کے لئے ہوتی ہے۔ یہ ضروری اور لازمی نہیں ہے کہ ہر نبی کے لئے ضرور کوئی پہلے پیشگوئی موجود ہو۔

دوسرا ثبوت کسی نبی کی صداقت کے لئے یہ ہوتا ہے کہ خود اسے الہامات اور معجزات حاصل ہوتے ہیں۔ جو اس کی صداقت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

تیسرا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد میں آنیوالے انبیاء بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف آج ان کے متبعین جو عقائد منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً ان کا ابن اللہ ہونا وغیرہ۔ انکی موجودگی میں کسی مسلمان کے لئے انہیں سچا تسلیم کرنا ناممکن تھا۔ لیکن چونکہ انکے بعد آنیوالے نبی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور قرآن مجید نے ان کو سچا تسلیم کیا۔ اس لئے ہم بھی انہیں سچا مانتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو عقائد انکی طرف آج منسوب کئے جاتے ہیں وہ لوگوں نے خود بخود ایجاد کئے ہیں۔ ورنہ وہ خود ایسے عقائد نہ رکھتے تھے۔

پس نبیوں کی صداقت کے یہ تین دلائل ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ پہلی دلیل یہ ہوتی ہے کہ انکے متعلق ان سے پہلے آنیوالے انبیاء کی پیشگوئی موجود ہوتی ہے۔ اسی دلیل کی بناء پر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت کی یہ تحریر میرے سامنے آتی تھی۔ تو میں خیال کرتا تھا کہ ہمارے متعلق تو اور کئی حوالے موجود ہی ہیں۔ آخر آئندہ آنے والے کسی مامور کے لئے بھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں کوئی حوالے ہونے چاہئیں۔ پس اس نقطہ نگاہ کے ماتحت میں اس حوالے کو کسی آئندہ آنیوالے کے متعلق خیال کیا کرتا تھا لیکن بعد میں جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں پر زیادہ غور کیا۔ تو مجھے اور کئی ایسے حوالے مل گئے جن میں آئندہ آنے والے مامور کے متعلق پیشگوئیاں موجود ہیں۔ جب یہ حوالے مل گئے تو پھر الوصیت کے اس حوالے کو لازماً کسی اور مامور پر لگانیکی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ اب تو میرے نزدیک قرین قیاس یہی ہے کہ چونکہ اس حوالے کا مضمون مصلح موعود کی پیشگوئی سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے اس لئے یہ بھی مصلح موعود ہی کے متعلق ہے۔

مولوی محمد علی صاحب پر آخری اتمام حجت

مولوی محمد علی صاحب پانچ سال سے ہمارا مطلوبہ حلف اُٹھانے سے گریز کرتے ہیں گو ان کو پچیس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جاتا ہے جسکی تفصیل ہمارے شائع کردہ انگریزی و اردو رسالے میں موجود ہے جو مفت مل سکتا ہے۔ اب ان پر آخری حجت پوری کرنیکے لئے ہم انکو یہ بھی اختیار دیتے ہیں کہ اگر اس حلف میں کوئی ایسی بات درج ہو جو انکے عقائد میں داخل نہیں تو وہ ہم کو بتا دیں ہم اس کو اس حلف سے خارج کردینگے۔ جو صاحبان کو حلف اٹھانے کے لئے طیار کرینگے ان کو بھی پانچہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ اسی طرح جملہ ساٹھ ہزار روپیہ ہم انکی حسب خواہش جناب خان بہادر عبدالکریم خاں صاحب مجسٹریٹ سکندرآباد کے پاس جمع کردیتے ہیں۔ اسپر بھی اگر وہ گریز کرینگے۔ تو اے زمین و آسمان تم گواہ رہو کہ ہم نے اس دورنگی انسان پر جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے بفضل خدا تعالیٰ ہر طرح سے حجت پوری کردی ہے۔ اس طرح خلافت سلسلہ احمدیہ کی صداقت بفضل خدا تعالیٰ ہر ایک بار دنیا میں آشکار ہوگئی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ خاکسار عبداللہ الہ دین

شان امر الخلافة

(مکرم مولنا غلام رسول صاحب راجیکی)

الا ان یوم السّبت یومُ جلالة ... وفیه تجلّی شان امر الخلافة

اتی فیه قدر الله من حیث لا یُری ... بدا فیه حکم الله فی زیّ آیة

فیوم الخلافة من تعاجیب ربّنا ... لما قام فیه الحقّ من خرق عادة

قد استخلف المحمود فیه بآیة ... مع الا عند انی السبت یوم الخلافة

اذا خالفوا فیه اکابر قومنا ... وقالوا خلاف الحق بغضًا لقادة

ولمّا احسّوا عزّ محمود ربّنا ... بغوا خیبة کالحاسدین لسادة

فقالوا اصبیٌّ مثل عمر قضاءُهٗ ... ولم یعلموا ان اقضاء الغمارة

ولم یعرفوا شان المهیمن ما بدا ... ولم یقدروه حقّه بعمایة

وضلوا اذ اتبعوا الهوٰی بشقائهم ... وقد اججوا بالضیم نار البغاوة

وهموا بشیء لم ینالوه شقوة ... فخابوا وعابوا حظ اهل السعادة

وماتوا بموت الجهل من بعد علمهم ... فیا عجبا من فخرهم بجهالة

وما عندهم شیءٌ من العلم والهدٰی ... وما عندهم لا یسعفن بحاجة

ونبکی علیهم حسرة وتاسّفا ... وهم یضحکون حماقةً بسفاهة

وذنب الصغار علی الکبیر مضلّهم ... فیجزی باضلال جزاء الضلالة

واعماه کبر النفس والعجب فی الهوٰی ... واغواه حبّ الجاه حبّ الامارة

وارداه ظن السوء بالله رامیا ... واصلاه جذم الغیظ بعد العناقة

واخزاه بغض الحق مع آل احمدا ... والقاه فی الخوقاء حبّ الغوایة

ووالله لولا النفس والکبر والهوٰی ... لجاءوا امام الوقت قبل الندامة

ولم یؤثروا اللاهوم جورًا وفتنةً ... علی ارض آی الله ارض الهدایة

وهل يستوى اللاهور والقاديان ما … اواه المهيمن اٰية لكرامة
وهل يستوى دير وبيتٌ مقدّس … وهل يستوى سحر واعجاز اٰية
وما كان لى بغض بهم بعداوتى … وما كان لى حقدٌ لهم باساءتي
واحببتهم فى الله لمّا حببتهم … وفى الله بغضاً اٰتى بهم وعداوتى
اذا ما رأينا انهم قد ابغضوا … مسيحاً مطاع الخلق بعد الاطاعة
وقالوا كذوب كافر لو ادّعى … بدعوى النبوّة دون دعوى الرسالة
وذمّوا وسبّوا اٰل احمد كلهم … ومحمودنا مذموهم بحسادة
ولم يرقبوا الّ المسيح واٰله … نسوا عهدهم بعد الزمان بساعة
فقمنا لاعداء المسيح بغيرة … جزاءً لما ذموه بعد الاهانة
فمن ذمّ احمد اوهجاه واٰله … فأدّي اليه الدّين دون الغرامة
ونعفوا عن الاعداء فينا سماحة … وفى الدّين لونعفوا فغير السماحة
وقد ساءهم ما استخلف الله عبده … ومحموده ابن مسيحه بالعناية
الم يكف ان الناس جاؤه اٰيةً … بجذب بدا للحق نحو الاطاعة
الم يكف ان الناس لما تحشّدوا … ليقضى وخرّوا سجّد اللاصابة
وضجّوا كصخّاب بكيّا وخشّعا … ومدّوا اَمام الله ايدى الرجاءة
اتاهم نذير الفضل من عند ربنا … باٰيات تبشير وريّا البشارة
رأينا كأن الله نزل من السّماء … لفضل عظيم مثل يوم القيامة
قضى فيه امر الله حقّاً كما بدا … اتنسى جلال الله بعد الشهادة
عجبنا لجذب الحق من قوة العلى … حد الناس للتصديق نحو الصداقة
ولله در المصلحين اذا اتوا … لاصلاح خلق الله وقت السماحة
كما جاءنا المحمود مصلح قومنا … وموعود مولانا امير الجماعة
امامٌ همامٌ مظهر الحق والعلاء … بشانٍ جلالهٗ قدره برفاعة
وفخر جميع المرسلين مبلّغاً … رسالات رب الخلق فى كل حالة
ومحبوب رب العلمين كما مة … ومحمود خير الحامدين بجاهة
عزيزٌ وبالعزم الصميم غشمشمٌ … بشيراتى بالفضل عند المخافة

كساه المهيمن خلعة من عنده ... وتوّجه بالفضل تاج الكرامة
واعلاه رب العرش شانا وشوكة ... ومجدا واقبالا بعز السيادة
وعلّمه بالروح منه برحمة ... وبالفضل فطّنه بنور الفراسة
وآتاه علما من لدنه وحكمة ... وسرّا تقاصر عنه فهم الفهامة
ففي قلبه بحر العلوم بلجّة ... وفاضت على شفتيه عين الفصاحة
فصيح بليغ لوذعيّ وبارع ... طليق وريق المحيّ الشهامة
صبيح مليح الوجه كالبدر في الدجى ... حسين جميل الخلق شمس الصباحة
سُلالة انوار النبيّين كلّهم ... خُلاصة جمع المرسلين بغاية
ويُصبِي قلوبا حسنه وجماله ... كأبهى اللآلي من بهاء الملاحة
وفي الحُسن والاحسان شبه مسيحنا ... كما قاله المولى بوحي الرسالة
غدا من حماة الدين كالحصن باذخا ... بدا اشجع الشجعان بالاستقامة
لقد جاءنا في زيّ احمد نائبا ... بفضل ابن خطّاب وشان الامامة
تجلّى جلال الله عند ظهوره ... تحلّى الزمان بآي دور الجلالة
وقد اشرقت ارض بانوار ربّها ... وهبّت رياح النصر من كل ساحة
تراءت لوجه في الجهات عجائب ... فطوبى لعين لاحظت بالبصارة
وبشرى لقوم يطلبون هداية ... لهم قد تجلّى نور شمس الهداية
وواها لمن الفى زمان مسيحنا ... ودور الخلافة يعده بالسعادة
وواها لنور الدين قام مقامه ... وطوبى لمن لاقاه بالاستفاضة
وروحي فدى المحمود محبوب ربّنا ... ونفسي فدت وجها انارت صبابتي
وعيني تفيض من الدموع تعشقا ... لذكر الجمال ونوعنه بالضراعة
نسيبنا به احزاننا وهمومنا ... اذا ما وجدناه معينا للراحة
له رتبة عند المهيمن شانها ... بقدر درايته كنههم سر صامت
له عزة لا توهبن لغيره ... له رفعة لا تكسبن بطاعة
وحسّاده الواشون عادوه خيبة ... كاخوان يوسف كيدهم للابادة
وقاه المهيمن شرهم وخداعهم ... وخيّبهم في ما عدوا واللجاجة
ولله حمد بعد حمد بشكرنا ... على ما اقام الحق عند الابانة

وشکرًا علی التوفیق انشدته به　　وانشدت فی ذکر الهدی للأنارة
وانشاد مثلی بالنبوغ کرامةٌ　　وهذا من الرحمان بحر الکرامة
واهدیٰ هدیً للنّاس نظم قصیدتی　　واروی قلوبا بالزلال سقایتی
وشعری غدا ابهی اللالی ملاحةً　　وهذا لما انشدت فی الله راحتی
ولا تنظرنّ الی الزحاف فأنّنی　　نظمت القصیدة ارتجالا بساعة
وانّی من الخدّام ادعٰی لخدمةٍ　　غُلام الرّسُول وعبد ربّ العبادة
وصبّ المسیح وآلِ اَحْمَدَ کلّهِم　　وراجی شفاعتهم بحُسن الرّفاقة
وداعی زیادتهم نعیما وعزة
وورقاء مدحتهم بذوق الصبابة

مولوی محمد علی صاحب کے بیان کی ضرورت

مولوی عمر الدین صاحب نے اخبار پیغام صلح میں یہ لکھا تھا کہ کوئی سچا نبی قتل نہیں ہوا۔ اور اس امر کو بڑے زور سے اپنی تائید میں پیش کیا کہ مولوی محمد علی صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ شملوی صاحب کے مضامین کا مفصل جواب ہماری طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ جس کے بعد انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ہم نے انکی اس تحدی کے متعلق کہ جناب مولوی محمد علی صاحب بھی انکے بیان کردہ عقیدہ میں ہمنوا ہیں۔ لکھا تھا کہ ان کا یہ کہنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ کیونکہ جناب مولوی صاحب کی کتب میں ایسی واضح تحریرات پائی جاتی ہیں۔ جنسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سچا نبی قتل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس ضمن میں مولوی صاحب کی تفسیر بیان القرآن سے آیت وما ادری ما یفعل بی ولا بکم (احقاف) کی بیان کردہ تشریح پیش کی تھی جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ سچے نبی بھی قتل ہو سکتے ہیں۔

ہمنے انکی یہ تحریر پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اب مولوی صاحب کا فرض ہے کہ وہ خود اپنے عقیدہ کے متعلق روشنی ڈالیں۔ کہ کیا ان کا وہی عقیدہ ہے جو انکی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے۔ یا اب اسکے خلاف انہوں نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے شملوی صاحب کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے۔ ہمارے اس لکھنے پر اب دو ماہ گذر چکے ہیں لیکن مولوی صاحب نے تا حال اپنے خیالات کا اظہار نہیں فرمایا۔ اب پھر دوبارہ مولوی صاحب کو اس تحریر کے ذریعہ توجہ دلاتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے خیالات کا اظہار کریں ورنہ ہم اگلے شمارہ میں یہ اعلان کرنے پر مجبور ہونگے کہ شملوی صاحب نے ایک غلط بات جناب مولوی صاحب کیطرف منسوب کی تھی لیکن ان میں اتنی جرأت نہیں کہ انکی تردید کر سکیں۔ اور اصل صحیح عقیدہ آپکا وہی ہے جو اپنی کتب میں لکھ چکے ہیں کہ سچے نبی قتل ہو سکتے ہیں۔

ظلّی نبی - نبی ہی ہوتا ہے

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ)

کچھ عرصہ ہوا میں نے میر مدثر شاہ صاحب غیر مبائع کے ایک مضمون کا فرقان ماہ فروری میں جواب دیا تھا۔ اور اس میں ظلی نبوت کی حقیقت پر بھی روشنی ڈالی تھی۔ اسپر میر مدثر شاہ صاحب تو کچھ لکھ نہیں سکے۔ البتہ ۲ر جولائی کے پیغام میں مولوی عمرالدین صاحب شملوی بولے ہیں وہ لکھتے ہیں اس کا مکمل جواب تو غالباً میر صاحب ہی دینگے۔ وہ ان حضرات کے پرانے استاد ہیں مگر میں صرف ایک حصہ مضمون کا جواب عرض کرتا ہوں۔ مولوی عمرالدین صاحب کو غلطی لگی ہے میر صاحب انکے استاد ہوں تو ممکن ہے۔ ہمارا تو ان سے اُستادی شاگردی کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر مولوی عمرالدین صاحب کی مراد یہ ہے کہ وہ بڑے ہوشیار ہیں اور ہماری باتوں کا خوب جواب دے سکتے ہیں۔ تو یہ بھی خیال خام ہے ان سے پوچھو کہ راولپنڈی میں غیر مبائعین کے جلسہ میں انپر کیا حالت گزری تھی۔ جسکے نتیجہ میں غیر مبائعین کو راولپنڈی کے تاریخی مباحثہ کی طرح ڈالنی پڑی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں۔ میں اسی طرح ختم ولایت کے مقام پر ہوں جس طرح ہمارے سید مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کے مقام پر ہیں۔ راولپنڈی میں مینے میر صاحب پر سوال کیا۔ کہ اگر خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو خاتم الاولیاء کے بعد کوئی ولی بھی نہیں آنا چاہیئے۔ اسپر میر صاحب نے جواب میں کہا۔ بھلا اگر میں یہ کہدوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد کوئی ولی بھی نہیں آسکتا۔ تو پھر تم کیا کرو گے۔ میں نے کہا۔ اس صورت میں مَیں آپ سے یہ پوچھوں گا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ملفوظات میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ نبی دیا جو خاتم النبیین۔ خاتم العارفین اور خاتم المومنین ہے۔ تو اب میر صاحب بتایئے کہ امت محمدیہ میں اب کوئی عارف اور مومن بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس سوال پر میر صاحب کے مُنہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور وہ ایسے دم بخود ہوئے کہ انہیں اپنی ساری اُستادی بھُول گئی۔ اور اپر جلسہ ختم کرنا پڑا۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات کا جواب ہے۔ میں نے ظلی نبوت کی حقیقت بتانے کیلئے

میر صاحب کے جواب میں ازالہ اوہام ص۱۳۸ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر پیش کی تھی۔ کہ کوئی مرتبہ شرف اور کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔ یہ تحریر پیش کر کے میں نے میر صاحب سے پوچھا تھا۔ کہ جب ہر مرتبہ اور ہر مقام شرف اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظلی طور پر ہی ملتا ہے۔ تو اب بتایئے کہ ظلی مومن ظلی ولی ظلی قطب ظلی صدیق اور ظلی شہید۔ اگر سچ مچ مومن۔ ولی قطب اور صدیق و شہید ہوتے ہیں تو ظلی نبی کیوں نبی نہیں ہو سکتا۔ میر صاحب کی بجائے مولوی عمر الدین صاحب نے اس پر چار اعتراض کئے ہیں

اعتراض اوّل نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اب کمالات نبوت براہ راست کسی کو نہیں مل سکتے نبی کیلئے براہ راست ہونا شرط ہے۔ اس لئے ظلی طور پر کمالات نبوت پانے والا ظلی نبی تو کہلا سکتا ہے۔ مگر وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

الجواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۸ میں نبی کے متعلق فرماتے ہیں "شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔" جب مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک نبی کے لئے براہ راست ہونا شرط نہ رہا تو ایک ظلی نبی یعنی امتی نبی کے نبی ہونے میں وہ روک نہ رہی جو شملوی صاحب نے پیش کی ہے۔

اعتراض دوم وسوم قاضی صاحب بتائیں کہ ظلی خدا کیوں در اصل خدا نہیں۔ اسی طرح قاضی صاحب بتائیں کہ ظلی طور پر یہ خدا کا بیٹا کیوں در اصل خدا کا بیٹا نہیں۔

الجواب یہ اعتراض مجھ پر نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر پر ہے جس میں امت کے ہر مرتبہ اور مقام شرف کو ظلی طور پر پانے کا ذکر ہے۔ پس اس کا جواب شملوی صاحب کو خود سوچنا چاہیئے تھا۔ اعتراض کر دینے کا نام جواب نہیں ہوتا۔ اس اعتراض کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ مولوی عمر الدین صاحب کا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ انسان کا خدا یا خدا کا بیٹا بننا تو محالات میں سے ہے۔ مگر انسان کا نبی بننا ہمیشہ ممکنات میں سے رہا ہے۔ ظلی نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاص اصطلاح ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اتم درجہ فنافی الرسول کا مقام حاصل کر کے آپ نے مقام نبوت پا لیا۔

اعتراض چہارم
اگر ظلی نبی ہوتا ہے تو بتایا جائے کہ ظلی طور پر خاتم الانبیاء اور ظلی احمد کیوں حقیقت میں خاتم الانبیاء اور حقیقت میں احمد نہیں

الجواب
مولوی عمرالدین صاحب کو معلوم رہے کہ حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی اور ظلی خاتم الانبیاء اور ظلی احمد کہنے میں تساوی کی نسبت ہے۔ ان تینوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ جب ہم آپ کو ظلی نبی کہتے ہیں تو اس سے بھی یہی مراد ہوتی ہے کہ آپ خاتم الانبیاء صلعم کے کامل ظل ہیں۔ یہی مفہوم ہم آپ کے متعلق ظلی خاتم الانبیاء اور ظلی احمد ہونے کا لیتے ہیں۔ لہذا شملوی صاحب کا سوال ہی بے جا ہے پس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علی وجہ الکمال ظل ہوگا۔ اس کے نبی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

ایک ضمنی بات
شملوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت آنحضرت صلعم سے مستعار ہے مگر جب مولوی عمرالدین صاحب کو یہ مسلم ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبی اکرم کے واسطہ سے نبوت حاصل کی ہے تو پھر حضور کو نبی ماننے میں انکو کیا کلام ہے۔ روپیہ کسی کو براہ راست مل جائے یا کسی کے واسطے سے وہ سولہ آنے کا روپیہ ہی ہوگا۔ اسی طرح بالواسطہ نبوت کے سچ مچ ہونے میں انہیں کوئی کلام نہیں ہونا چاہیئے۔

مضمون کے آخر میں ایک نوٹ کے ماتحت شملوی صاحب لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ولایت کی حقیقت ہی ظلیت نبوت ہے یعنی نبی اصل ہوتا ہے اور ولی ظل۔

ظلیت کے مدارج
اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس حد تک تو بات درست ہے کہ ولی بھی نبی کا ظل ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کے فرمان کے مطابق ہم تو ہر مرتبہ کو جو امت محمدیہ میں ملے ظلی اور طفیلی طور پر ہی تسلیم کرتے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ظل نبی ہی ہوتا ہے۔ کوئی ظل ظلی ولی ہوتا ہے تو کوئی ظلی صدیق کوئی ظلی محدث اور کوئی ظلی شہید اور صالح اور کوئی ظلی نبی۔ چونکہ ظلیت کے بھی کئی مدارج ہوتے ہیں۔ اور ظلی نبی علی وجہ الکمال نبی کریم صلعم کا ظل ہونیکی وجہ سے مدارج ظلیت میں مقام نبوت پر فائز کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ پر فرمایا کہ تیرہ سو سال میں نبی کا نام پانیکے لئے اس امت میں آپ ہی ایک فرد مخصوص ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کی ظلیت کا درجہ عام اولیاء کی ظلیت . . . . . . کے درجہ سے ممتاز ہے اور آپ سچ مچ نبی ہیں۔ اسی وجہ سے تیرہ سو سال کا کوئی ولی نبی کہلانے کا مستحق نہیں۔ فتدبر

ایک غیر مبائع دوست کے سوالات کے جوابات

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

کلکتہ کے ایک غیر مبائع دوست کی طرف سے بعض سوالات موصول ہوئے ہیں۔ سوالات کا لب و لہجہ بعض مقامات پر طنز آمیز ہے۔ لیکن ہم اس امر کو نظر انداز کرتے ہوئے ذیل میں ان سوالات کے جوابات درج کرتے ہیں۔ نیز دیگر غیر مبائعین بھائیوں سے اس موقعہ پر عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ احقاق حق کے پیش نظر مختلف فیہ عقائد و مسائل کے بارہ میں اپنے سوالات لکھ کر ہم کو بھجوا دیں۔ تو ہم انشاء اللہ العزیز تحقیقی رنگ میں نہایت متانت و سنجیدگی سے ان سوالات کے جوابات پیش کرینگے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ اس امر کو سعید طبائع کے لئے ہدایت کا موجب بنا دے۔ و باللہ التوفیق۔

سوال ۱: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "سمیت نبیًا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ" (حقیقۃ الوحی)، کہ میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی بطور مجاز کے ہے نہ کہ حقیقی طور پر"

نیز حضور نے مختلف مقامات پر اپنے آپ کو ظلی۔ بروزی۔ امتی نبی قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ در اصل نبی نہ تھے

الجواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "ان اللہ سمانی نبیًا

بوجیہ" (الاستفتاء) کہ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی و الہام سے میرا نام نبی رکھا ہے" اس ارشاد کے مطابق جب ہم حضور علیہ السلام کی وحی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بکثرت ایسے الہامات ملتے ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی۔ رسول اور مرسل قرار دیا ہے۔ مثلاً

(ا) "دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(ب) انی مع الرسول اقوم (تذکرہ ص۳۹۶)

(ج) وقالوا لست مرسلاً قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہٗ علم الکتٰب (تذکرہ ص۵۱۹)

ان الہامات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی رسول اور مرسل بغیر ظل و بروز کی قید کے قرار دیا ہے۔ اب خدا کی وحی کی موجودگی میں یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضور اِس منصب نبوت سے انکار فرمائیں۔ چنانچہ حضور اپنے آخری خط میں فرماتے ہیں:۔

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں۔ تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں ۔۔۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک کہ اس دنیا سے گذر جاؤں۔" (آخری خط اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

اب سوال یہ ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ نے آپ کو بغیر ظل و بروز کی قید کے نبی قرار دیا۔ تو پھر آپ نے اپنی مختلف کتب میں اپنے آپ کو ظلی۔ بروزی۔ اور مجازی نبی کیوں تحریر فرمایا ہے؟ اس امر کا جواب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے اصطلاحات ظل۔ بروز۔ اور مجاز۔ نبوت کی نفی یا ناقص نبوت کے لئے نہیں استعمال فرمائیں۔ بلکہ ان اصطلاحات کا استعمال فقط اس امر کے اظہار کے لئے ہے کہ حضور علیہ السلام نے منصب نبوت کیونکر حاصل کیا۔ کیونکہ یہ امر مسلم ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کے جملہ کمالات و برکات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فیض سے مستفاد ہیں۔ الہام الٰہی "کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اس حقیقت کے اظہار کے لئے آپ نے یہ اصطلاحات استعمال فرمائیں تاکہ دوسرے لوگ حضرت کے دعوٰی نبوت سے یہ نتیجہ اخذ نہ کریں کہ حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

یا قرآنی شریعت کو چھوڑ کر نبوت کا دعوی فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے ظلی نبوت کی خود یہ تعریف فرمائی ہے:-

"ظلی نبوت جس کے معنے ہیں فیض محمدی سے وحی پانا" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

دوسرے مقامات پر امتی نبی کی یوں تشریح بیان فرماتے ہیں:-

(۱) "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے نہ کہ براہ راست۔" تجلیات الٰہیہ ص۹ حاشیہ)

(ب) "کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو امتی نہیں یعنی آپ کی پیروی سے فیضیاب نہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

(ج) "امتی ہونے کے بجز اس کے اور کوئی معنے نہیں۔ کہ تمام کمال اپنا اتباع کے ذریعہ سے رکھتا ہو" (ریویو بر مباحثہ ص۸)

ہر چہار عبارات سے صاف عیاں ہے کہ ظلی اور امتی کے الفاظ محض اس امر کے اظہار کے لئے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے یہ مقام نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہے۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۸)

اگر صرف لفظ ظل یا مجاز کے استعمال کی وجہ سے آپ کا مرتبہ اور درجہ وہ نہیں جو حقیقت میں ہے۔ تو پھر حضرت کے مندرجہ ذیل حوالوں کو پڑھیں۔

(ا) "کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۱۳۹)

(ب) یہ عاجز مجازی اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کی قرآن و حدیث میں خبر دی گئی ہے۔" (ازالہ اوہام ص۲۶۱)

ان دونوں عبارتوں میں حضور علیہ السلام نے اپنے تمام کمالات حتیٰ کہ منصب مسیح موعود کو ظلی اور مجازی قرار دیا ہے تو کیا اب لفظ ظل اور مجاز کی آڑ میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ کمالات اور منصب مسیح موعود کی بھی نفی تسلیم کریں گے؟ اگر مجازی مسیح موعود لکھنے کے باوجود آپ حقیقی مسیح موعود ہیں جسکی خبر قرآن وحدیث میں ہے۔ اور آپ کے جملہ کمالات ظلی ہونے کے باوجود اصلی اور حقیقی ہیں۔ تو پھر نبی کے لفظ کے ساتھ مجازی یا ظلی تجویز کرنے سے آپ کی نبوت کی نفی یا ناقص نبوت کیسے مراد ہو سکتی ہے۔ فتدبر

سوال ۲ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا" (الوصیت)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسا نبی کا خطاب کئی لوگوں کو مل چکا ہے۔ اس میں حضرت صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ نیز حضرت صاحب نے چشمہ معرفت اور حقیقۃ الوحی میں اپنے آپ کو آنحضرت صلعم کے عاشقوں۔ غلاموں اور خادموں میں شمار کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ نبی نہ تھے۔

الجواب۔ اس امر سے کون انکار کرتا ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور خدام میں شامل نہیں۔ حضور تو خود فرماتے ہیں:۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اس عشق کامل واتباع اکمل کے نتیجہ میں ہی تو آپ کو یہ نعمتِ نبوت ملی۔ کیا عشق نبی اور متابعت آنحضرت صلعم مقام نبوت سے منافی ومتضاد ہیں؟ جب نہیں۔ تو پھر عاشقوں اور غلاموں میں اپنے آپ کو شمار کرنے سے نبوت کا انکار کیونکر ہوگیا چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ میں ایک پہلو سے اُمتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی۔ اور وہ نبوت براہ راست نہیں۔ بلکہ اُمتی ہونے کی کامل برکات نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض تامہ نے مجھے یہ درجہ نبوت بخشا ہے۔ اور درحقیقت وہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے۔ جو میرے آئینہ صافی میں جلوہ نما ہوئی۔ . . . اور یہ بھی یاد رہے۔ میرے پاس بھی اس قسم کی نبوت کے وہی دلائل ہیں جو سب انبیاء کے پاس ہوتے چلے آئے ہیں۔" (الحکم ۱۷۔ نومبر ۱۹۰۵ء)

باقی رہا کہ حضور کے اس ارشاد کہ "بعض افراد نے باوجود امتی ہونیکے نبی کا خطاب پایا" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت میں اور لوگوں کو بھی نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

(ا) "اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا۔ جو امتی بھی ہے۔ اور نبی بھی" (حقیقۃ الوحی ۲۸)

(ب) "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء۔ اور ابدال اور اقطاب اس امت سے گذرے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے پانے کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

ان دو حوالوں کو الوصیت کے حوالہ سے اگر ملایا جائے۔ تو بات خود بخود حل ہو جاتی ہے کہ بعض افراد سے مراد صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات ہے نہ کوئی اور۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دوسرے مقام پر اپنے لئے "بعض افراد" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور مراد اپنی ذات ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

(ا) "اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۳۳۷)

(ب) "خوب غور کر کے دیکھ لو۔ اور دنیا میں تلاش کر لو۔ کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ یہ پیشگوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے" (حقیقۃ الوحی ص۳۳۷)

گویا سورہ تحریم کی پیشگوئی کے مصداق کے لئے بعض افراد کے الفاظ استعمال کئے اور بعد ازاں خود اس کو اپنے نفس اور ذات کے لئے مخصوص فرمایا بعینہٖ اس طرح الوصیت میں "بعض افراد" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جنکی تخصیص حقیقۃ الوحی کا مندرجہ حوالہ کر رہا ہے۔

سوال ۳ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی ص۱۹۳ پر حدیث "ان اللہ

یبعث لهٰذه الامة علیٰ رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها
کے مطابق اپنے آپ کو مجدد قرار دیا ہے نہ کہ نبی۔ اسی طرح براہین احمدیہ حصہ پنجم اور آئینہ کمالات اسلام میں اپنے دعویٰ "مسیح موعود" کو مجددین سے بڑھ کر قرار نہیں دیا

الجواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف حیثیات اور آپ کے مختلف مراتب ہیں۔ آپ مجدد صدی چہار دہم۔ مسیح موعود۔ نبی۔ مہدی موعود اور کرشن ہیں ان میں سے کوئی منصب اور دعویٰ دوسرے منصب کے خلاف یا متضاد نہیں۔ حضور علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں "حدیث مجددین" پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ میں صدی چہار دہم کا مجدد ہوں۔ اور مسیح موعود ہوں۔ فرمایا:۔

"وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے۔ وہ میں ہی ہوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۴)

(ا) "میں وہ مسیح موعود ہوں۔ اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

(ب) "آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے۔ اُس کا انہی حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا۔ امتی بھی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)

پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام "حدیث مجددین" کے مطابق چودھویں صدی کے مجدد ہیں تو دوسری احادیث کی رو سے مسیح موعود اور نبی اللہ ہیں۔ اور آپ کا اپنے آپکو مجدد لکھنا نبوت کی نفی کرنے والا نہیں۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ آپ کا اپنے آپکو مجدد تحریر کرنا نبوت کی نفی کرنے والا ہے۔ تو پھر اس بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجدد اعظم قرار دیا ہے (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴) اور حضرت مسیح ناصری کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ اسرائیلی شریعت کے احیاء کے لئے چودھویں صدی کے مجدد تھے۔ تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مجدد قرار دینے سے اُن کی نبوت کی نفی ہوگئی۔ ہرگز نہیں۔ (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳)

کیونکہ ہر نبی مجدد بھی ہوتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح حضور نے اپنے لئے بھی لفظ مجدد استعمال فرمایا ہے۔ فتدبر

سوال ۸:۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر و دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب)

الجواب - حضرت مسیح علیہ السلام شروع میں نبی کی یہ تعریف سمجھتے تھے کہ
"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر افاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں" (الحکم جلد ۳ ۲۹ ۱۸۹۹ء)

اور اس تعریف کے مطابق آپ اپنی نبوت سے انکار کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے اپنے منکر کو کافر نہ قرار دیتے تھے۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے آپ پر یہ انکشاف کر دیا۔ کہ نبی کے لئے شریعت لانا شرط نہیں۔
"نبی کے معنوں پر غور نہیں کیا گیا۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم) تو حضرت نے اپنی نبوت کا کھلم کھلا اعلان فرمایا۔
"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے۔ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں۔ یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

پس جب تعریف نبوت میں تبدیلی ہو۔ اور حضور نے صاف طور پر نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا۔ تو تریاق القلوب کے فتویٰ کا بھی تبدیل ہونا لازمی اور ضروری ہے اب آپ کے منکر کی وہی حیثیت ہوگی جو کہ انبیاء کے منکرین کی ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر الہام فرمایا:۔
"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا۔ اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے"
(اشتہار معیار الاخیار ۱۵ مئی ۱۹۰۰ء)

اب اس الہام کی موجودگی میں حضور علیہ السلام کے منکرین کی پوزیشن پر غور فرمائیں

اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان اور جہنمی ہو کر بھی وہ مسلمان ہی رہیں گے۔

الجواب ۲۔ حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تریاق القلوب کے حوالہ کا حل بیان فرما دیا ہے۔ ایک سائل آپ سے دریافت کرتا ہے۔ کہ آپ تریاق القلوب میں یہ لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اور عبدالحکیم خاں کو لکھتے ہیں:۔ کہ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔" ان دونو باتوں میں تناقض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا یہ حل پیش فرماتے ہیں:۔

(ا) "یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھیراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا۔ کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے .... اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

(ب) "اگر میں مفتری نہیں اور مومن ہوں۔ تو اس صورت میں وہ میری تکذیب اور تکفیر کے بعد کافر ہو کر مجھ کو کافر ٹھیرا کر اپنے کفر پر مُہر لگا دی۔ یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۴)

(ج) "کفر دو قسم پر ہے۔ (اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لئے وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر اور کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹)

اگر اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا حوالجات پر یکجائی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منکر خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا غیر مسلمان۔ اور کافر ہے۔ اور حضور کی انہی تحریرات کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے۔

سوال ۵ ہم خلافت حقہ کے قائل ہیں۔ بشرطیکہ حضرت مولوی نورالدین صاحب

جیسا کوئی بھی خلیفہ ثابت ہو۔

الجواب۔ یہ ایک خوشی کی بات ہے کہ آپ شریعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے مطابق جماعت احمدیہ میں خلافت حقہ کے قائل ہیں۔ مگر آپ کے عمائد پہلے قائل اور اب اس امر کے منکر ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ۱۹۳۸ء میں یہ تحریر کیا تھا:۔

"اسلامی اصطلاح میں خلافت نبوت کی ہوتی ہے تاکہ نبوت جو نیا دین لاتی ہے اسے خلافت کے ذریعہ تمکن کیا جائے لیکن حضرت مسیح موعود نہ نبی تھے۔ وہ کوئی نیا دین نہ لائے تھے ... ۔ پس جب حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے۔ کوئی نیا دین نہیں لائے تھے۔ تو آپ کی خلافت کیسی؟ اس لئے آپ کو کوئی آیت استخلاف بھی الہام نہیں ہوئی۔ اور نہ آپ نے وصیت میں اپنی خلافت کا ذکر کیا پس ہم اس بدعت کے کیوں مرتکب ہونے لگے۔" (مراۃ الاختلاف ص۲۹)

حالانکہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ تو صدر انجمن کے سیکرٹری نے انجمن کی نمائندگی میں اس وقت یہ اعلان کیا تھا۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان واقربار حضرت مسیح موعودؑ باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی۔ اور جسکی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نورالدین سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔" (بدر جون ۱۹۰۸ء)

عمائد پیغام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ اور آپکی بیعت کی۔ اور ایک دفعہ نہیں۔ دو دفعہ۔ اور چھ سال تک بیعت پر قائم اور خلافت کے قائل رہے۔ بعدازاں آپ کی وفات پر خلافت کے ہی منکر ہو گئے۔ کیا اس تبدیلی عقیدہ میں کوئی خاص اغراض تو مخفی نہیں تھیں۔

آپ کو یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ کیا آپ کا اعتراض معقول بھی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص

حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد یہ کہہ دیتا کہ اگر حضرت ابو بکر جیسا کوئی خلیفہ ہو تب ہم اسے مانیں گے۔ کیا اس کا یہ اعتراض درست ہو سکتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابو بکر کے متعلق تو آنحضرت نے فرما دیا۔ کہ ابوبکر افضل ھذہ الامۃ۔ اب آپ کے بعد آپ جیسا تو نہ ہو سکتا تھا۔ تو کیا خلافت کا ہی انکار کر دیا جاتا۔ پھر آپ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ اپنے بعد آنیوالے کے لئے پڑھ لیں۔ آپ ان کی شان کو کس طرح بیان فرماتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری نسبت نہیں۔ بلکہ اگلے خلیفہ کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں مگر تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابو بکر اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر آئے۔" (بدر ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

کیا ان الفاظ کے پیش نظر آپ کا اعتراض درست ہے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ اپنے بعد آنے والے خلیفہ کی شان بہت بلند بیان کرتے ہیں۔ تو آپ نے کس طرح یہ فیصلہ کر لیا کہ آپ کے بعد آنے والا آپ کے مرتبہ کا نہیں۔

سوال ۶:۔ آپ لوگوں کی طرف سے غلط تاویلات کی بنا پر میاں محمود احمد صاحب کو کبھی مصلح موعود اور کبھی فضل عمر اور کبھی تین کو چار کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

الجواب:۔ مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں پیشگوئی فرمائی۔ اور اسکی پیدائش کے لئے خدا سے خبر پا کر ۹ سال مدت مقرر کی (اشتہار محک اخیار و اشرار) اور اس کے مندرجہ ذیل الہامی نام تحریر فرمائے۔

"پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر بھی ظاہر کیا گیا ہے" (سبز اشتہار ص ۲۱)

اس پیشگوئی کے مطابق نو سالہ میعاد کے اندر ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کو سیدنا محمود پیدا ہوئے اور حضور نے آپکا نام بشیر اور محمود تجویز فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرما دیا۔ کہ یہ وہی لڑکا ہے جسکی پیشگوئی سبز اشتہار میں کی گئی تھی۔ اور آپنے اپنی مختلف کتب میں اس امر کو درج فرمایا ہے۔ نیز ۲۸۔ جنوری ۱۹۴۴ء کو سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی خدا تعالیٰ سے رؤیا پاکر مصلح موعود ہونے کا حلفیہ طور پر اعلان کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام کی یہ پیشگوئی نہایت شان کے ساتھ آپ کے وجود میں پوری ہوئی۔ اور واقعات عالم اس پر شاہد ہیں۔ اس لئے ہمارا

زعیم بہائیت جناب شوقی آفندی صاحب سے چند سوالات

بعض بہائی دوست حضرت سیدنا و امامنا خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں سوالات بھجواتے ہیں اور یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے سوالات کے جواب ضرور دیئے جائیں۔ چنانچہ حضور انکے سوالات کے جوابات بھجوا دیتے ہیں۔ اس کے مقابل پر زعیم بہائیت کا یہ حال ہے کہ جب کوئی احمدی انہیں ملنے کے لئے جاتے ہیں تو وہ ملنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور اگر انہیں کوئی خط بھیجا جائے تو وہ اسے وصول نہیں کرتے بلکہ اسے واپس کر دیتے ہیں۔ پس جب بہائی لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں سوالات بھیجتے ہیں اور جوابات چاہتے ہیں تو پھر ہمارا بھی یہ حق ہے کہ اگر ہمیں بہائیت کے متعلق کوئی اعتراض ہو تو وہ زعیم بہائیت کی خدمت میں بھیجدیں اور وہ ہمارے اعتراضات کا جواب دیں۔ چنانچہ ہم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ایماء سے درج ذیل گیارہ سوالات شوقی آفندی صاحب کی خدمت میں ان کے ایک مرید کی معرفت بھجوا رہے ہیں۔ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ شوقی آفندی صاحب خود یا اپنی اجازت اور تصدیق سے کسی اور شخص سے ان سوالات کے جوابات لکھوا کر بھجوا دیں۔ لیکن اگر شوقی صاحب نہ تو خود جواب دیں اور نہ انکی اجازت اور تصدیق سے کوئی اور جواب دے۔ تو پھر بہائیوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز امام جماعت احمدیہ اگر ان میں سے کسی کے ارسال کردہ سوالات کے جوابات نہ دیں۔ تو پھر ان میں سے کسی کو شکوہ اور اعتراض کی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے۔

سوالات حسب ذیل ہیں:-

(۱) کیا بہاء اللہ صاحب کی ہر تحریر اور قول ویسی ہی وحی ہے جس طرح کہ مسلمان

قرآن مجید کو سمجھتے ہیں۔ یعنی اس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہُوا ہے۔ کوئی خفیف دخل بھی اس میں انسان کا نہیں یا بعض تحریرات و اقوال بہاء اللہ صاحب کے وحی کا رنگ رکھتے ہیں اور بعض اقوال انسانی اقوال ہیں۔ جیسے کہ مسلمانوں میں حدیث کا مرتبہ ہے

۲۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۹۳۴ء میں یہ چیلنج دیا تھا کہ "اگر کوئی ایسا ہی جیسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے ہم سے مقابلہ کرے"۔ پھر فرمایا "ان کو مقابلہ میں آنا چاہیئے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائمقام ہوں"۔ آپ کے اس چیلنج پر ربع صدی گزر چکی ہے۔ اور باوجود آپ کو (شوقی آفندی صاحب کو) بار بار توجہ دلانے کے آپ اس مقابلہ پر تیار نہیں ہوتے اسکی کیا وجہ ہے۔

(۳) بہاء اللہ صاحب نے اپنے مرنے سے دو سال قبل ایک وصیت نامہ "کتاب عہدی" کے نام سے لکھا تھا۔ اور وہ عبد البہاء آفندی کے سپرد کر دیا۔ بہائی تاریخ "الکواکب الدریہ" میں اس وصیت نامہ کو درج کیا گیا ہے۔ بہاء اللہ نے اقدس میں لکھا تھا کہ میرے مرنے کے بعد یرجع الحکم الی الاغصان بہائی اوقاف کے حاکم میرے بیٹے ہونگے۔ وصیت نامہ میں بہاء اللہ نے لکھا ہے۔ قد اصطفینا الاکبر بعد الاعظم امرًا من لدن علیم خبیر۔ یعنی ہم نے غصن اعظم (عبد البہاء) کے بعد غصن اکبر (مرزا محمد علی) کو چن لیا ہے۔ یہ خدائے علیم و خبیر کا حکم ہے۔ لیکن اس وصیت کو عبد البہاء نے بدل دیا۔ اور اپنے بعد محمد علی کو زعیم نہ بننے دیا۔ بلکہ آپ کو (شوقی آفندی صاحب کو) نامزد کر دیا۔ بہاء اللہ صاحب نے جس بات کو علیم و خبیر ہستی کا کلام قرار دیا تھا۔ ان کے بیٹے نے اسے منسوخ کر کے ثابت کر دیا۔ کہ وہ علیم و خبیر کا حکم نہ تھا۔ بلکہ بہاء اللہ صاحب کی نفسانی باتیں تھیں۔

(۴) آپ کہتے ہیں کہ بہائیت دنیا کے لئے تریاق اکبر اور قرآن مجید اسکے ذریعہ سے منسوخ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ بہائی شریعت اور تریاق اکبر کی جو تمام دنیا کے لئے آیا ہی عام اشاعت کیوں نہیں کرتے۔ اور کیوں عبد البہاء نے اقدس کی اشاعت کو ناجائز قرار دیتے ہوئے کہا ہے۔ کہ "کتاب اقدس اگر طبع شود نشر خواہد شد۔ در دست اراذل متعصبین خواہد او فتاد لہذا جائز نہ" نیز اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بہائی اسمیں تحریف نہ کرینگے۔

(۵) اگر بہائیت زندہ مذہب ہے۔ اور اسکی تعلیم تریاق اکبر ہے۔ تو اس کو چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور بہاء اللہ صاحب نے اپنے متبعین کو کیوں یہ تعلیم دی ہے کہ "استر

ذھبك وذھابك ومذھبك" اور پھر کیوں بہائی وقتاً فوقتاً تقیہ کرتے ہیں۔

(۶) اقدس میں لکھا ہے کہ قد کتب اللہ علیکم النکاح ایاکم ان تجاوزوا عن الاثنتین ومن اتخذ بکرًا للخدمۃ لا بأس علیہ اب سوال یہ ہے کہ اسلام نے جو چار بیویاں کرنے کی اجازت دی ہے اس کو مٹا کر دو کی اجازت دینے میں کیا حکمت ہے۔ اور جب دو جائز ہیں تو بہائی کیوں کہتے ہیں کہ بہاء اللہ نے مرد و عورت میں مساوات قائم کی ہے۔

(۷) بہاء اللہ نے زکوٰۃ کا حکم دیتے ہوئے کہا تھا کہ سوف نفصل لکم نصابها وہ نصاب بہاء اللہ کی کتب میں کہاں ہے۔

(۸) اقدس میں لکھا ہے۔ وجعلنا الدار المسکونۃ والالبسۃ المخصوصۃ للذریۃ من الذکران دون الاناث۔ سوال یہ ہے کہ اس حکم کی موجودگی میں بہائیت کا وہ دعوٰے کہاں گیا کہ اس نے مرد و عورت کے حقوق مساوی رکھے ہیں

(۹) رسالہ کوکب ہند جلد ۲ نمبر ۶ میں اعلان کیا گیا تھا کہ "اہل بہا دور نبوت کو ختم جانتے ہیں۔ امت محمدیہ میں بھی نبوت جاری نہیں سمجھتے ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے اس لئے خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو نبوت سے آگے ایک نئی شان رکھتا ہے اور یہ دور نبوت کے ختم ہونے کا کھلا کھلا اعلان ہے۔ اس لئے اہل بہا نے کبھی نہیں کہا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی۔ اور موعود کل ادیان نبی یا رسول ہے۔ بلکہ اس کا ظہور مستقل خدائی ظہور ہے" کیا جناب شوقی آفندی کو بھی اس بیان سے اتفاق ہے۔

(۱۰) کوئی ایسا روحانی ذریعہ بیان کریں جسکے اختیار کرنے سے انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہو یا کوئی ایسی اخلاقی بات جس کا اختیار کرنا ضروری ہو۔ اور وہ اقدس میں تو بیان ہو

لیکن قرآن مجید میں نہ ہو۔

(۱۱) علی محمد باب نے اپنی کتاب میں صرف فریقین یعنی مرد و عورت کی رضامندی کو نکاح کے لئے کافی قرار دیا تھا لیکن بہاء اللہ نے اقدس میں ماں باپ کی رضامندی کو بھی ضروری قرار دیا ہے جیسے کہ لکھا ہے۔ انہ قد حدد فی البیان برضاء الطرفین انا لما اردنا المحبۃ والوداد واتحاد العباد لذا علقناہ باذن الابوین بعدھما لئلا تقع بینھم الضغینۃ والبغضاء معلوم ہوتا ہے کہ باب اور بہاء اللہ کی شریعت کا ایک سرچشمہ نہیں کیونکہ بہاء اللہ اپنے احکام کو اتحاد اور محبت کا ذریعہ بیان کرتا ہے اور باب کے حکم کو دشمنی اور عداوت پیدا کرنیکا۔ (۲) یہ تعلیم خدا تعالیٰ کیطرف سے نہیں ہو سکتی کیونکہ کبھی خدا تعالیٰ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں تعلیم جو پہلے دی تھی اس سے بغض پیدا ہوتا ہے اور فلاں تعلیم جو پہلے دی ہے اس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

امر بہائی میں دینی وحدت کا بے فروغ ادعاء

(مکرمی قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ)

بہائیوں کو میں نے اپنے ایک مضمون میں چیلنج دیا تھا کہ وہ بہاء اللہ کی کوئی ایسی تعلیم پیش کریں جو ان کے نزدیک قرآن مجید کی کسی تعلیم کے مقابلہ میں اعلیٰ ہو۔ اس پر ایک بہائی محمد حسین صاحب صابری نے لکھا کہ:-

خاکسار آپ کا چیلنج منظور کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کتب سابقہ کی تعلیمات میں سے کچھ نمونے پیش فرمائیں جن کے مقابلہ میں آپ کے نزدیک قرآن مجید کی تعلیمات اعلیٰ ہوں پھر اسی طریق اور نمونے کے مطابق قرآن مجید کی کسی تعلیم پر حضرت بہاء اللہ کی تعلیم کی برتری ثابت کر دی جائیگی" (پیامبر دہلی مئی ۱۹۴۸ء ص ۔)

صابری صاحب کے اس مطالبہ کے جواب میں ماہ جون ۱۹۴۸ء کے فرقان میں میں نے کتب سابقہ کے مقابلہ میں قرآن مجید کی بعض خصوصیات کو بطور نمونہ پیش کر دیا ہے۔ مگر میرے مضمون کا انتظار کئے بغیر ایک اور بہائی ایم اے صمدانی نے ماہ جون ۱۹۴۸ء کے پیامبر میں میرے چیلنج کے جواب میں "دین بہائی کی خصوصی تعلیمات" کے عنوان کے ماتحت ایک مقالہ لکھا ہے جس میں بجائے دین بہائی کی خصوصیات بیان کرنے کے صرف ایک خصوصیت کا ذکر کیا ہے جو مضمون نگار کے زعم میں دین بہائی کی ایک لاجواب خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کو "وحدت دینی" کے بغلی عنوان کے تحت میں درج کیا گیا ہے۔ اور اس میں لکھا ہے:-

"ہر دین کے نادان دوستوں نے کلام الہٰی کے سمجھ میں نہ آنے والے حصے کے سمجھ لینے کا دعویٰ کر کے کلام الہٰی کی من مانی تفاسیر کیں۔ اور محققین کے لئے یہ سمجھنا دشوار ہو گیا کہ واقعی اور حقیقی طور پر کتاب اللہ کے صحیح معنے کیا ہیں اور کونسی ہستی کتاب الہٰی کے اسراری حصہ کا صحیح مطلب بیان کرتی ہے تاکہ

ہم صرف اسی کو واجب الاطاعت سمجھیں اور کاذب مدعیان علم وفضل کی پیروی نہ کریں۔ (پیامبر دہلی بابت جون ص۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

کتاب الٰہی اپنی نصوص صریحہ میں کسی شخص واحد کو اپنے اسراری حصہ کا صحیح سمجھنے والا معین نہیں کرتی۔ اور نہ ہی اس کے بیان وتفسیر کو جزو ایمان قرار دیتی ہے یہ ہے وہ ضروری اور اشد ترین ضروری تعلیم جو دنیا کے ہر دین کی بنیادی دینی کتاب میں نہیں ملتی جس کا خمیازہ ہر دین کے ماننے والی اقوام باہمی فساد اور عناد اور جنگ وجدال اور فرقہ بندی ولعن وتکفیر کے عذاب کی صورت میں مشاہدہ کر رہی ہے ص۲ پھر اسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

اس کتاب کے تیس پاروں کی ایکسو چودہ سورتوں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات مبارکہ میں آپ کسی واحد منصوص نام کو نہیں پائینگے جیسے اللہ تعالیٰ نے نام لیکر قوم کو یہ بتا دیا ہو کہ کتاب اللہ کے سمجھ میں نہ آنیوالے حصہ کو سمجھنے کے لئے فلاں شخص کی جانب رجوع کرو۔ اس منصوص نام کے نہ ہونے سے وہی نقصان پہنچا جو گزشتہ ادیان کو پہنچ چکا ہے۔ ص۲

پھر دین بہائی کی خصوصیت کا یوں ذکر کرتے ہیں:۔

عصر حاضر میں دنیا و دین میں "وحدت دینی" کے قیام کی خصوصیت صرف اور صرف دین بہائی کو ہی حاصل ہے کیونکہ صرف اسی دین کے منزل من اللہ کلام میں ایک ہستی کو مخصوص اور معین طور پر کلام الٰہی کے سمجھ میں نہ آنے والے حصہ کو سمجھنے والا قرار دیکر وحدت دینی کو قائم کیا گیا۔ اور دین کو تفسیری اختلاف کے باعث متفرق اور متشتت ہونے سے محفوظ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد صمدانی صاحب اس معین اور منصوص شخصیت کا تعارف بہاء اللہ صاحب کی "کتاب اقدس" سے ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

(۱) اے اہل انشا جب فاختہ شاخ ثنا سے پرواز کر جائیگی اور مخفی اور دور ترین مقصد کا ارادہ کریگی تو کتاب کا جو حصہ سمجھ میں نہ آئے تو اسے اسی شاخ کی طرف لوٹانا جو اصل قویم سے نکلی ہے۔

۲۔ جب وصال کا سمندر تہ میں چلا جائے اور ابتدائی کتاب انجام کو پہنچ جائے تو اس کی طرف توجہ کرو جو اصل قدیم کی شاخ ہے اور جس کا اللہ نے ارادہ کیا ہے۔

۳۔ حکم الٰہی یہ ہے کہ اغصان اور افنان اور منتسبین سب کو چاہیئے کہ غصن اعظم کی طرف متوجہ رہیں۔ اس حکم کو دیکھو جو ہم نے کتاب اقدس میں نازل کیا ہے....

...اس آیہ مبارکہ سے مقصود غصن اعظم ہیں (یعنی حضرت عبدالبہاء) ہم نے اسی طرح اپنے فضل سے یہ امر ظاہر کیا ہے اور ہم فضل و بخشش کرنے والے ہیں۔"

مندرجہ بالا تینوں حوالہ جات جو درج کئے گئے ہیں۔ یہ صمدانی صاحب کے اپنے الفاظ میں بہاء اللہ صاحب کی تحریرات کا ترجمہ ہیں۔ میں نے صمدانی صاحب کے اس مضمون پر تبصرہ کرنے سے پہلے ان کے مضمون کے ضروری اقتباسات بھی خود ان کے الفاظ میں درج کر دیئے ہیں۔

صمدانی صاحب کی بیان کردہ خصوصیّت پر پہلا اعتراض

اب صمدانی صاحب مندرجہ ذیل حقائق پر غور کریں:۔

(اوّل) وحدت دینی کے قیام کے لئے بقول صمدانی صاحب بہاء اللہ صاحب نے عبدالبہاء کو اپنے بعد منصوص و متعین کیا۔ اب اگر بہاء اللہ صاحب من جانب اللہ ہوتے تو چاہیئے تھا کہ امر بہائی میں اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ صمدانی صاحب کے قول کے مطابق یہ انتظام اس لئے کیا گیا کہ جس طرح مذاہب سابقہ میں اختلاف پیدا ہو کر فرقہ بندی وقوع میں آتی رہی اس طرح امر بہائی میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ لیکن بہاء اللہ صاحب کی یہ تجویز کارگر نہ ہوئی۔ چنانچہ عبدالبہاء صاحب خود معترف ہیں کہ:۔

امر اللہ کا ایک دشمن وہ شخص ہے جو حضرت بہاء اللہ صاحب کے کلام کی تفسیر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور اس طرح اپنی قابلیت کے مطابق ان معنوں پر رنگ چڑھائے گا۔ اور اپنے گرد پیرو جمع کرے گا۔ اور اپنے آپ کو بڑا بنانے اور امر اللہ میں مناقشہ ڈالنے کیلئے ایک نیا فرقہ کھڑا کرے گا۔

سٹار آف دی ویسٹ (نجم باختر جلد ۳ ص)

پھر عبدالبہار صاحب نے امر بہائی میں فرقہ بندی کا صرف امکان ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ وہ اس فرقہ بندی کے وقوع کا بھی ان الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ :-

یہ لوگ (فرقہ بندی بڑھانے اور مرکز بیثاق سے منہ پھیرنے والے ناقل) اس جھاگ کی مانند ہیں جو سطح سمندر پر جمع ہوتی ہے بحر بیثاق سے ایک لہر اُٹھے گی اور ملکوت الٰہی کی قوت کے ذریعہ اس جھاگ کو دور کنارے پر جا پھینکے گی۔"

(سٹار آف دی ویسٹ (نجم باختر جلد اول ۹۵)

پس جب امر بہائی میں بقول عبدالبہار صاحب فرقہ بندی وقوع میں آگئی۔ تو بہائیوں کی وحدت دینی نے پاش پاش ہو کر اس امر کو ثابت کر دیا کہ امر بہار اللہ منجانب اللہ نہ تھا کیونکہ صمدانی صاحب نے امر بہائی کی یہ خصوصیت بیان فرمائی ہے کہ بہار اللہ صاحب کی اس تنصیص اور تعیین سے کہ ان کے بعد صرف عبدالبہار ان کے کلام کے مفسر ہونگے اور ان ہی کی طرف ان کے ماننے والوں کو رجوع کرنا چاہیئے۔ چونکہ صمدانی صاحب کے قول کے مطابق اس بات کا انتظام کیا گیا ہے کہ وحدت دینی قائم رہے۔ اور امر بہائی میں فرقہ بندی رونما نہ ہو۔ اس لئے امر بہائی میں فرقہ بندی کا نمودار ہو جانا اس امر کی قطعی دلیل ہوگا کہ امر بہائی منجانب اللہ نہ تھا۔

اب صمدانی صاحب جواب میں دیگر ادیان کے ماننے والوں میں فرقہ بندی پیدا ہو جانے کو بطور مثال پیش کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ لکھ چکے ہیں کہ بہار اللہ صاحب نے جو انتظام اپنی نص اور تعیین سے کیا تھا۔ وہ اس لئے تھا کہ جس طرح پہلے ادیان میں فرقہ بندی پیدا ہوتی رہی ہے اس طرح امر بہائی میں بھی فرقہ بندی پیدا نہ ہو۔ اور اس انتظام کو صمدانی صاحب نے ادیان سابقہ اور اسلام کے مقابلہ میں بڑے فخر کے ساتھ پیش کیا تھا۔ لیکن عجیب بات ہے جس غصن اعظم یعنی عبدالبہار صاحب کو بہار اللہ صاحب امر بہائی میں وحدت دینی کے قیام کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ خود وہی عبدالبہار صاحب اپنے زمانہ میں امر بہائی میں تفرقہ واقع ہو جانے کے معترف ہیں۔ پس امر بہائی کے ماننے والوں میں تشتت و افتراق کا پیدا ہو جانا نہ صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ بہار اللہ کی اس تنصیص اور تعیین کو صمدانی صاحب کو اس فخر کے ساتھ اسلام کے مقابلہ میں پیش کرنے کا کوئی حق نہیں۔ جس فخر و مباہات

کے ساتھ وہ اسے اپنے مضمون میں پیش کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ امر بہائی ہرگز منجانب اللہ نہ تھا

دوسرا اعتراض بموجب قول صمدانی صاحب بہاء اللہ صاحب نے وحدت دینی کے قیام کے لئے جو انتظام کیا ہے وہ نوع انسانی کی سخت توہین ہے۔ صاحب شریعت کی تفسیر کا مفسر صرف اور صرف ایک آدمی کو قرار دے دینا یہ نوع انسانی کے دماغوں اور قابلیتوں کی سخت توہین ہے اور وہ بھی ایک موہوم فائدہ کے لئے جو بہاء اللہ صاحب کو پھر بھی حاصل نہ ہو سکا۔ کسی قوم کو صرف ایک شخص کی تفسیر کا ہمیشہ کے لئے پابند کر دینا۔ اور شخص بھی وہ جو ملہم اور مہبط وحی نہیں۔ اور اس طرح نوع انسانی کو اپنی اجتہادی قوتوں اور دین میں تدبر و تفکر کے استعمال سے روک دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ انہیں ہمیشہ کے لئے ذہنی اور فکری غلامی میں مبتلا کیا جائے اور انکی اجتہادی قوتوں کو امر دینی میں بیکار کر کے ہمیشہ کے لئے مار دیا جائے۔ پس یہ نوع انسانی کی قطعاً کوئی خدمت نہیں۔ بلکہ ایسی تعیین نوع انسانی کی قابلیتوں کی سخت توہین ہے اس توہین کی صمدانی صاحب کی غلامانہ ذہنیت ہی برداشت کر سکتی ہے

تیسرا اعتراض صمدانی صاحب سے ایک امر دریافت طلب یہ ہے کہ غصن اعظم کے کٹ جانے (یعنی عبد البہاء صاحب کی وفات) سے بعد کے زمانہ کے لئے بہاء اللہ صاحب نے وحدت دینی کے قیام کے لئے کیا انتظام کیا ہے۔ عبد البہاء صاحب کی وفات کے بعد بہائیوں کو کتاب اقدس وغیرہ کی تشریح و تفسیر کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی یا پیش تو آتی ہے مگر عبد البہاء صاحب بہاء اللہ صاحب کی سب تصنیفات کی تشریح کر گئے ہیں اس لئے اس کی طرف رجوع کرنا ہی کافی ہے۔ اگر عبد البہاء صاحب نے کوئی ایسی جامع تشریح پیش نہیں کی۔ تو آیندہ پیش آنے والی ضرورتوں میں تشریح میں مرجع کس کو قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ بہاء اللہ صاحب نے تو بقول صمدانی صاحب اس کام کے لئے منصوص اور معین شخصیت عبد البہاء صاحب کو ہی قرار دیا ہے چونکہ عبد البہاء صاحب وفات پا چکے ہیں اور انہوں نے بہاء اللہ صاحب کی تصنیفات

کی کوئی جامع تشریح نہیں چھوڑی۔ لہٰذا اب قوم کو بہر حال اپنے اجتہاد سے ہی کام لینا پڑے گا۔ اور اس سے قوم کا اختلاف سے دوچار ہونا ضروری ہوگا۔ حالانکہ تفسیر کے لئے عبدالبہاء صاحب کو مرجع قرار دیکر بہاء اللہ صاحب نے اختلاف کے اس خطرہ کو دور کیا تھا جس سے بقول صمدانی صاحب ادیان سابقہ کے پیروؤں کو دوچار ہونا پڑا۔

پس نتیجہ کے لحاظ سے بہاء اللہ صاحب کے اس انتظام کو صمدانی صاحب کے اسلام کے مقابلہ میں فخر کے ساتھ پیش کرنے کا کوئی حق نہ رہا۔

چوتھا اعتراض صمدانی صاحب بتائیں کہ عبدالبہاء صاحب نے بہاء اللہ صاحب کے کسی عقیدہ سے اختلاف تو نہیں کیا۔ اگر اختلاف کیا ہے تو انہوں نے اپنے اختیارات کو ناجائز طور پر استعمال کیا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بہاء اللہ صاحب نے وحدت دینی کا انتظام جو کتاب اقدس میں بیان کیا ہے خدا کے حکم سے نہ تھا۔ کیونکہ اگر کتاب اقدس بہاء اللہ صاحب کی اپنی تصنیف نہ ہوتی بلکہ وحی الٰہی ہوتی تو پھر عبدالبہاء صاحب جیسی منصوص اور موعود شخصیت اپنے اختیارات کو اس طرح ناجائز طور پر استعمال نہ کرتی۔ اب صمدانی صاحب بتائیں کہ عبدالبہاء صاحب نے کسی عقیدہ میں بہاء اللہ صاحب سے اختلاف کیا ہے یا نہیں۔ ان کا جواب آنے پر انشاء اللہ پھر میں اصل حقیقت پر روشنی ڈالوں گا۔

پانچواں اعتراض صمدانی صاحب بھولے ہوئے ہیں۔ ورنہ عبدالبہاء صاحب نے امر بہائی کی تفسیر و تشریح کیا کرنی تھی۔ جبکہ امر بہائی نہ بہاء اللہ کی زندگی میں نافذ ہوا۔ اور نہ ہی عبدالبہاء صاحب کی زندگی میں نافذ ہوسکا۔ ایسے دین پر کیا فخر ہوسکتا ہے جس کی کتاب شریعت کو بہائیوں کو ابھی تک دنیا میں شائع کرنے اور پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے مصنف نے استر مذہبك کی تعلیم دیکر اپنے ماننے والوں میں نفاق کا بیج بویا ہے۔

پس جب امر بہائی نافذ ہی نہیں ہوا۔ تو وحدت دینی کا سوال ہی پیدا

نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ کہ اس کے متعلق کسی انتظام کو صمدانی صاحب اسلام جیسے عالمگیر روشن اور شائع شدہ دین کے مقابل پیش کریں۔ جس کے اہم مسائل کی تفسیر خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے کر کے دکھائی۔ اور جس کے پھل ایک لمبے عرصہ تک دنیا کھا چکی ہے اور جس کا دعویٰ ہے کہ تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ کہ وہ ہر زمانہ میں خدا کے اذن سے اپنا پھل دیتا رہے گا۔

پس ایسے زندہ اور بار آور کامل دین کی موجودگی میں کوئی اور دین خدا کی طرف سے نازل نہیں ہوسکتا کیونکہ تعالیٰ لغو کام سے پاک ہے۔ وحدت نظامی اور وحدت دینی کے لئے اسلام کے کامل اور عالمگیر مذہب نے جو اعلیٰ درجہ کی بے نظیر تعلیم پیش کی ہے۔ اس وقت تک مجھے اسے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب تک صمدانی صاحب میرے اوپر پیشکردہ حقائق کے متعلق اچھی طرح اپنے خیالات کا اظہار نہ کریں۔

مضمون کے آخر میں میں صمدانی صاحب کو اتنا ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ مرکز میثاق سے علیحدگی کا موجب اختلاف خیالات اور تفسیری اختلافات نہیں ہوتا اختلاف مناسب حد کے اندر نہ صرف نقصان کا موجب نہیں بلکہ یہ قومی ترقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے۔ ہاں اگر اس کے ساتھ خود غرضی اور بغاوت شامل ہو جائے تو پھر یہ ضرور زحمت بن جاتا ہے۔ مگر بغاوت اور خود غرضی جب کسی قوم کے افراد میں آجائے تو پھر وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم بھی نظر انداز کر دیتی ہے۔ اسلام میں فرقہ بندی کا وجود گو پیدا ہوا اگر فرقہ بندی سے تو بابی اور بہائی بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ صمدانی صاحب کو بہاء اللہ صاحب کی تعلیم کی برتری ثابت کرنے کے لئے جو مضمون سوجھا ہے۔ اس میں انہوں نے ہمارے لئے ایک اور ایسا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ امر بہائی منجانب اللہ نہ تھا۔ اسلام میں اگر فرقہ بندی ہوئی تو یہ امر اسلام کے برحق ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس فرقہ بندی کے وجود میں آنے کے متعلق خود پیشگوئی فرمائی تھی پس اسلام
کی فرقہ بندی جہاں اسے حق پر ثابت کرتی ہے۔ وہاں صمدانی صاحب کے پیشکردہ
اصل کے مطابق بہائیوں میں فرقہ بندی ان کے باطل پر ہونے کا بین ثبوت ہے۔
و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

شذرات

امیر غیر مبائعین کے متعلق ایک خواب اور اسکی تعبیر

اخبار پیغام صلح ۲ر جولائی میں ایک دوست محمد حسین صاحب کا ایک خواب شائع
ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ اسکی وہ تعبیر شائع کی گئی ہے جو مولوی محمد علی صاحب نے
کی۔ خواب بالکل واضح ہے۔ لیکن امیر غیر مبائعین اس کو سمجھ نہیں سکے۔ اور دور کی ایک
تعبیر کر کے اپنی شان جتانی شروع کر دی۔ حالانکہ جو تعبیر انہوں نے کی ہے اس کا
خواب سے ذرا بھر بھی تعلق نہیں۔ خواب کے الفاظ یہ ہیں:۔

"گذشتہ شب آخر شب میں خود کو ایک مسجد میں دیکھتا ہوں۔ جہاں
بہت سے لوگ نماز جمعہ کے لئے جمع ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نماز جمعہ پڑھائیں گے۔ مگر ساتھ ہی لوگ
کہتے ہیں۔ کہ پاس ہی تھوڑے فاصلہ پر حضرت مولوی محمد علی صاحب
ایک دوسری مسجد میں بیٹھے ہیں اور بہت لوگ آپ کے پاس مسجد
میں بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کی ہے۔ کہ عوام کا خیال حضرت امام
رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نماز پڑھانے کا ہے۔ آپ دوسری جگہ کیوں نماز
پڑھانے کا خیال کرتے ہیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا ہے کہ
مجھے تو قطعاً کسی قسم کا حضرت امام کے خلاف اصرار نہیں۔ یہ عوام
بالاتفاق مجبور کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اگر ان کے ساتھ نماز میں شامل

ہوں تو میں سب سے پہلے ان کے ساتھ ہوں۔ اس پر تمام لوگ خاموش ہو گئے۔"
خواب کی تعبیر بالکل صاف ہے۔ کیونکہ مسجد سے مراد جماعت ہوتی ہے۔ گویا دو جماعتیں ہیں۔ ایک کے امام حضرت ابو حنیفہؒ ہیں اور دوسری جماعت کے امام مولوی محمد علی صاحب جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں لوگوں کی امامت انکے مجبور کرنے سے کرانا چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب تو نہیں چاہتے کہ حضرت امام کی مخالفت کریں۔ لیکن اپنے متبعین کے اصرار پر وہ ان کے مقابل پر آ گئے ہیں۔ اب بات صاف ہے۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہ سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ ہیں جنکی فقہ اور جن کا مذہب اب دنیا میں رائج ہو گا۔ اس کے مقابل پر مولوی محمد علی صاحب نے چند لوگوں کی خواہش کی بنا پر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنالی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل تو چاہتا ہے کہ وہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت میں آ جائیں لیکن اپنے پرانے رفیقوں کے طعن سے ڈرتے ہیں۔

دراصل اس خواب میں جماعت مبایعین اور جماعت غیر مبایعین کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ دونوں کے رہنماؤں کی کیا شان ہے اور یہ کہ مولوی محمد علی صاحب کے علیحدہ جماعت بنانے اور مبایعین میں شامل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ کاش! مولوی صاحب اس خواب پر دوبارہ غور کریں اور حقیقت کو پا لیں۔

انگریزی ترجمۃ القرآن پر بیجا فخر

میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے خواب مذکورہ بالا کی تعبیر میں دور کی باتیں لانی شروع کر دیں۔ مثلاً کہنے لگے۔ کہ ان کے وجود سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود ہے۔ کیونکہ ان سے حضرت مسیح موعود کی خواہش انگریزی ترجمۃ القرآن کی پوری ہوئی۔ ہم اس کے متعلق کئی بار وضاحت سے اور دلائل کیساتھ لکھ چکے ہیں کہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ان کی تفسیر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش ہرگز پوری نہیں ہوئی۔ اور نہ ان کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر کہلا سکتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے کئی جگہ حضرت اقدسؑ کی تعلیم کے خلاف دل کھول کر لکھا ہے۔ ہاں ان کے تفسیر لکھنے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا

ایک کشف پورا ہوا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"آج ہی ایک خواب میں دیکھا۔ کہ ایک چوغہ زرّین جس پر بہت سنہری کام کیا ہوا ہے مجھے غیب سے دیا گیا ہے۔ ایک چور اس چوغہ کو لے کر بھاگا۔ اس چور کے پیچھے کوئی آدمی بھاگا۔ جس نے چور کو پکڑ لیا۔ اور چوغہ واپس لے لیا۔ بعد اس کے وہ چوغہ ایک کتاب کی شکل میں ہو گیا جس کو تفسیر کبیر کہتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ چور اُس کو اس غرض سے لیکر بھاگا تھا کہ اس تفسیر کو نابود کر دے۔" (تذکرہ ص ۶۴۴)

مولوی محمد علی صاحب وہ علم تفسیر جو غیب سے اللہ تعالےٰ نے مسیح موعودؑ کو دیا تھا۔ قادیان سے لے کر بھاگے۔ اور ان کا ارادہ تھا۔ کہ علم کو ضائع کر دیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کو بھیج دیا۔ اور آپ کے ذریعہ "تفسیر کبیر" لکھی جا کر دنیا میں صحیح تفسیر قرآن کا وجود ظاہر ہو گیا۔ اگر کسی کو اس بارے میں شک ہو تو وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی لکھی ہوئی تفسیر کبیر اور آپ کے نوٹوں کا انگریزی ترجمہ جو حال ہی میں شائع ہوا ہے مطالعہ کر کے دیکھ لے کہ کیا واقعی حضور کا علم وہی نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ امید ہے کہ مولوی محمد علی صاحب آئندہ اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن پر بے جا فخر نہ کریں گے کیونکہ انکے لئے تو مقام خوف ہے۔

عبد اللطیف شہید پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور دفتر رسالہ "فرقان" قادیان سے شائع کیا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

فرقان

قادیان

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

مدیر:-
عبدالمنان عمر ایم اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ——— نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فرقان
قادیان

بابت ماہ اگست ۱۹۴۷ء

جلد ۵	ترتیب عنوانات	نمبر ۸

کھٰیٰعٰصٓ
میں
حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کا ذکر

(ابو المنیر نور الحق نائب مدیر)

الفضل ۳۰ اپریل سنہ ۴۷ء میں مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ایک کشف کا ذکر کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور نے دیکھا کہ آپ کا ذکر کھٰیٰعٰصٓ میں ہے۔ اسکے متعلق بعض دوستوں نے مجھ سے یہ استفسار کیا ہے کہ کھٰیٰعٰصٓ میں حضور کا ذکر کس طرح ہے۔ سو میں اختصاراً چند سطور ان دوستوں کے جواب میں لکھتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

جاننا چاہیئے کہ اس کشف کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"میرے ایک خطبہ میں یہ موجود ہے۔ جو سندھ سے واپسی پر دیا گیا۔ مجھے اس وقت صرف اتنا یاد رہا ہے کہ کھٰیٰعٰصٓ میں میرا بھی ذکر ہے۔"

حضرت مولوی شیر علی صاحب نے حضور کے اس کشف کو یوں بیان فرمایا ہے کہ حضور ایک دفعہ جب سندھ کے سفر سے واپس تشریف لائے اور جماعت کے دوست حضور کے استقبال کے لئے موٹر کی طرف گئے اور حضور موٹر سے اُترے اس وقت حضور نے فرمایا کہ میں نے راستہ میں ریل میں کھٰیٰعٰصٓ کے متعلق ایک نظارہ دیکھا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کھٰیٰعٰصٓ میرا نام ہے۔ میرے سامنے فرشتوں یا آدمیوں کے گروپ آئے پہلا گروپ حرف کٓ کا تھا۔ دوسرا ھا کا۔ اسی طرح باری باری تمام حروف گروپس کی شکل میں میرے سامنے نمودار ہوئے اور مجھے بتایا گیا کہ یہ میرا نام ہے۔"

اس کشف کے متعلق ہر دو روایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کچھ بیان کر دینا چاہتا ہوں سو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو اس کشف کا اتنا حصہ

ہی یاد ہے کہ کھٰیٰعص میں حضور کا ذکر ہے جب ہم حضور کے بیان کردہ الفاظ کے پیش نظر غور کرتے ہیں کہ حضور کا ذکر کس طرح کھٰیٰعص میں ہے۔ تو ہمیں یہ سمجھ آتا ہے کہ کھٰیٰعص سورہ مریم کے منقطعات ہیں اور مقطعات کے متعلق مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔ یا ان میں انبیاء کے ان اسماء کا ذکر ہے جن کا ذکر اس سورۃ میں خاص طور پر ہے۔ یا ان میں اللہ تعالےٰ کی ان صفات کا ذکر ہوتا ہے جنکی تشریح سورۃ میں کی گئی ہوتی ہے۔ اور صفات کے پہلے حروف یا بعض اہم حروف کو مضمون کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بیان کر دیا جاتا ہے۔ ان ہر سہ صورتوں کے لحاظ سے مطلب یہ نکلے گا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا ذکر سورۃ مریم میں ہے۔

جب ہم سورۃ مریم کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ مریم میں جو واقعات حضرت زکریا کے ہاں یحییٰ کے پیدا ہونے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش حضرت ہارون کے حضرت موسیٰ کا مددگار بنائے جانے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل اور اسحاق کے ملنے کے بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے مقصود صرف ان واقعات کا بیان کرنا نہیں بلکہ ان واقعات میں یہ پیشگوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کو جو مثیل حضرت زکریا۔ مریم۔ موسیٰ اور ابراہیم (علیہم السلام) ہوگا۔ آخری زمانہ میں ایک ایسا لڑکا دیا جائے گا۔ جو حضرت یحییٰ۔ عیسیٰ۔ ہارون اور اسماعیل و اسحٰق (علیہم السلام) کا مثیل ہوگا۔ اور ویسے ہی حالات و مواقع اس کو کام کرنے کے ملیں گے جیسے کہ ان کو اپنے زمانے میں میسر آئے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سورہ مریم میں چار ایسے وجودوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک کو انکی دعاؤں کے طفیل ایک "رحمت کا نشان" دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے حضرت زکریا ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کے بعد ان کے مشن کو پھیلانے کے لئے کوئی ان کا قائم مقام ہو۔ اس پر ان کو انکے ہاں یحییٰ کے پیدا ہونے کی بشارت دیگئی چنانچہ اس کو قرآن مجید نے "رحمت کا نشان" قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر ہے اور ان کی ولادت کو "رحمت کا نشان" قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ کہ ان کو حضرت اسمٰعیل

اور حضرت اسحاق دیئے گئے۔ اور ان سب کے دیئے جانے کو رحمت قرار دیا۔ جیسے کہ فرمایا وھبنا لھم من رحمتنا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے ایک مددگار کے ملنے کی تمنا کی۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون کو آپ کا مددگار بنا دیا۔ اور اسکو "رحمت کا نشان" قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا و وھبنا لہٗ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیا۔ الغرض اس سورہ میں ان وجودوں کا ذکر ہے۔ جن کو رحمت کا نشان دیا گیا تھا۔ گویا کھٰیٰعص سے خدا تعالیٰ کی صفات کافی۔ ہادی۔ واقی علیم اور صادق الوعد مراد ہیں جن کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے مرسل بندوں کے عجز کو دیکھا۔ تو انہیں انکی دعا کے مطابق "رحمت کا نشان" دے کر اپنی صفت 'کافی' ہونے کا اظہار کیا۔ اور پھر اپنے بندوں کو ان کے مقصود دے کر اپنی صفت ہادی کا اظہار کیا۔ اور اسی طرح اپنے بندوں کی مدد کر کے دین کی حفاظت کر کے دکھا دی۔ چونکہ آخری زمانہ میں دجال اسلام پر حملہ کرنے والا تھا۔ اور اس کے حملہ کے دفاع کے لئے اسلامی پہلوان کی ضرورت تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں سورۃ کہف میں دجال کے خروج کا ذکر کیا۔ وہاں ساتھ ہی سورہ مریم میں آنحضرت صلعم کو یہ بشارت دی کہ اسلام کو بچانے کے لئے آپکے بروز کو ایک ایسا وجود دیا جائے گا۔ جو "رحمت کا نشان" ہوگا۔ اور وہ ان انبیاء کا مثیل ہوگا۔ جن کا ذکر سورۃ مریم میں رحمت کے نشان کے طور پر کیا گیا ہے۔

اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے بروز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کے سب ادیان پر غالب کرنے کے لئے ایک لڑکے کی بشارت دی اور اسے "رحمت کا نشان" قرار دیا۔ اور اسکی جو صفات پیشگوئی میں بیان فرمائیں۔ وہ وہی ہیں۔ جو حضرت یحییٰ۔ عیسیٰ کی ہیں۔ اور چونکہ وہ لڑکا آپ کے اہل میں سے اور آپ کے لائے ہوئے مشن کو پھیلانے میں شریک کار تھا۔ اس لئے وہ حضرت ہارون اور حضرت اسماعیل کے مشابہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ یہ نشان پیشگوئی "مصلح موعود" کے نام سے مشہور ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے وجود مبارک میں پورا ہوا۔ جنہوں نے باعلام الٰہی ۱۹۴۴ء میں اس پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ کیا۔ اگرچہ کھٰیٰعص کہہ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن کو اس اعلان سے سالہا سال پہلے اسی طرف منعطف کرا دیا تھا۔ کہ آپ ہی وہ رحمت

کا نشان ہیں۔ جس کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ لیکن آپ نے اس وقت دعویٰ فرمایا۔ جبکہ آپ کو واضح الفاظ میں اللہ تعالےٰ نے اس کی خبر دے دی۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب کی روایت یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ نے کشف میں دیکھا کہ انبیاء کے مختلف گروپس پیش ہوئے۔ اور ان میں آپ بھی تھے۔ اس لحاظ سے اس کا یہ مطلب ہے۔ کہٰیٰعص ان انبیاء کے ناموں کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر سورہ مریم میں ہے۔ چنانچہ وہ نام حسب ذیل ہیں:۔

حضرت زکریاؑ۔ یعقوبؑ۔ یحییٰؑ۔ عیسےٰؑ۔ ابراہیمؑ۔ اسحاق۔ موسیٰ۔ ہارون۔ اسمٰعیل ادریس علیہم السلام و نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

ان سب ناموں کے لحاظ سے یوں گروپ بنیں گے۔

ک۔ حضرت زکریا علیہ السلام۔

ھ۔ حضرت ابراہیم و ہارون علیہما السلام۔

یا۔ حضرت یعقوب۔ یحییٰ۔ عیسیٰ۔ موسیٰ۔ ادریس

ع۔ حضرت عیسیٰ۔ اسماعیل۔

ص۔ صادق و مصدوق آنحضرت صلے اللہ علیہ السلام۔

ان گروپس میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کا نام ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان ناموں میں چونکہ یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آئندہ زمانہ میں ان کا مثیل پیدا ہوگا اس لئے وہ مثیل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا وجود ہی ہے۔ اور آپ ہی وہ رحمت کا نشان ہیں جس کے دیئے جانے کا ذکر واقعات کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا آپ کو ابراہیم۔ عیسےٰ۔ موسیٰ۔ علیہم السلام کے نام سے بعد میں الہاماً پکارنا۔ اور حضرت ہارون۔ اسمٰعیل اور یحییٰ کا مثیل بنا دینا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ کہٰیٰعص میں آپ کا ذکر ہے۔ اور آپ کے متعلق ان ناموں میں پیشگوئی تھی جو آپ کے آنے سے پوری ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ نبوت

(از قلم جناب میرزا محمد سیف اللہ خان صاحب فاروق)

مکرم جناب مرزا محمد سیف اللہ خان صاحب فاروق جو کہ ریاست بہاولپور اور پٹیالہ سٹیٹ کے درباری شاعر ہیں اور نہایت مخلص احمدی ہیں۔ انہوں نے ایک نہایت لطیف اور اچھوتے مضمون پر مشتمل ایک کتاب "عالمگیر جنگوں کا حقیقی سبب" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کو ہمارے سلسلہ کے بزرگان میں سے جس کسی نے دیکھا نہایت عمدہ رائے کا اظہار اس کے متعلق کیا ہے یہ کتاب انشاء اللہ جلد شائع ہو کر دوستوں کے ہاتھوں میں آجائیگی۔ درج ذیل مضمون اس کتاب کا ایک حصہ ہے۔ جو مکرم فاروق صاحب نے ہمیں ارسال فرمایا ہے جسپر ہم انکے ممنون ہیں۔ اگلے شمارہ میں ہم ان کا ایک اور مضمون شائع کرینگے جو نہایت ہی لطیف ہے اور وہ بھی کتاب مذکورہ کا ایک حصہ ہے۔ (نائب مدیر)

اہل پیغام کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی اور رسول نہ تھے۔ بلکہ آپ محض ایک مجدد اور محدث تھے۔ اہل پیغام کو حضور کی نبوت اور رسالت کے ثبوت اور دلائل آپ کی کتب کے حوالجات اور متعدد اقتباسات سے دیئے گئے احادیث نبویہ اور قرآن مجید کی آیات سے نبوتِ غیر تشریعی کا اجرا ثابت کیا گیا۔ مگران براہینِ قاطعہ اور دلائل ساطعہ کی انہوں نے چنداں پرواہ نہیں کی۔

آج کی فرصت میں۔ میں اہل پیغام کے سامنے ایک اور طریق فیصلہ کے لئے رکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہیں۔ بلکہ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام سے ہر شان میں برتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے آپ کی شان۔ مرتبہ نبوت اور رسالت کا مقام معلوم کرنے کے لئے بہتر یہ ہوگا کہ پہلے حضرت مسیح ناصریؑ کا مقام اور مرتبہ اور دعویٰ کی نوعیت اور شان

معلوم کرلی جاوئے۔ اور جو شان اور مرتبہ حضرت مسیح ناصری کا مندرج ہو۔ اس سے بڑھ کر مقام۔ مرتبہ اور شان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تسلیم کرلی جائے۔ کیونکہ آپ نے حضرت مسیح ناصری سے ہر شان میں برتر ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے اس فیصلہ کے لئے میں چند اقتباسات فی الحال اناجیل سے درج کرتا ہوں تا کہ سچائی کے طالب اور حق کے پیاسے کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ سکیں۔ اور دین اور دنیا میں سچائی پر قائم رہ کر اپنی عاقبت سنوارنے کوشش بلیغ کریں۔

حضرت مسیح ناصری کا مقام اناجیل میں کیا مانا گیا ہے؟

چنانچہ لکھا ہے " وہ اُس وقت ان شہروں کو ملامت کرنے لگا جن میں اس کے معجزے ظاہر ہوئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے توبہ نہ کی تھی۔ کہ اے خرازین تجھ پر افسوس۔ اے بیت صیدا تجھ پر افسوس! کیونکہ جو معجزے تم میں ظاہر ہوئے۔ اگر صور اور صیدا میں ہوتے تو وہ ٹاٹ اوڑھ کر اور خاک میں بیٹھ کر کب کے توبہ کر لیتے۔ مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ عدالت کے دن صور اور صیدا کا حال تمہارے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہوگا۔ اور اے کفرنحوم کیا تُو آسمان تک بلند کیا جائے گا؟ تُو تو عالم ارواح میں اُترے گا۔ کیونکہ جو معجزے تجھ میں ظاہر ہوئے۔ اگر سدوم میں ہوتے تو آجتک قائم رہتا۔ مگر میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ عدالت کے دن سدوم کے علاقہ کا حال تیرے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہوگا۔" (متی باب ۱۱ آیت ۲۰ سے تا ۲۵)

اس حوالہ کی عبارت سے یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے معجزوں کو صور اور صیدا اور سدوم میں جن نبیوں نے معجزے دکھائے تھے۔ ان سے اپنے آپ کو بدرجہا اعلیٰ مانا ہے۔ اور اس سے اپنی شان اور مقام کو ان سے اعلیٰ ثابت کیا ہے اس کے علاوہ ایسے متعدد حوالجات ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-

" اُس وقت یسوع سبت کے دن کھیتوں میں ہو کر گیا۔ اور اس کے شاگردوں کو بھوک لگی۔ اور وہ بالیں توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ فریسیوں نے دیکھ کر اس سے کہا کہ دیکھ تیرے شاگرد وہ کام کرتے ہیں۔ جو سبت کے دن کرنا روا نہیں۔ اُس نے اُن سے کہا۔ کیا تم نے یہ نہیں پڑھا کہ جب داؤد اور اس کے ساتھی بھوکے تھے

تو اس نے کہا کیا؟ وہ کیونکر خدا کے گھر میں گیا۔ اور نذر کی روٹیاں کھائیں۔ جن کو کھانا نہ اس کو روا تھا نہ اس کے ساتھیوں کو۔ مگر صرف کاہنوں کو؟ یا تم نے توریت میں نہیں پڑھا کہ کاہن سبت کے دن ہیکل میں سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں اور بے قصور رہتے ہیں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہاں وہ ہے جو ہیکل سے بھی بڑا ہے لیکن اگر تم اس کے معنی جانتے کہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں۔ تو بے قصوروں کو قصور وار نہ ٹھہراتے۔ کیونکہ ابنِ آدم سبت کا مالک ہے۔"

(متی باب ۱۲ آیت ۱ سے تا ۹)

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو ہیکل سے بڑا کہا ہے۔ اور جو ہیکل کی شان ہے وہ توریت میں مذکور اور اہلِ یہود کو مسلم ہے کہ وہ بہت ہی بڑا مرتبہ رکھتی ہے اور اس کے بعد اپنے آپ کو سبت کا مالک قرار دیا ہے۔ حالانکہ آپ سے پہلے بنی اسرائیل کے انبیاء نے سبت کے مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا حضرت سلیمان اور حضرت یونسؑ سے بڑا ہونیکا دعویٰ

چنانچہ لکھا ہے:۔ "اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا۔ اے اُستاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب دیکر اُن سے کہا۔ اس زمانہ کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ نینوہ کے لوگ عدالت کے دن اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو مجرم ٹھیرائینگے۔ کیونکہ انہوں نے یوناہ کی منادی پر توبہ کرلی۔ اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یوناہ سے بھی بڑا ہے۔ دکھن کی ملکہ عدالت کے دن اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ اٹھ کر ان کو مجرم ٹھیرائے گی۔ کیونکہ وہ دنیا کے کنارے سے سلیمان کی حکمت سننے کو آئی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو سلیمان سے بھی بڑا ہے۔" (متی باب ۱۲ آیت ۳۸ سے تا ۴۳)

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو حضرت یونسؑ اور حضرت سلیمان دونوں سے

بڑا لکھا ہے

حضرت مسیح کا روحانی بلند مقام

لکھا ہے:۔ "لیکن مبارک ہیں تمہاری آنکھیں اس لئے کہ وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان اس لئے کہ وہ سُنتے ہیں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کو آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو۔ دیکھیں۔ مگر نہ دیکھا اور جو باتیں تم سُنتے ہو سُنیں۔ مگر نہ سُنیں۔ (متی باب ۱۳ آیت ۱۶ سے ۱۹)

حضرت مسیح علیہ السلام کی حضرت داؤد علیہ السلام پر فوقیت

لکھا ہے:۔ "اور جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع نے ان سے یہ پوچھا۔ کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے۔ انہوں نے اس سے کہا داؤد کا۔ اس نے اُن سے کہا۔ پس داؤد رُوح کی ہدایت سے۔ کیونکر اُسے خداوند کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا۔ میری دہنی طرف بیٹھ۔ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کر دوں؟ پس جب داؤد اُس کو خداوند کہتا ہے تو وہ اُس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟ اور کوئی اس کے جواب میں ایک حرف نہ کہہ سکا۔ اور نہ اس دن سے پھر کسی نے اس سے سوال کرنے کی جرأت نہ کی۔" (متی باب ۲۲ آیت ۴۱ سے باب ۲۳)

حضرت مسیح علیہ السلام نے توریت کے حوالہ سے اپنا حقیقی مقام اور بلند شان ثابت کردی جس کا یہودی کوئی جواب نہ دے سکے۔

جو حضرت مسیح علیہ السلام کو نہیں مانتا وہ خدا کو بھی نہیں مانتا

لکھا ہے:۔ "میں تم سے کہتا ہوں کہ اس دن سدوم کا حال اس شہر کے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہوگا۔ اے خرازین تجھ پر افسوس۔ اے بیت صیدا تجھ پر افسوس! کیونکہ جو معجزے تم میں ظاہر ہوئے۔ اگر صور اور صیدا میں ظاہر ہوتے تو وہ ٹاٹ اوڑھکر اور خاک میں بیٹھکر کب کے توبہ کر لیتے۔ مگر عدالت میں صور اور صیدا کا حال تمہارے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہوگا۔ اے کفرنحوم کیا تو آسمان تک بلند کیا جائے گا؟ نہیں بلکہ تو عالم ارواح میں اُتارا جائے گا۔ جو تمہاری سنتا ہے وہ

میری سنتا ہے۔ اور جو تمہیں نہیں مانتا وہ مجھے نہیں مانتا۔ اور جو مجھے نہیں مانتا وہ میرے بھیجنے والے کو نہیں مانتا۔" (لوقا باب ۱۰ آیت ۱۲ سے ۱۷)

اس میں بتایا کہ جو میرے شاگردوں کی نہیں سنتا اور سن کر انہیں مانتا نہیں وہ نہ مجھے مانتا ہے نہ خدا کو۔

پھر لوقا باب ۱۱ آیت ۲۵ سے تا ۳۳ تک حضرت یونس اور حضرت سلیمان سے بڑا ہونے کا ذکر موجود ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے تعلق باللہ کا بلند مقام

لکھا ہے۔" اس لئے یہودی یسوع کو ستانے لگے۔ کیونکہ وہ ایسے کام سبت کے دن کرتا تھا۔ لیکن یسوع نے ان سے کہا۔ کہ میرا باپ اب تک کام کرتا ہے اور میں بھی کرتا ہوں۔ اس سبب سے یہودی اور بھی زیادہ اُسے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ وہ نہ فقط سبت کا حکم توڑتا ہے بلکہ خدا کو خاص اپنا باپ کہہ کر اپنے آپ کو خدا کے برابر بناتا ہے۔

پس یسوع نے ان سے کہا۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ سوا اس کے جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے۔ کیونکہ جن کاموں کو وہ کرتا ہے۔ انہیں بیٹا بھی اسی طرح کرتا ہے۔ اس لئے کہ باپ بیٹے کو عزیز رکھتا ہے۔ اور جتنے کام وہ خود کرتا ہے۔ اُسے دکھاتا ہے بلکہ ان سے بھی بڑے کام اُسے دکھائے گا۔ تاکہ تم تعجب کرو۔ کیونکہ جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا اور زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے۔ کیونکہ باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے۔ تاکہ سب لوگ بیٹے کی عزت کریں جس طرح باپ کی عزت کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا وہ باپ کی جس نے اُسے بھیجا عزت نہیں کرتا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اُسکی ہے اور اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہوگیا۔

ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آتا ہے بلکہ ابھی ہے۔ کہ مُردے خدا کے بیٹے کی آواز سُنیں گے۔ اور جو سُنیں گے وہ جئیں گے۔ کیونکہ جس طرح باپ اپنے آپ میں زندگی رکھتا ہے اسی طرح اُس نے بیٹے کو بھی یہ بخشا۔ کہ اپنے آپ میں زندگی رکھے۔ بلکہ اُسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا۔ اس لئے کہ وہ آدم زاد ہے اس سے تعجب نہ کرو۔ کیونکہ وہ وقت آتا ہے۔ کہ جتنے قبروں میں ہیں اس کی آواز سنکر نکلیں گے۔ جنہوں نے نیکی کی ہے۔ زندگی کی قیامت کے واسطے۔ اور جنہوں نے بدی کی ہے۔ سزا کی قیامت کے واسطے۔" (یوحنا باب ۵ آیت ۱۴ تا ۳۰)

اس حوالہ میں اہلِ پیغام حضرات کے لئے مندرجہ ذیل امور خاص طور پر قابلِ غور ہیں یعنی یہ کہ "جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا۔ وہ باپ کی جس نے اُسے بھیجا ہے عزت نہیں کرتا۔" اس لحاظ سے جو عزت اور اکرام اہلِ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کرتے ہیں۔ وہ دُنیا سے مخفی نہیں۔ حتیٰ کہ آپ کا نام لینا بھی ایک جرم قرار دیا جاتا ہے۔ اور آپکی اولاد مطہر کے متعلق بیہودہ نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں۔ اور ان پر بیہودہ اور خود تراشیدہ الزامات اور اتہامات لگائے جاتے اور ایسے بے ہودہ کاموں کے ارتکاب کرنیوالوں کی ہمت افزائی اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور پھر ان کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ موجودہ عذاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے اور نہ ماننے والوں کی سزا کے لئے دنیا پر ہرگز وارد نہیں ہو رہے۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے۔ "بلکہ اُس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے تاکہ سب لوگ بیٹے کی عزت کریں۔" اسی وجہ سے ایسے عذابوں کا خدا نے بار بار الہامی کتب میں ذکر کیا ہے۔ جو کہ خود رسولوں اور نبیوں کی دُعا سے نازل ہوئے۔ اور پھر انہیں کے دُعا کرنے سے قوموں پر سے ہٹا لئے گئے۔ تاکہ لوگ اس وجہ سے انبیاء کی عزت کریں اور ان پر ایمان لے آویں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے عذابوں کا تذکرہ اور پھر دُعا سے ان کا خاتمہ کا ذکر خود توریت اور قرآن مجید میں درج ہے۔ کاش کہ اہلِ پیغام ان باتوں پر غور کریں۔

جو حضرت مسیح علیہ السلام کو نہیں مانتا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہیں مانتا	لکھا ہے "میں آدمیوں سے عزت نہیں چاہتا۔ لیکن میں تم کو جانتا ہوں

کہ تم میں خدا کی محبت نہیں۔ میں اپنے باپ کے نام سے آیا ہوں اور تم مجھے قبول نہیں کرتے۔ اگر کوئی اور اپنے ہی نام سے آئے تو اسے قبول کر لوگے۔ تم جو ایک دوسرے سے عزت چاہتے ہو۔ اور وہ عزت جو خدائے واحد کی طرف سے ہوتی ہے نہیں چاہتے۔ کیونکر ایمان لا سکتے ہو؟ یہ نہ سمجھو کہ میں باپ سے تمہاری شکایت کرونگا تمہاری شکایت کرنے والا تو ہے یعنے موسیٰ جس پر تم نے امید لگا رکھی ہے۔ کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے۔ تو میرا بھی یقین کرتے۔ اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے لیکن جب تم اس کے نوشتوں کا یقین نہیں کرتے تو میری باتوں کا کیونکر یقین کروگے"۔ (یوحنا باب ۵ آیت ۴۱ سے تا باب ۶)

حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری ہے

لکھا ہے کہ "پس انہوں نے اس سے کہا کہ ہم کیا کریں تاکہ خدا کے کام انجام دیں؟ یسوع نے جواب میں ان سے کہا۔ خدا کا کام یہ ہے کہ جسے اُس نے بھیجا ہے اُسی پر ایمان لاؤ" (یوحنا باب ۶ آیت ۲۸ تا ۳۰)

حضرت مسیح علیہ السلام دنیا کا نور ہیں

لکھا ہے کہ "یسوع نے پھر ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ دنیا کا نور میں ہوں جو میری پیروی کرے گا۔ وہ اندھیرے میں نہ چلے گا۔ بلکہ زندگی کا نور پائے گا۔" (یوحنا باب ۸ آیت ۱۲ سے ۱۷)

حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت یہود کی دینی حالت

لکھا ہے کہ "پس یسوع نے ان یہودیوں سے کہا جنہوں نے اس کا یقین کیا تھا کہ اگر تم میرے کلام پر قائم رہوگے تو حقیقت میں میرے شاگرد ٹھہروگے۔ اور سچائی سے واقف ہوگے۔ اور سچائی تم کو آزاد کرے گی۔ انہوں نے اُسے جواب دیا۔ ہم تو ابرہام کی نسل سے ہیں اور کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہے۔ تو کیونکر کہتا ہے کہ تم آزاد کیے جاؤ گے؟ یسوع نے انہیں جواب دیا میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے گناہ کا غلام ہے۔ اور غلام ابد تک گھر میں نہیں رہتا۔ بیٹا ابد تک رہتا ہے۔ پس اگر بیٹا تمہیں آزاد کرے گا تم واقعی آزاد ہوگے۔ میں جانتا ہوں کہ تم ابرہام

کی نسل سے ہو۔ تو بھی میرے قتل کی کوشش میں ہو۔ کیونکہ میرا کلام تمہارے دل میں جگہ نہیں پاتا۔ میں نے جو اپنے باپ کے ہاں دیکھا ہے وہ کہتا ہوں۔ اور تم نے جو اپنے باپ سے سُنا ہے وہ کرتے ہو۔ انہوں نے جواب میں اُس سے کہا ہمارا باپ تو ابرہام ہے یسوع نے اُن سے کہا کہ اگر تم ابرہام کے فرزند ہوتے۔ تو ابرہام کے سے کام کرتے۔ لیکن اب تم مجھ جیسے شخص کے قتل کی کوشش میں ہو جس نے تم کو وہی حق بات بتائی جو خدا سے سُنی۔ ابرہام نے تو یہ نہیں کیا تھا۔ تم اپنے باپ کے سے کام کرتے ہو۔ انہوں نے اُس سے کہا۔ ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے۔ ہمارا ایک باپ ہے۔ یعنی خدا۔ یسوع نے اُن سے کہا اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھ سے محبت رکھتے۔ اس لئے کہ میں خدا سے نکلا اور آیا ہوں کیونکہ میں آپ سے نہیں آیا۔ بلکہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے۔ تم میری باتیں کیوں نہیں سمجھتے؟ اس لئے کہ میرا کلام سُن نہیں سکتے۔ تم اپنے باپ ابلیس سے ہو اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو۔ وہ شروع ہی سے خونی ہے اور سچائی پر قائم نہیں رہا۔ کیونکہ اس میں سچائی ہے نہیں۔ جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو اپنی ہی سی کہتا ہے۔ کیونکہ وہ جھوٹا ہے بلکہ جھوٹ کا باپ ہے" (یوحنا باب آیت ۳۱ تا ۴۵)

اس حوالہ میں یہودیوں کا باپ ابلیس بیان کیا گیا ہے۔ اور یہود کے تمام کاموں کو شیطانی کام بتایا گیا ہے۔

ایمان اور حضرت مسیح علیہ السلام

لکھا ہے کہ "پس کیا خدا اپنے برگزیدوں کا انصاف نہ کرے گا؟ جو رات دن اسی سے فریاد کرتے ہیں؟ اور کیا وہ اُنکے بارے میں دیر کرے گا؟ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ وہ جلد ان کا انصاف کرے گا۔ تو بھی جب ابنِ آدم آئے گا۔ تو کیا زمین پر ایمان پائے گا؟" لوقا باب ۱۸ آیت ۷ تا ۹)

اس حوالہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اس معاملہ کو بالکل صاف کر دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے وقت زمین پر ایمان نہ ہوگا۔ یعنی لوگ بے ایمان اور کفر اور بدعت میں ملوث ہونگے۔ اس لحاظ سے اگر ان کو کافر بھی کہا جائے تب بھی یہ بات سچی ہو گی۔ اگر نہ کہا جائے تو بھی یہ مومن کہلانے کے مستحق نہیں بن سکیں گے۔ بلکہ انکو

جو مومن سمجھتا ہے وہ خود اس حوالہ کی رو سے جھوٹا ہے۔ کیونکہ ایمان ان کے دلوں سے مدت سے عنقا کر چکا ہوا ہے۔ اس سے اہل پیغام کا کفرِ اسلام کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ فقیہوں اور فریسیوں کی حالت کا جو نقشہ انجیل میں موجود ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اور باقی یہود کو ابلیس کی نسل بتایا گیا ہے۔ ایسے واقعات میں کافر اور مومن کا سوال پیدا ہونا ہی ناممکن امر میں داخل ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک اور فضیلت باقی اسرائیلی انبیاء پر

چنانچہ لکھا ہے" یہودیوں نے اس سے کہا کہ اب ہم نے جان لیا کہ تجھ میں بدروح ہے۔ ابرہام مر گیا۔ اور نبی مر گئے مگر تُو کہتا ہے کہ اگر کوئی میرے کلام پر عمل کرے گا۔ تو ابد تک کبھی موت کا مزہ نہ چکھے گا۔ ہمارا باپ ابراہام جو مر گیا۔ کیا تُو اس سے بڑا ہے؟ اور نبی بھی مر گئے۔ تُو اپنے آپ کو کیا ٹھہراتا ہے؟ یسوع نے جواب دیا۔ اگر میں آپ اپنی بڑائی کروں۔ تو میری بڑائی کچھ نہیں۔ لیکن میری بڑائی میرا باپ کرتا ہے جسے تم کہتے ہو کہ ہمارا خدا ہے۔ تم نے اسے نہیں جانا۔ لیکن میں اُسے جانتا ہوں اور اگر کہوں کہ اُسے نہیں جانتا۔ تو تمہاری طرح جھوٹا بنوں گا۔ مگر میں اسے جانتا اور اُس کے کلام پر عمل کرتا ہوں۔ تمہارا باپ ابراہام میرا دن دیکھنے کی امید پر بہت خوش تھا۔ چنانچہ اُس نے دیکھا۔ اور خوش ہوا۔ یہودیوں نے اُس سے کہا تیری عمر تو ابھی پچاس برس کی نہیں۔ پھر کیا تُو نے ابراہام کو دیکھا ہے؟ یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اُس کے کہ ابراہام پیدا ہوا میں ہوں پس اُنہوں نے اُسے مارنے کو پتھر اٹھائے مگر یسوع چھپ کر ہیکل سے نکل گیا"

(یوحنا باب ۸ آیت ۵۲ تا ۵۹)

پس اس حوالہ سے یہ فقرات کہ" تمہارا باپ ابرہام میرا دن دیکھنے کی امید پر بہت خوش تھا۔ چنانچہ اس نے دیکھا اور خوش ہوا" اور" پیشتر اس سے کہ ابرہام پیدا ہوا میں ہوں" قابلِ غور ہے۔ جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کی شان واضح ہے اور باقی تمام بنی اسرائیلی انبیاء میں آپ کا روحانی بلند مقام ظاہر ہے۔

اہل پیغام سے بجائے چار کے صرف ایک ہی سوال

مینے انجیل کے

اقتباسات سے حضرت مسیح علیہ السلام کے روحانی مقام کی بلندی ثابت کر دی ہے
اس کے بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے چند اقتباسات درج کرتا ہوں۔ جن کی روشنی میں اہلِ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی مقام بخوبی معلوم کر سکتے ہیں اور میرے مندرجہ سوال کا جواب بھی دے سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے اس مسیح کو بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" (ریویو جلد ا صفحہ ۴۷۸ نمبر ۶ و حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح ناصری پر اپنی کُلی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے متعلق میرا اہلِ پیغام سے یہ سوال ہے کہ :-

۱- کیا غیر نبی کو نبی پر کلی فضیلت ہو سکتی ہے؟ جواب معہ حوالہ اور عبارت ہونا چاہئے

۲- اس ضمن میں خاص طور پر قابلِ غور امر یہ ہے کہ ایک نبی کی سب سے بڑی شان "شانِ نبوت" ہی ہوتی ہے۔ باقی تمام شانیں اسکے بعد بلکہ اس کے ماتحت ہوتی ہیں۔ پس یہ تو ممکن ہے کہ کسی غیر نبی کو نبی پر جزوی فضیلت حاصل ہو۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ ایک غیر نبی (جس کو شانِ نبوت ملی ہی نہیں) وہ ایک نبی پر شانِ نبوت میں بھی صرف بڑھ کر ہی نہ ہو۔ بلکہ "بہت بڑھ کر" ہو۔ دوسرا سوال اس حوالہ کے متعلق یہ ہے۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام "نبی" نہیں تھے۔ تو آپ حضرت مسیح ناصری سے "شانِ نبوت" میں کیونکر بڑھ کر ہیں؟ ہاں ایک بات جواب دیتے وقت مدنظر رکھنی لازمی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ میں یہ تسلیم فرمالیا ہے کہ محولہ بالا عبارت میں حضرت مسیح ناصری پر جزوی فضیلت سے بڑھ کر آپ کو دعویٰ ہے۔ اس لئے اس عبارت کا کوئی ایسا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کرنا جس سے صرف جزوی فضیلت کا دعویٰ نکلتا ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کے صریح خلاف ہوگا۔ اور اس لئے ناقابلِ قبول۔

اس ضمن میں یہ بھی مدنظر رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح ناصری پر اپنی فضیلت کو آیت تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض کے ماتحت قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۲)

نیز آپ نے "فطرتی استعدادوں" کے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو حضرت مسیح ناصری سے افضل قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۳)

"کارناموں" کے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو افضل قرار بتایا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۵)

پھر "جلال اور قوی نشانوں" کے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو افضل قرار دیا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۱)

پھر "معارف اور معرفت" میں بھی مسیح پر اپنی فضیلت بتائی ہے (حقیقۃ الوحی ص۱۵۱ ۱۵۲)

اور یہ بھی حضور نے فرمایا ہے کہ میرے دلپر جو خدا تعالیٰ کی تجلی ہوئی وہ حضرت مسیح ناصری پر نہیں (حقیقۃ الوحی ص۱۵۳)

غرضیکہ نبوت کے تمام اجزا میں آپ حضرت مسیح ناصری سے افضل ہیں۔ حضور نے تزول المسیح حاشیہ ص۳ تا ص۶ پر اپنے آپ میں "شان نبوت" بھی تسلیم فرمائی ہے۔ غرضیکہ حضرت مسیح ناصری پر کلی فضیلت حضور کی نبوت کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

مولوی محمد علی صاحب پر آخری اتمام حجت

مولوی محمد علی صاحب پانچ سال سے ہمارا مطلوبہ حلف اٹھانے سے گریز کرتے ہیں ان کو پچپن ہزار روپیہ نقد انعام دیا جاتا ہے جسکی تفصیل ہمارے شائع شدہ انگریزی و اردو رسالے میں موجود ہے جو مفت مل سکتا ہے۔ اب ان پر آخری حجت پوری کرنے کیلئے ہم انکو یہ بھی اختیار دیتے ہیں کہ اگر اس حلف میں کوئی ایسی بات درج ہو۔ جو انکے عقائد میں داخل نہیں تو وہ ہم کو بتا دیں ہم اس کو اس حلف سے خارج کر دینگے جو صاحب انکو حلف اٹھانے کیلئے تیار کرینگے انکو بھی پانچہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ اس طرح جملہ ساٹھ ہزار روپیہ ہم انکی حسب خواہش جناب خان بہادر عبدالکریم خان صاحب مجسٹریٹ سکندرآباد کے پاس جمع کر دینے ہیں اسپر بھی اگر وہ گریز کرینگے تو اے زمین و آسمان تم گواہ رہو ہم اس دو رنگی انسان پر جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے بفضل خدا تعالیٰ ہر طرح سے حجت پوری کر دی ہے۔ اس طرح خلافت سلسلہ احمدیہ کی صداقت بفضل خدا تعالیٰ ہر ایک بار دنیا میں آشکار ہو گئی۔ الحمد للہ ثم الحمد۔ خاکسار عبداللہ الہ دین

مسئلہ قتل انبیاءؑ اور امیر غیر مبائعین

(مکرم سید احمد علی صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ)

شملوی صاحب کی پوزیشن

میرے نزدیک مولوی عمر الدین صاحب شملوی جیسے اشخاص اس قابل نہیں ہوتے کہ ان سے خطاب یا توجہ کی جائے جو کسی اختلاف عقیدہ کی بناء پر نہیں بلکہ محض اس وجہ سے ہماری مخالفت کرتے ہیں کہ تا وہ بھی اس پارٹی کا جس میں وہ شامل ہوئے ہیں حصہ قرار پا سکیں مگر بعض اوقات دوسروں پر اظہار حقیقت کی خاطر قلم اٹھانا پڑ جاتا ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ شملوی صاحب کی غیر مبائعین میں شمولیت تبدیلی عقائد کی وجہ سے نہ تھی سنہ ۱۹۳۲ء تک وہ خود بھی نبوت مسیح موعود علیہ السلام اور کفر و اسلام وغیرہ کے مسائل پر غیر مبائعین سے مباحثات کرتے رہتے۔ مگر جونہی سنہ ۱۹۳۲ء میں بعض انتظامی امور میں کوتاہی کی وجہ سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے انہیں جماعت احمدیہ سے خارج کر دیا۔ اور وہ حیران و سرگردان پھر رہے تھے کہ "اب میں کدھر جاؤں کیا کروں؟" (پیغام صلح ۵ جون سنہ ۴۶ء) تو غیر مبائعین نے جیسا کہ مخرجین کے ساتھ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان کو بھی اپنی پارٹی میں "شامل ہو کر کام کرنے کی دعوت دی" اور وہ ان سے الاؤنس لینے لگے تو "جس کا کھائیے اسی کا گائیے" کے مطابق آخر انہی میں مدغم ہو گئے اور پھر الاؤنس کو حلال ثابت کرنے کے لئے جماعت احمدیہ قادیان کے خلاف بھی قلم چلانے لگ گئے۔

گویا اگر بالفرض سنہ ۳۲ء میں انہیں "معافی" دے کر جماعت سے خارج نہ کیا جاتا تو ان کے تمام معتقدات میں کوئی بھی تبدیلی نہ ہوتی مگر جونہی اخراج از جماعت کا اعلان ہوا۔ اور غیر مبائعین نے ان کو ملازمت کی کٹھالی میں ڈالا تو یکدم ان کے عقائد میں بھی تبدیلی ہو گئی۔ پس ظاہر ہے کہ یہ تمام تر کارروائی محض اس اندرونی

بغض و عداوت اور کینہ کا مظاہرہ ہے جو بوجہ اخراج ان میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے برخلاف پیدا شدہ ہے۔ اس لئے وہ کوئی لائق خطاب انسان نہیں۔

مسئلہ قتل انبیاء گزشتہ سال شملوی صاحب نے قتل انبیاء کے جواز کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی "غلطی" لکھ کر بہت کچھ لے دے کی اور لکھا کہ "سچا نبی کبھی قتل نہیں ہوا" "توراۃ شریف اور قرآن مجید دونوں اس پر گواہ ہیں" (پیغام صلح ۲۸۔ اگست ۱۹۴۶ء) تو گو ہمیں معلوم ہے کہ غیر مبائعین کی اندرونی حالت آیت قرآنیہ "بأسهم بينهم شديد تحسبهم جميعًا وقلوبهم شتّٰى" (الحشر ع) کی آئینہ دار ہے اس لئے فرد فرد کے اعتقاد پر بحث تضیع اوقات ہے۔ مگر میں نے شملوی صاحب کی غلطی کی اصلاح کے لئے قرآن مجید۔ احادیث۔ مفسرین۔ اخبار پیغام صلح اور بائبل کے علاوہ نہ صرف انکے امیر مولوی محمد علی صاحب کے بیانات بلکہ حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی ارشادات ایسے پیش کئے جن سے روز روشن کی طرح بعض انبیاء کا (مثل حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام) شہید ہونا ثابت ہے اور بالآخر غیر مبائعین کو یوں خطاب کیا کہ ان تمام دلائل اور براہین کے باوجود:-

"کیا حکم عدل مسیح موعود علیہ السلام کا "فیصلہ" بھی آپ کے لئے اس زمانہ میں کچھ چیز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ بھی کچھ چیز نہیں تو پھر آپ لوگ ہی بتائیں کہ شملوی ایسے ملاں کا بیان ہمارے لئے کس طور سے حجت شرعی ہو سکتا ہے؟ . . . کیا احمدیہ بلڈنگس میں اب مسیح موعود علیہ السلام کے اوپر شملوی صاحب کو حکم و عدل قرار دے لیا گیا ہے؟" (فرقان نومبر۔ دسمبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۶)

اس کے جواب میں غیر مبائعین تو سب خاموش رہے مگر شملوی صاحب سے نہ رہا گیا اور "پیغام صلح" کی چھ اقساط میں اس حقیقت بیّنہ پر پردہ ڈالنے کی جو کچھ ناکام کوشش کی تو انکی بدقسمتی سے مکرم اخویم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری نے "فرقان" مئی ۱۹۴۷ء میں ان کا وہ تمام پردہ بھی چاک کر کے رکھ دیا۔

مولوی محمد علی صاحب کے نام چٹھی ذیل میں شملوی صاحب کے جواب کی حقیقت کا قدرے نمونہ اور امیر غیر مبائعین کی طرف سے شملوی نوازی کا کرشمہ

پیش کیا جاتا ہے۔ مینے ایک چھٹی جوابی لفافہ کے ساتھ لاہور بھیجی تھی جو درج ذیل ہے:۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت مکرم جناب مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - گذارش ہے کہ آپ کی تفسیر بیان القرآن کے متعدد صفحات بالخصوص صفحہ ۷۱-۷۲-۷۸-۳۹۸-۳۹۹-۱۷۰۵ وغیرہ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری طرح آپ بھی قتل انبیاء کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات (مثلاً تحفہ گولڑویہ تذکرۃ الشہادتین حمامۃ البشریٰ اور الحکم ۲۴-اپریل ۱۹۰۳ء) سے بھی ظاہر ہے مگر مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے پیغام صلح ۱۹ ارمارچ ۱۹۴۷ء میں آپ کی تفسیر بیان القرآن کے رو سے ہی آپ کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ گویا آپ قتل انبیاء کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ اس لئے عرض ہے کہ آپ براہِ کرم اپنا ذاتی عقیدہ اس بارہ میں کہ آیا بعض نبی قتل ہوئے ہیں یا نہیں۔ صاف طور پر تحریر فرماویں۔ اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعتقاد بھی آپ ظاہر کر دیں تو اور بہتر ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں تا کہ آپ جواب میں ارشاد باریتعالیٰ (ولا یجرمنکم الخ) کو ملحوظ فرما کر مجھے جلد شکریہ کا موقعہ دینگے۔ (نوٹ)۔ جواب کے لئے لفافہ بھی ارسال خدمت ہے۔

خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی مبلغ جماعت احمدیہ۔ بندر روڈ۔ کراچی ملا ۲۵ ۵/۴۷

مولوی محمد علی صاحب کا جواب

جناب مولوی صاحب موصوف کی طرف سے اس کا جو جواب بغیر اندراج تاریخ کے مسٹر محمد اسلم صاحب نام نے مجھے بھیجا ہے وہ درج ذیل ہے:۔

" دار السلام }
ڈلہوزی }

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

اخویم مکرم جناب سید صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کا خط حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کی خدمت میں پہنچا۔ جواباً عرض ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ مسائل غیر اہم ہیں۔ اور نہ اصولاتِ دین سے ہیں اس لئے ان کی خاطر خواہ نخواہ وقت ضائع کرنا ٹھیک نہیں۔ باقی قرآن مجید میں جس طرح جسطرح جہاں جہاں مجھے سمجھ آیا مینے لکھ دیا۔ قطعی فیصلہ کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اصولاً تو یہی لکھا ہے کہ انبیاء قتل نہیں ہوتے۔ فقط۔ والسلام

(محمد اسلم)"

(نقل مطابق اصل ہے) بقیہ

مولوی صاحب کے جواب پر نظر

ناظرین غور فرماویں کہ اگر یہ مسئلہ واقعہ میں "غیر اہم" اور اس پر کچھ لکھنا محض "وقت ضائع کرنا" تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا رسالہ "فرقان" میں میرا مضمون پڑھنے کے بعد انہوں نے ایڈیٹر "پیغام صلح" کو کوئی ایسی ہدایت بھیجی تھی؟ کہ اس مسئلہ پر شملوی صاحب اگر کچھ لکھیں تو اس کو شائع کر کے وقت اور قوم کا روپیہ ضائع نہ کرنا چہ جائیکہ شملوی صاحب کا مضمون اخبار مذکور کی چھ اقساط میں شائع کر کے اس "غیر اہم" مسئلہ کی خاطر قوم کا وقت اور روپیہ ضائع کیا جائے۔ پس اگر مولوی صاحب کا یہ بیان درست ہے تو اس مضمون کی اشاعت سے اگر شملوی نوازی متصور نہیں تو اور کیا ہے؟ جس کا موجب یا تو خود مولوی محمد علی صاحب ہیں جنہوں نے ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" کو توجہ نہیں دلائی۔ اور یا پھر ایڈیٹر صاحب ذمہ دار ہیں کہ جنہوں نے باوجود توجہ دلانے کے شملوی نوازی ہی مناسب سمجھی۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ امیر غیر مبائعین مجھے یہ جواب دیتے ہیں کہ:۔

"قرآن مجید میں جس طرح جس طرح جہاں جہاں مجھے سمجھ آیا میں نے لکھ دیا۔ قطعی فیصلہ کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اصولاً تو یہی لکھا ہے کہ انبیاء قتل نہیں ہوتے۔"

ظاہر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب خود تو قرآن کریم سے یہ امر سمجھ ہی نہیں سکے کہ نبی قتل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (ذٰلک مبلغھم من العلم) مگر بقول خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصولی ارشادات پا کر بھی اپنی تفسیر میں کوئی قطعی فیصلہ درج نہیں کر سکے۔ اس اعتراف سے ہی یہ بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ تفسیر بیان القرآن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کو کس طرح مخفی کرنے کی کوشش کی گئی ہوگی لیکن باایں ہمہ دعوٰی یہ کیا جاتا ہے کہ تفسیر کا وہ کام جو مسیح موعود علیہ السلام کا کام تھا وہ ان کی اس نام نہاد تفسیر کے ذریعہ پورا ہو گیا ہے۔ حالانکہ اگر مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی لکھا ہے کہ انبیاء قتل نہیں ہوتے تو اسی کو اپنا قطعی فیصلہ بنانا لازمی تھا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ "بیان القرآن" میں کہیں، تو یہ لکھ دیا کہ نبی قتل ہو سکتے ہیں (جیسا کہ میرے پیشکردہ حوالجات سے ظاہر ہے

اور کہیں یہ لکھدیا کہ نبی قتل نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ اس کا کہیں بھی صاف طور پر ثبوت نہیں ہے۔

مولوی محمد علی صاحب اور شملوی صاحب کا اختلاف

الغرض امیر غیر مبائعین کے میرے نام خط سے تو یہ عیاں ہے کہ "بیان القرآن" میں قتل انبیاء کے مسئلہ میں ان کا اپنا "قطعی فیصلہ کوئی نہیں"۔ مگر شملوی صاحب کا بیان مندرجہ "پیغام صلح" ۱۹۔ مارچ سنہ ۴۷ء ملاحظہ ہو لکھا ہے کہ:۔

"اپنا عقیدہ کیا ہے؟ وہ انھوں نے بیان القرآن جلد ۳ ص ۱۸۹۵ پر صاف صاف لکھ دیا ہے" یہ دونوں بیانات ناظرین کے سامنے ہیں تاکہ وہ اندازہ کر سکیں کہ ان دونوں میں سے کس کا بیان قابل قبول اور کس کا بیان ردّ کرنے کے لائق ہے؟ کیونکہ مصنف "بیان القرآن" یعنی خود مولوی محمد علی صاحب تو فرماتے ہیں کہ قتل انبیاء کے بارہ میں میرا "قطعی فیصلہ کوئی نہیں ہے"۔ مگر شملوی صاحب لکھتے ہیں کہ امیر پیغام نے "اپنا عقیدہ" بیان القرآن میں "صاف صاف لکھدیا ہے۔ بہر حال اگر "بیان القرآن" میں قتل انبیاء کی نسبت امیر پیغام کا اپنا "صاف صاف" اور قطعی فیصلہ کی صورت میں عقیدہ موجود ہے تو گو شملوی صاحب کی تحریر درست قرار پائیگی مگر امیر پیغام کی اپنی پوزیشن سخت مخدوش ٹھہرتی ہے اور اگر ان کی چٹھی کے بموجب "بیان القرآن" میں واقعی "قطعی فیصلہ کوئی نہیں" تو شملوی صاحب کے بیان کی تردید کرنا امیر پیغام کا اخلاقی فرض ہے کیونکہ بروئے حدیث "الساکت عن الحق الخ" مگر باوجود "فرقان" میں توجہ دلائے جانے مولوی صاحب بذریعہ اخبار کچھ جواب نہیں دیتے۔

حکم عدل مسیح موعود علیہ السلام کا فیصلہ

اگرچہ میں اپنے مضمون مندرجہ "فرقان" (نومبر۔ دسمبر سنہ ۴۶ء) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بطور نمونہ کئی حوالجات قتل انبیاء کے جواز میں بتا چکا ہوں تاہم ان کے علاوہ ایک اور ارشاد مسیح موعود علیہ السلام آخر میں درج کرکے غیر مبائعین سے اپیل کرتا ہوں کہ شملوی نوازی کی بجائے حکم عدل مسیح موعود علیہ السلام کے

ارشادات کی قدر کریں۔

سنئے۔ حضورؑ "حمامۃ البشریٰ" میں شملوی ایسے لوگوں کو مخاطب کرکے تحریر فرماتے ہیں:۔ "وما کان موت القتل نقصًا لانبیاء الله وکسرًا لشانهم وعزتهم وکاین من النبیین قتلوا فی سبیل الله کیحییٰ علیہ السلام وابیہ فتفکر واطلب صراط المهتدین ولا تجلس مع الغاوین۔ یعنی موت بذریعہ قتل انبیاء کے لئے کسی نقص کسرِ شان اور ہتکِ عزت کا ہرگز موجب نہیں ہے۔ چنانچہ کئی نبی مثل یحییٰ و زکریا علیہما السلام اللہ تعالےٰ کی راہ میں شہید کئے جا چکے ہیں۔ سوائے مخاطب غور و فکر سے کام لے اور ہدایت یافتہ لوگوں کا رستہ طلب کر۔ اور سرکشوں کی صحبت اختیار نہ کر (حمامۃ البشریٰ حاشیہ ص۵۸)

تصحیح

فرقان بابت ماہ جولائی میں ایک نظم بعنوان شانِ امر الخلافہ شائع ہوئی تھی۔ اس میں بعض اغلاط واقع ہوگئی ہیں جنکی تصحیح ذیل میں درج کیجاتی ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۹	بالضم	بالضیم
	۱۲	سیء	شيءٍ
	۱۶	ارعاہ	ارداہ
	۱۶	التناقۃ	العناقۃ
۸	۱۰	فادی	نادی
	۱۹	بحذب	لجذب
	۲۰	واللہ	وللہ
۹	۲	السادۃ	السیادہ
	۵	عن افصاحۃ	عین الفصاحۃ
	۱۲	ذمی	ذِی
	۲۱	معیبنًا	معینًا
۱۰	آخری سطر	الصساتہ	الصبابۃ

قصیدہ

درشان حضرت اقدس سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ الودود

(مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد)

ایکہ تیری ذات والا سے ہے وابستہ کمال
اے امیر المومنین اے صاحب حسن وجمال

فضل آیا ہے تیرے آنے سے اے فضل عمر
تیری آمد ہے نزولِ حق تعالیٰ کی مثال

تیغ ہجر حضرت مہدی سے دل مجروح تھے
تیرے دم سے ہوگیا ہر زخم دل کا اندمال

تیرے آنے سے ہوئیں کافور سب ظلمتیں
تیرا آنا ہے نزولِ نورِ یزداں کی مثال

مومنوں کے دل شگفتہ ہیں خوشی سے مثلِ گُل
رو رہا ہے اپنی قسمت پر عُدوے بدسگال

بارک اللہ نخل بند گلشنِ احمدؑ ہے تو
اب کہاں بادِ خزاں کی یورشوں کا احتمال

باغِ دیں میں آگیا دورِ بہارِ جہاں فزا
ہوگیا سرسبز اس کا پتّا پتّا ڈال ڈال

میرے آقا تو یقیناً مصلح موعود ہے
لغو و باطل ہے سراسر ہر معاند کا خیال

رستگاری پارہے ہیں جو تھے مدت کے اسیر
نت نئی آزادیاں تیری صداقت پر ہیں دال

جو تجھے معزول کرتے تھے وہ خود ہی مٹ گئے
ہم نے عبرتناک دیکھا ہر مخالف کا مآل

تو کناروں تک زمین کے خوب شہرت پاگیا
تُو نے پھر قائم کیا اسلام کا جاہ وجلال

اللہ اللہ تیرے انفاس مبارک کا اثر
آج غالب ہوگیا حق۔ اور باطل پائمال

حضرت مہدی کے فرزند گرامی ارجمند
اے "بشیر ثانوی" اے پاک فطرت خوش خصال

اپنے کاموں میں اولوالعزم و زکی فخر رسل
حضرت محمود احمدؑ شان رب ذوالجلال

تجھ سے برکت پاگئیں قومیں جہاں کی بے شمار
تو ہے وہ "مسیحا نفس" "دل کا حلیم" اے خوش جمال

حسن و احسان میں نظیر مہدی آخر زماں
بوستانِ حضرتِ احمد کے اک مُثمر نہال

احمدیت کو جہاں میں تو نے شہرت بخشدی
بھیج کر ہر سمت اپنے خادمانِ خوش خصال

تیری تدبیر صحیحہ نے بچایا دم بدم
احمدیت کو مصائب اور فتن میں بال بال

باعثِ پاکیزگیٔ نفس تیری مجلسیں
موجبِ تسکین روحانی تیرے شیریں مقال

تیرے خُلقِ پاک کا ہے یہ اثر خدام پر
شوق سے تجھ پر فدا کرتے ہیں اپنے جان و مال

اپنے اخلاصِ دلی کا دیتے جاتے ہیں ثبوت
کرکے وقف جائداد و زندگی و وقف مال

ہے علوم ظاہر و باطنی سے پُر تیرا وجود
مجلسِ عرفان ہے اسکی ایک روشن تر مثال

تجھ کو بخشی ہے خدا نے فتح و نصرت کی کلید
کیوں نہ پھر پیشِ نظر ہو تیرے منکر کا مآل

رُوح نازاں ہے کہ پایا فیضِ تفسیرِ کبیر
شکر اس کا ہو سکے ہم سے ادا یہ ہے محال

زندہ باد اے زینتِ تختِ خلافت زندہ باد
مکرِ شیطاں پاش پاش و فضلِ یزداں لازوال

شکر لِلّٰہ مل گیا ہم کو ہمارا دلربا
چشم ما روشن دلِ ما شاد اے فرخندہ فال

مبارکبادی بر خانہ آبادی شیخ مبارک احمد صاحب بی اے واقفِ زندگی

شیخ مبارک احمد صاحب بی اے پسر جناب مولوی فرزند علی صاحب سابق مبلغ انگلستان۔ مجلس ذوالفقار احمد کے ممبران میں سے ہیں۔ انکی حال ہی میں شادی ہوئی ہے۔ ایک دوست نے اس موقعہ پر حسب ذیل اشعار لکھے ہیں جو شائع کئے جاتے ہیں

ترے روئے مبارک پر مبارک با درخشاں سہرا
مبارک یہ بھی دینا تجھ کو گر رکھتا زباں سہرا

ترا سہرا پڑھا میں نے تو لایا عقدِ پرویں کا
زمیں والوں کے سہرے کے مقابل آسماں سہرا

رخِ زیبا پہ سہرا ہے یا سہرے پہ ہے رخ سہرا
جو رُخِ ماہِ منور ہے تو مثلِ کہکشاں سہرا

مزیّن سب سے بڑھ کر ہے ترا اک اور بھی سہرا
ترے سر پر ترے والد کی ہیں وہ خوبیاں سہرا

ترا سہرا مبارک میں اکیلا ہی نہیں گاتا
ترا مل کے گاتے ہیں سبھی پیر و جواں سہرا

بہاء اللہ کے دعویٰ کی حقیقت

(مکرم مولٰینا جلال الدین صاحب شمس)

قارئین کرام پر واضح رہے کہ وحی اور نبوت کے متعلق بہائیوں کا وہ عقیدہ نہیں جو ہمارا ہے۔ قرآن کریم کی رو سے ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نزول وحی کے دو طریق ہیں (۱) ملائکہ کے واسطہ سے (۲) ملائکہ کے واسطہ کے بغیر جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے وما کان لبشرٍ ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشاء (شوریٰ) کبھی یہ مکالمہ اللہ تعالےٰ اور بندے کے درمیان بطریق سوال و جواب طویل گفتگو کے رنگ میں ہوتا ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالےٰ کے درمیان گفتگو ہوئی۔ جس کا ذکر یوں آتا ہے وما تلک بیمینک یا موسیٰ قال ھی عصای اتوکؤ علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مآرب اخریٰ قال القھا یا موسیٰ الخ

بہائیوں کا وحی کے متعلق عقیدہ

لیکن اس کے مقابل جیسا کہ بہائیوں کی کتب سے ظاہر ہوتا ہے ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر وہ قول جو بہاء اللہ کے منہ سے نکلا وحی ہے۔ اسی بنا پر بہاء اللہ کا دعویٰ نبوت اور رسالت کا دعویٰ نہ تھا۔ بلکہ ربوبیت اور الوہیت کا دعویٰ تھا یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ بہاء اللہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اسی واسطے بہاء اللہ نے اپنی مختلف کتابوں میں اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی صفات کے ساتھ متصف کیا۔ مثلاً ربّ۔ رحمٰن۔ مالک القدر۔ مالک الرقاب۔ خالق وغیرہ۔ وہ صفات جو صرف اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر بہاء اللہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا ظہور ابن اللہ کے طور پر تھا۔ لیکن ان کا ظہور ظہور الاب یعنی خدا کا ظہور ہے اور یہ کہ اس کا ہر قول الہام اور وحی ہے۔ اور انہوں نے اپنے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ وحی کے نازل کرنے والے وہی ہیں جیسے کہ کتاب اقدس میں آتا ہے۔ کتاب انزلہ المظلوم فی السجن الاعظم۔ پھر ایک شخص کو مخاطب

کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ انا نوحیک والذین اٰمنوا بالحکمۃ

کتاب ایقان کا نزول بہاء اللہ کی طرف سے

انجمن بہائیہ مصر نے اپنے رسالہ البہائیہ ص۹ پر لکھا ہے کہ باب کے خالو نے بہاء اللہ کے پاس ایک چٹھی بھیجی جس میں قرآن مجید کی چند متشابہ آیات کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا گیا تھا۔ اس وقت اس کی انگلیوں اور زبان کتاب ایقان معرض وجود میں آئی۔

اس کتاب کے متعلق مرزا ابو الفضل اپنی کتاب الفرائد مطبوعہ مصر ص۴۲۶ پر لکھتے ہیں کہ ان نسبۃ الکتاب المستطاب الایقان الی سائر الالواح النازلۃ فی ھذا الظھور الاعظم کنسبۃ اٰیۃ من القرآن المجید الی سورۃ او نسبۃ سورۃ الی کل القرآن کہ کتاب ایقان کی نسبت باقی الواح کی طرف جو اس عظیم الشان ظہور کے وقت اتری ہیں اس طرح ہے جس طرح ایک آیت قرآنی کی نسبت ایک سورۃ کی طرف یا ایک سورۃ کی سارے قرآن کریم کی طرف۔

پھر اس کتاب کے ص۳۲ پر لکھا ہے "ان مقدار فضل الحق جل جلالہ فی تنزیل الکتاب المستطاب الایقان وسائر الالواح المقدسہ"

"اللہ تعالیٰ کے فضل کی مقدار کتاب مستطاب ایقان اور دیگر الواح مقدسہ کے نازل کرنے ہیں۔

پھر ص۳۷ پر لکھا ہے "ان شرح ھذہ المطالب ذکر بکل بسط وتفصیل فی کتاب الایقان بقلم الرحمٰن"

ان تمام مطالب کی شرح با تفصیل رحمٰن کے قلم سے کتاب الایقان میں موجود ہے اس طرح مرزا حیدر علی بہجۃ النفوس ص۳۹۹ پر اعتراف کرتے ہیں کہ بہار کی تمام کتب اور اسکی تحریریں اور اسکی الواح اور صحیفے قرآن۔ تورات اور انجیل کی طرح کتب سماوی ہیں

دعویٰ بہار کو چھپانے کی کوشش

لیکن لجنہ ترجمہ نے اپنے رسالہ "البہائیہ" میں مکروفریب ملمع سازی اور اپنے صحیح عقائد کے چھپانے میں اپنے بزرگ بہائیوں کا مسلک اختیار کرتے ہوئے ہیکل بہار میں تجلی الٰہی کا جس طرح کہ ہیکل کی . . . . مسیح میں تجلی الٰہی ہوئی

تھی انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ بہار کا دعویٰ دعویٰ حلول فی الجسم سے مشابہ نہیں بلکہ اسے جہالت اور حماقت قرار دیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عقیدہ حلول حماقت و جہالت ہی ہے لیکن بہائی انجمن ترجمہ و اشاعت کا اس دعویٰ کو بہار کی طرف منسوب کرنے سے انکار کرنا اس کے لئے چنداں مفید نہیں۔ کیونکہ جھوٹ بولنا اور تقیہ کرنا ان کے اصول دین میں سے ہے۔ لہذا وہ صرف خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور غلطی خوردہ ہیں ورنہ بہار اور عبدالبہار کے اقوال سے عقیدہ حلول بالصراحت ثابت ہے

بہار اللہ کے دعویٰ کی حقیقت

لیجئے میں یہاں قارئین کے سامنے ان اقوال کو پیش کرتا ہوں اور دعویٰ بہار اللہ کی حقیقت معلوم کرنے کا فیصلہ انہیں پر چھوڑتا ہوں۔

(۱) پروفیسر براؤن اپنی کتاب کے ص۱۲۱ پر بیعت کے اس فارم میں جس میں بہار کو مخاطب کیا ہے لکھتے ہیں:۔ اے غصن اعظم میں انتہائی عجز و انکسار سے اس قادر مطلق خدا کی وحدانیت کا جس نے مجھے پیدا کیا ہے اقرار کرتا ہوں۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ وہ خدا انسان کے ہیکل میں ظاہر ہوا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ خدا نے اس دنیا سے جاتے اپنی تمام ملکوتی قوتیں تیرے سپرد کر دیں۔ اے غصن اعظم تو ایک بھید ہے اور اس کا بیٹا ہے جو اسے ہر شئے سے زیادہ پیارا ہے

پھر ایک دفعہ دو شخصوں میں بہار اللہ کے متعلق اختلاف ہو گیا۔ ایک نے کہا بہار "اللہ" ہے دوسرے نے کہا وہ "ظل اللہ" ہے۔ وہ دونوں اپنا جھگڑا بہار کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا کہ "تم دونوں بغیر کسی شک کے سچ کہہ رہے ہو"

(۲) پروفیسر فیلبس بہائی امریکی اپنی کتاب "سوانح و تعلیمات عبدالبہار ۱۳۵-۱۳۶ میں لکھتے ہیں:۔

"ان عبدالبهاء واختہ فسترا لہ ظل اللہ بمعنی الانسان الواصل الی مقام الالوهیة" کہ عبدالبہار اور اسکی بہن نے "ظل اللہ" کے معنے مجھے یہ بتائے کہ ایسا شخص جو مقام الوہیت تک جا پہنچا ہو۔

بہار اللہ کا دعویٰ اسکی کتب سے

ذیل میں بہار کے وہ اقوال درج کئے جاتے ہیں جنسے

اس کا دعویٰ الوہیت ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ بہار ایک شخص مسمی اکبر کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:۔ "یا اکبر یذکرک مالک القدر فی حین احاطۃ الاحزان من الذین کفروا بالرحمٰن" یعنی اے اکبر تجھے مالک القدر یاد کرتا ہے اسوقت جبکہ وہ ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے رحمٰن کا انکار کیا غم و حزن میں گھرا ہوا ہے۔ (کتاب اقدس مطبوعہ بمبئی ص۱۶۲)

اس میں بہار اللہ نے اپنے آپ کو مالک القدر اور رحمٰن کہا ہے۔

۲۔ پھر ص۲۲۵ پر لکھا ہے:۔ "الذی ینطق فی السجن الاعظم انہ خالق الاشیاء وموجدھا وحمل البلایا باحیاء العالم وانہ لھو الاسم الاعظم الذی کان مکنونًا فی ازل الازال" یعنی جو اس بڑی قید میں بول رہا ہے وہی تمام اشیاء کا خالق اور موجد ہے جس نے دنیا کو زندہ کرنے میں بہت سی مشکلات برداشت کی ہیں اور وہی وہ اسم اعظم ہے جو ازل الازال سے مخفی تھا

۳۔ ص۱۰۰ پر لکھا ہے۔ "یا عیسیٰ افرح بما یذکرک مالک العرش والثریٰ" یعنی "اے عیسیٰ خوش ہو کیونکہ عرش اور فرش کا مالک تجھے یاد کرتا ہے" اس سے مراد بہار اللہ نے اپنے آپ کو لیا ہے۔

۴۔ پھر ص۱۷۱ پر لکھا ہے۔ "والکتٰب یقول قد جاء منزلی" یعنی بیان کتاب کا نازل کرنے والا بہار اللہ ہے۔

۵۔ ص۵۸ پر ایک شخص محمود کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "یا محمود اسمع ندائی من مقامی المحمود ثم اشھد بما شھد لسان العظمۃ انہ لا الٰہ الا انا المھیمن القیوم قد ارسلنا الرسل و انزلنا الکتب وفصلنا فیھا ما یرفع العباد الی غایۃ المقصوی و الجنۃ العلیا ولکن القوم اعرضوا بما اتبعوا کل فاسق مردود کم من عالم تمسک بالشریعۃ و بھا افتی علی منزلھا"

"یعنی اے محمود میرے مقام محمود سے میری آواز سن اور پھر گواہی دے اسکی جسکی گواہی عظمت کی زبان نے دی کہ مہیمن اور قیوم کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ ہم نے رسول بھیجے کتابیں نازل کیں اور اس میں وہ باتیں بالتفصیل بیان کیں جو بندوں کو انکے

انتہائی مقصود کی طرف لے جاتی ہیں اور بلند و بالا جنت تک پہنچا دیتی ہیں لیکن میری قوم نے ہر ایک مردود کی پیروی کرتے ہوئے اعراض کیا کتنے ظالم ہیں جنہوں نے اس شریعت پر تمسک کیا۔ لیکن شریعت کے نازل کرنے والے پر فتوٰی دیا۔

اس میں اُتارنے والے سے مُراد بہاء اللہ کا اپنا نفس ہے۔

مرزا حیدر علی بہائیوں کے چوٹی مبلغ بہجۃ الصدور ص۳۹۹ پر لکھتے ہیں :۔

"حضرت بہاء اللہ آسمانی است کہ از آفاقش شموس انبیاء و مرسلین اشراق نمودہ مرسل رسل و منزل کتب و رب الارباب و سلطان مبدار و مآب است"

"یعنی حضرت بہاء اللہ ہی وہ آسمان ہے جس کے افق سے انبیاء اور مرسلین کے سورج طلوع ہوئے اور وہی کتب کا نازل کنندہ اور رب الارباب ہے اور مبدار اور مآب کا بادشاہ ہے۔"

پھر اسی کتاب کے ص۱۰۶ پر لکھا ہے :۔ "یا اھل الارض اذا غربت شمس جمالی و ستترت سماء ھیکلی لا تضطربوا قومی علی نصرۃ امری وارتفاع کلمتی بین العالمین انا معکم فی کل الاحوال وننصرکم بالحق انا کنا قادرین۔"

"یعنی اے زمین والو جب میرے جمال کا سورج غروب ہو جائے اور میرے ہیکل کا آسمان پوشیدہ ہو جائے تو تم مضطرب نہ ہونا۔ بلکہ میرے اس دعوٰی کی تائید میں کربستہ ہو جاؤ۔ اور تمام دنیا میں میرا کلمہ بلند کرو۔ ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں اور ہم حق کے ساتھ تمہاری مدد کریں گے۔ کیونکہ ہم ہر شئی پر قادر ہیں۔"

پھر ص۱۱۵ پر لکھا ہے :۔ یذکرون نقطۃ البیان ای الباب یفتون علی مرسلہ ویقرءُون الآیات وینکرون منزلھا۔"

"یعنی وہ نقطۃ البیان یعنی باب کو یاد کرتے ہیں اور اس کے مرسل کے خلاف فتوٰی دیتے ہیں اور آیات کو پڑھتے ہیں اور اس کے نازل کنندہ کا انکار کرتے ہیں۔

ص۵۵ پر لکھا ہے :۔ "تا اللہ قد ظھر الیوم اللہ وکشف الغطاء من کان مستورًا فانظر الذین ینسبون انفسھم الی الفرقان ویدعون العلم انھم یفتخرون باسمی بین عبادی فلما اظھرت نفسی اعرضوا وکفروا بالذی

امنوا" یعنی اللہ کی قسم آج اللہ ظاہر ہو گیا ہے اور جو مستور تھا اس سے پردہ ہٹ گیا
ہے پس دیکھ ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو فرقان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دعویٰ علم رکھتے
ہیں یقیناً وہ فخر کرتے ہیں میرے بندوں میں میرے نام سے لیکن جب میں نے اپنے آپ کو ظاہر کیا
تو انہوں نے اعراض کیا۔ اور جس پر وہ ایمان لائے تھے اس کا انکار کر دیا۔

ص ۹ پر لکھا ہے:۔ "کانوا ان ینتظروا ایام اللہ وظہورہ فلما لاح افق
سماء الظہور واتی مکلم الطور سلوا علیه سیوف البغضاء وکذلک سولت
لهم انفسهم" وہ ایام اللہ اور اس کے ظہور کے منتظر تھے جب وہ سماء ظہور کے
افق پر نمودار ہوا۔ اور طور پر کلام کرنے والا آیا تو انہوں نے اس پر بغض وکینہ کی تلواریں
سونتیں۔ اس طرح ان کے نفسوں نے ان کے لئے ایسا کرنا خوبصورت کر کے دکھا دیا"

ص ۱۵۳ پر لکھا ہے:۔ "یا عبد الخالق انظر ثم اذکر اذ اتی الخالق
اعرض عنه المخلوق باعراض ناح به السحاب اعرضوا وانکروا الی
ان افتوا علیه من دون بینة وبرهان"

اے خالق کے بندے دیکھ اور یاد کر کہ جب خالق آیا تو مخلوق نے اس سے ایسا منہ
پھیرا کہ جس پر بادلوں نے بھی نوحہ کیا۔ انہوں نے اعراض کیا۔ اور انکار کیا۔ حتیٰ کہ اس پر
بغیر کسی دلیل وبرہان کے فتویٰ لگا دیا۔

ص ۱۵۶ پر لکھا ہے:۔ "قد اتی مالک القدر لحیاة البشر القوم
اخذوه وحبسوه فی هذه المقام البعید" مالک القدر انسانوں کی حیات
کے لئے آیا۔ لیکن قوم نے اسے پکڑ کر اس دور دراز مقام میں قید کر دیا۔

ص ۱۸۳ پر لکھا ہے:۔ انک عاشرت معی ورأیت شموس سماء
کلمتی وامواج بحر بیانی اذ اکنا خلف سبعین الف حجاب من النور
ان ربک لهو الصادق الامین" "تو میرے ساتھ رہا۔ اور میرے کلام
کے آسمان کے سورجوں کو تو نے دیکھا اور میرے بیان کی موجوں کا ملاحظہ کیا۔ جبکہ
ہم نور سے ستر ہزار پردہ پیچھے تھے۔ تیرا رب ہی صادق اور امین ہے۔"

ص ۲۳۶ پر لکھا ہے:۔ قد سبقت رحمة العالم واحاط فضله کل
صغیر وکبیر انه فی السجن یذکر احباءه ویدعوهم الی مایثبت

ذکرھم فی الوحی الحفیظ" "اسکی رحمت تمام دنیا پر غالب ہے اس کے فضل نے ہر چھوٹے بڑے کا احاطہ کر رکھا ہے وہ قید میں اپنے دوستوں کو یاد کرتا ہے اور ان کو بلاتا ہے اس شئی کی طرف جو ان کا ذکر وحی محفوظ میں دائم وقائم کرے۔

ص۲۵ پر لکھا ہے:- ذکری الاعظم ینادی من فی الامکان الی اللہ مالک الادیان انا بعثناہ علی ھیکل الانسان تعالی الرحمٰن الذی انزل کل امر فی الکتاب" میرا ذکر اعظم اس دنیا میں رہنے والوں کو مالک الادیان کی طرف بلاتا ہے۔ ہم نے اس کو انسان کی ہیکل میں مبعوث کیا ہے۔ بہت بلند شان والا ہے رحمٰن۔ جس نے ہر امر کتاب میں نازل کیا ہے۔

بہاء کی دوسری کتب سے حوالجات

بہاء اللہ اپنے مکذبین کو وعظ کرتا ہوا کہتا ہے:- "ایاکم ان تفعلوا بی ما فعلتم بمبشری ای الباب وکان اعدم بالرصاص۔ اذا انزلت علیکم آیات اللہ من شطر فضلی لا تقولوا انھا ما نزلت علی الفطرۃ ان الفطرۃ قد خلقت یقولی" (مبین سورہ ہیکل)

خبردار میرے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جو تم نے میرے مبشر کے ساتھ کیا۔ (یعنی باب جسے گولی سے ہلاک کر دیا گیا تھا) یاد کرو اس وقت کو جبکہ میں نے تم پر اپنے فضل و کمال سے آیات اللہ نازل کیں۔ یہ مت کہو کہ ان کا نزول فطرت کے مطابق نہیں کیونکہ فطرت تو میرے قول سے پیدا ہوئی ہے۔

مبین ص۲۹۵ پر لکھا ہے:- "حملنا الشدائد من کل دنی بعد اذ کان فی قبضتنا ملکوت السمٰوٰت والارض" ہم نے ہر کمینہ کی طرف سے مصائب برداشت کیں۔ بعد اس کے کہ ہمارے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تھی۔ برخلاف اسکے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء کہ ہر شئی اللہ کے ہی قبضہ تصرف میں ہے۔

مبین ص۳۲۳ پر لکھا ہے:- "ھذا کتاب نزل بالحق من لدن

عزیز حکیم ینطق بانی انا المسجون فی ھذا السجن العظیم"
یہ کتاب جو عزیز وحکیم خدا کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے بتاتی ہے کہ اس بڑے قیدخانہ میں محبوس ہوں۔

اقتدار ص۳۶ پر لکھا ہے:- "نطق القلم اذا کان مالك القدر فی سجنه الاعظم بما اکتسبت ایدی الظالمین" قلم نے ظالموں کی کرتوت کی وضاحت کر دی جبکہ مالک القدر قید میں تھا۔

اقتدار ص۱۱ پر اپنے متعلق لکھا ہے:- "اذا یراہ احد فی الظاھر یجدہ علی ھیکل الانسان بین ایدی اھل الطغیان واذا یتفکر فی الباطن یراہ مھیمناً علی من فی السمٰوٰت والارضین"۔
جب کوئی شخص اسے سرکش لوگوں میں اچٹتی نظر سے دیکھتا ہے تو اسے انسانی وجود میں ہی پاتا ہے لیکن جب اس کے باطن پر غور کرتا ہے تو اسے ان تمام لوگوں پر جو زمین اور آسمان میں نگہبان پاتا ہے۔

ایک شخص کی طرف لکھا:- "فضل مشاہدہ کن بمقامی رسیدہ کہ تو در محل ساکنی وحق در سجن اعظم مع بلایائی لاتحصی بذکر تو مشغول"۔
اللہ کے فضل کو دیکھ کہ کس رتبہ کو پہنچ چکا ہے۔ اور تو آرام سے گھر بیٹھا ہے۔ لیکن اللہ سجن اعظم میں لاتعداد مصائب میں گھرا ہوا ہے اور تیری یاد میں مشغول ہے۔

مبین ص۶۳ پر لکھا ہے:- "قد ظھرت الکلمة التی سترھا الابن انھا قد نزلت علی ھیکل الانسان فی ھذا الزمان تبارک الرب الذی ھو الرب قد اتی بمجدہ الاعظم بین الامم"۔ وہ کلمہ جس کو بیٹے نے چھپایا ظاہر ہو گیا ہے کہ میں اس زمانہ میں ہیکل انسانی میں اُترا ہوں۔ بابرکت ہے وہ رب جو اعلیٰ شان اور بڑی بزرگی کے ساتھ لوگوں میں آیا ہے۔

مبین ص۲۳ پر لکھا ہے:- "یا قوم طھروا قلوبکم ثم ابصارکم لعلکم تعرفون بارئکم فی ھذا القمیص المقدس المنیع"
اے میری قوم اپنے دلوں اور اپنی آنکھوں کو پاک صاف کرو۔ تاکہ تم اپنے پیدا کنندہ کو اس مقدس چمکدار قمیص میں دیکھ لو۔

لوح الروس مبین ص۶ پر لکھا ہے :- "قد اتی الاب والابن فی الوادی المقدس -" باپ اور بیٹا وادی مقدس میں آئے ہیں۔

الواح مبارکہ ص۳۳ پر لکھا ہے :- "انا فدینا الابن وما اطلع بما اراد ربک لاجبرائیل ولا الملئکة المقربین"

ہم نے بیٹے کو بطور فدیہ دے دیا۔ اور تیرے رب کے ارادہ سے کسی کو اطلاع نہ ہوئی۔ نہ جبرائیل کو اور نہ ہی مقرب فرشتوں کو۔

کتاب ادعیہ ص۱۰ پر لکھا ہے :- "والذی اتی بالحق انه هو مالک الوجود" جو حق لے کر آیا ہے وہی عالم وجود کا مالک ہے۔

الواح مبارکہ ص۱۷ پر عجمی بادشاہ کی ملاقات کی خواہش رکھتے ہوئے لکھا ہے "حال آنکہ شانِ حق نیست کہ بنزد احدی حاضر شود کہ از جمیع برائے اطاعت او خلق شده اند ولکن نظر باین اطفال صغیر و جمع از نساء کہ انہمہ یار و دیار دور مانده اند این امر را قبول کردیم۔"

اگرچہ حق کی شان سے یہ نہیں کہ وہ کس کے پاس جائے۔ کیونکہ تمام مخلوق اس کی اطاعت کے لئے کی گئی ہے۔ لیکن ان چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کے ایک گروہ کو جو اپنے گھربار اور اعزہ واقربا سے دُور ہیں دیکھنے کے لئے مینے یہ امر قبول کیا ہے

اقتدار ص۳۳ پر لکھا ہے :- "ونفسی عندی علم ما کان وما یکون" میرے نفس کو ماکان ومایکون کا علم ہے۔

اشراقات عصمت کبریٰ ص۱۸ پر لکھا ہے :- "قد ظهر من لایعزب عن علمه شیء" وہ وجود ظاہر ہو گیا ہے جس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

الواح مبارکہ ص۱۵ پر لکھا ہے :- "یا احباء الله لا تستقروا علٰی فراش الراحة واذا عرفتم بارئکم وسمعتم ماورد علیه قوموا علی النصر" اے خدا کے محبو۔ آرام طلبی چھوڑ دو۔ جب تم نے اپنے پیدا کنندہ کو پہچان لیا۔ اور جو کچھ اس پر بیتی ہے وہ بھی سن لی ہے تو اب اسکی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

الواح مبارکہ ص۲۱ پر لکھا ہے :-

"ورد علینا من الذین خلقوا با مرمن عندنا" ہمیں تکالیف پہنچیں۔ ان لوگوں کی طرف سے جو ہمارے ایک حکم سے پیدا کئے گئے تھے۔

الواح مبارکہ ص۲۱ پر لکھا ہے۔ "

"مادونی قد خلق بامری" جو میرے علاوہ ہے وہ سب میرے حکم سے پیدا ہوا ہے۔

کتاب مبین ص۲۱۷ پر لکھا ہے:۔ "ھذا یوم لو ادرکہ محمد رسول اللہ لقال قد عرفناك یا مقصود المرسلین ولو ادرکہ الخلیل لیضع وجهه علی التراب خاضعًا لله ربك و یقول قد اطمأن قلبی یا اله من فی ملکوت السمٰوٰت والارض۔ ۔ ۔ ۔ ولو ادرکہ الکلیم یقول لك الحمد بما اریتنی جمالك وجعلنی من الزائرین۔

یعنی اس عظیم الشان دن کو اگر محمد رسول پالیتے تو ضرور پکار اُٹھتے کہ اے مرسلوں کے مقصود ہم نے تجھے پہچان لیا ہے۔ اور اگر ابراہیم خلیل اس دن ہوتے تو مارے خشوع و خضوع کے اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیتے اور کہتے کہ اے وہ جو ان تمام اشیاء کا خدا ہے جو آسمان اور زمین میں ہیں مجھے اب اطمینان قلب میسر ہو گیا ہے اور اگر موسٰی کلیم اللہ اس دن کو پا لیتے تو کہتے کہ بارے خدایا تمام حمد تیرے لئے ہی ہے کیونکہ تُو نے مجھے اپنا جمال دکھایا ہے اور مجھے زیارت کا شرف بخشا ہے۔

مبین ص۳۲ پر لکھا ہے:۔

کذلك یامرك الرحمٰن اذ کان بایدی الظالمین مسجونًا۔

رحمٰن تجھے یہی حکم دیتا تھا۔ جبکہ وہ ظالموں کے ہاتھ میں قید تھا۔

مبین ص۳۲ پر لکھا ہے:۔

کذا امر ربك اذ کان مسجونًا فی اخرب البلاد۔

تیرے رب کا جبکہ وہ ویران بستی میں قید تھا یہی حکم تھا۔

اپنے متبعین میں سے کسی شخص کو حکم دیتا ہے کہ میری حمد ان الفاظ میں کرو۔

مبین ص۳۷ پر لکھا ہے:۔

قل لك الحمد یا مبدع الاکوان بما ذکرتنی فی السجن اذ کنت

بین ایدی الفجار۔"

اے کون و مکان کے پیدا کنندہ سب تعریف تیرے لئے ہے۔ کیونکہ تُو نے مجھے قید میں یاد کیا جبکہ تو فجار کے قبضے میں تھا۔

مبین ص۲۹۷ پر لکھا ہے:۔

"افتدوا بربکم الرحمٰن انه فی البلیة الکبریٰ یدعوالناس بالحق۔"

اپنے رب رحمٰن کی اقتدا کرو۔ وہ سخت مصیبت میں گرفتار ہے اور لوگوں کو حق کے ساتھ دعوت دیتا ہے۔

مبین ص۲۸۶ پر لکھا ہے:۔

"لا الٰه الا انا المسجون الفرید"

مجھ متفرد قیدی کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

الواح مبارکہ ص۸۸ پر لکھا ہے:۔

"انا لو نخرج من القمیص الذی لبسناه لضعفکم لیفدینی من فی السمٰوٰت والارض بانفسهم۔"

اگر ہم اس قمیص کو جو ہم نے بوجہ تمہارے ضعف کے پہن رکھی ہے اتار دیں تو ہم پر تمام آسمان اور زمین کے رہنے والے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

الغرض بہاء اللہ کے ان اقوال سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا دعویٰ الوہیت کا تھا۔ لیکن میں اس بحث کو مکمل کرنے کے لئے انشاء اللہ اگلی قسط میں بتاؤں گا کہ عبدالبہا بھی بہاء اللہ کی الوہیت کا معتقد تھا۔

ریویو

مکرم جناب مرزا سیف اللہ خاں صاحب فاروق نے ایک کتاب بعنوان "جنگوں کے حقیقی اسباب" لکھی ہے۔ اس کا مسودہ میں نے پڑھا ہے نفس مضمون نہایت ہی لطیف اور اچھوتا ہے اس کتاب میں انہوں نے مکاشفہ یوحنا کی صحیح تفسیر پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ مختلف ممالک پر عذاب کا نازل ہونا محض حضرت مصلح موعود کا انکار ہے۔ اس کتاب کا مسودہ جماعت کے جن بزرگان نے پڑھا ہے اس کے متعلق نہایت ہی عمدہ رائے کا اظہار کیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ کتاب جلد طبع ہو کر دوستوں کے ہاتھوں میں

حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا یا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع